درسِ حیات المسلمین

جلد دوم

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم

مکتبۃ الاسلام کراچی

درسِ حیات المسلمین

﴿جلد دوم﴾

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم
مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی

ضبط و ترتیب

مولانا خلیل الرحمٰن ڈیروی صاحب مدظلہم
اُستاذ جامعہ دارالعلوم کراچی ۱۴

مکتبۃ الاسلام کراچی

پیشِ لفظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسولہٖ الکریم و علیٰ آلہٖ و

اصحابہٖ اجمعین

امّا بعد!

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور اسکی توفیق سے منگل کے دن عصر کی نماز کے بعد جامعہ دارالعلوم کراچی کی مسجد میں کچھ احباب اور عزیز طلباء جمع ہو جاتے ہیں، اور انکی خدمت میں عمل کرنے اور کرانے کی نیت سے دین کی کچھ باتیں عرض کرنیکا معمول ہے، بعض احباب کا کہنا ہے کہ اس سے فائدہ ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں، آمین۔

ذوالقعدہ ۱۴۳۰ھ میں سیدی وسندی حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم کے مشورہ سے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور کتاب ''حیاتُ المسلمین'' پڑھنا اور بقدرِ ضرورت اسکی تشریح کرنا شروع کی، احباب کو اس کتاب کا درس بہت پسند آیا، اور اسکی ضرورت بھی تھی، کیونکہ یہ کتاب حضرت تھانویؒ نے مسلمانوں کی خستہ حالی اور بدحالی دور کرنے کے لئے لکھی تھی، اور آجکل مسلمانوں کی یہی حالت ہے۔

بہر حال! جناب مولانا قاری خلیل الرحمٰن صاحب ڈیروی مدظلّہ کے دل میں شدّت سے داعیہ پیدا ہوا کہ ''حیاتُ المسلمین'' کی اس تشریح وتوضیح کو باقاعدہ محفوظ کیا جائے اور پھر مرتّب کر کے ''درسِ حیاتُ المسلمین'' کے نام سے شائع کیا جائے، تاکہ دیگر مسلمان بھی اس سے فائدہ اُٹھا سکیں، انہوں نے بندہ سے اسکا ذکر کیا، بندہ کو

بھی اِن کی رائے مفید معلوم ہوئی، پھراس کام کی ذمہ داری بھی موصوف نے قبول کرلی، اس طرح حق تعالیٰ شانہ نے اس کا انتظام فرمادیا، چنانچہ ایک ایک ، دو دو، بیان وہ محفوظ کر کے کمپوز کرواتے رہے، اور احقر کو دکھلاتے رہے، جب تقریباً پندرہ بیان ہوگئے اور ایک جلد کے برابر مواد جمع ہوگیا تو مشورہ سے ''درسِ حیاتُ المسلمین'' کے نام سے اسکی پہلی جلد شائع کی گئی، پہلی جلد کی طباعت کے بعد، عزیز موصوف نے مزید کام جاری رکھا، اور سترہ بیانات پر مشتمل جلد ثانی، تیار ہوگئی جو آپکے سامنے ہے، فللّٰہ الحمد والشکر۔

اس کتاب کے مطالعہ کے وقت یہ بات ذہن میں رہنی چاہئے کہ یہ کوئی باقاعدہ تصنیف نہیں ہے، بلکہ ''حیاتُ المسلمین'' کی احادیث ومضامین کی اپنی بساط کے مطابق تشریح وتوضیح ہے، جو کیسٹوں اور سیڈیوں کے ذریعے تیار کی گئی ہے، لہٰذا اس کا اسلوب تحریری نہیں، بلکہ خطابی ہے، اگر کسی مسلمان کو ان باتوں سے فائدہ پہنچے تو یہ محض اللہ تعالیٰ کا کرم ہے، جس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے، اور اگر کوئی بات غیر محتاط یا غیر مفید ہو تو مطلع فرما کر ممنون فرمائیں۔

لیکن الحمدللہ! اس تشریح وتوضیح کا مقصد تقریر برائے تقریر نہیں ہے، بلکہ سب سے پہلے اپنے آپکو اور پھر سامعین کو اپنی اصلاح کی طرف متوجہ کرنا ہے، اسی جذبہ سے اسکو پڑھنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ''حیاتُ المسلمین'' کی اس ادنیٰ تشریح وتوضیح کو بندہ اور تمام قارئین کی اصلاح کا ذریعہ بنائیں اور جن جن احباب نے اسکی تیاری میں حصہ لیا ہے، بالخصوص مولانا قاری خلیل الرحمٰن صاحب کی اس کاوش کو قبول فرمائیں،

میرے اوران کیلئے اسکو صدقۂ جاریہ بنائیں، اورناشرکوبھی اس خدمت کا بہترین صلہ عطافرمائیں۔

آمین بحرمة سیّد المرسلین و شفیع المذنبین
صلّی اللّٰه علیه وسلّم الٰی یوم الدّین.

بندہ عبدالرؤف سکھروی عفاءاللہ عنہ
۲۷/رجب ۱۴۳۶ھ
بروز ہفتہ بعد مغرب

عرضِ مرتّب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ ربّ العٰلمین والصّلوٰۃ والسّلام علٰی سیّد المرسلین و آلہٖ و أصحابہٖ أجمعین

أمّا بعد!

حق تعالیٰ شانہ نے ماضی قریب میں حکیم الاُمّت، مجدّ دالملّت حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی قدّس سرّہ سے جو تجدیدی کام لیا، وہ اپنی مثال آپ ہے، اعمال واخلاق کی اصلاح کے سلسلے میں حضرت والا رحمہ اللہ کی تصانیف اور مواعظ وملفوظات اکسیر کا درجہ رکھتے ہیں، آپ نے ایسے ایسے اہم اور باریک اُمور کی طرف بھی توجہ دلائی، جس کی طرف عموماً ذہن نہیں جاتا، خصوصاً معاملات کی صفائی اور ادائیگی حقوق کے سلسلے میں ایسے ایسے گوشے نمایاں کیے، جن میں کوتاہیوں کی وجہ سے اسلامی معاشرت برباد ہوکر رہ جاتی ہے، جبکہ ان میں اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے سے صحیح اسلامی معاشرہ کا حسن نکھر کے سامنے آجاتا ہے اور دنیا سکون وراحت کے لحاظ سے جنّت کا نمونہ بن جاتی ہے۔

مجدّ دالملّت ہونے کی وجہ سے امّت کا درد، دل میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا، اور مسلمانوں کی زبوں حالی پر کُڑھتے رہتے، اور مسلمانوں کی پستی اور بدحالی کے اسباب پر غور فرماتے رہتے، اور حق تعالیٰ جلّ شانہ اصلاحِ امّت کے سلسلے میں آپ کے دل پر جو اِلقاء فرماتے، آپ تحریر اور خطاب کی صورت میں امّت کے

سامنے پیش فرماتے رہتے۔

مسلمانوں کی عظمتِ رفتہ کیسے واپس آئے؟ اور مسلمانوں کی پستی اور زبوں حالی کیسے دور ہو؟ مسلمانوں کے اعمال واخلاق کی اصلاح کیسے ہو؟ اس سلسلے میں حکیم الاُمّت حضرت تھانویؒ کی دوسری متعدّد تصنیفات کے علاوہ، ایک اہم تصنیف ''حیاتُ المسلمین'' ہے، جو آپ کی تعلیمات کا نچوڑ اور طویل غور وفکر کا نتیجہ ہے، جسے آسان تر بنانے میں حضرت تھانویؒ نے سعیِ بلیغ فرمائی، جس میں حضرت تھانویؒ نے قرآن وسنّت کی روشنی میں مسلمانوں کی دنیا و آخرت میں صلاح وفلاح کے وہ عظیم گُر تحریر فرمائے ہیں، جن پر عمل کرنے سے مسلمانوں کی بدحالی، خوشحالی میں تبدیل ہوسکتی ہے، مسلمانوں کی ذلّت عزّت میں، جبکہ پریشانیاں اور ناکامیاں خوشیوں اور کامیابیوں میں بدل سکتی ہیں۔

اس کتاب کی اہمیت کے پیشِ نظر مفتیِ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدّس سرّہ نے اس کتاب پر اپنا ایک وقیع مقدمہ تحریر فرمایا ہے، جس سے کتاب کو سمجھنے میں مزید آسانی ہوجاتی ہے، ضرورت اس بات کی تھی کہ امّت کو اس کتاب کی طرف زیادہ سے زیادہ متوجہ کیا جائے، اور اس میں ذکر کردہ قرآن و سنّت کی تعلیمات کو عام کیا جائے، تاکہ اس پر زیادہ سے زیادہ عمل کر کے اجتماعی اور انفرادی زندگی کو خوشگوار بنایا جاسکے۔

حق تعالیٰ شانہ سیدی وسندی حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب سکھروی مدّظلّہم کو جزاءِ خیر عطا فرمائے (آمین)، جنہوں نے اپنے ہفتہ واری اصلاحی بیان میں جو ہر منگل کو جامع مسجد جامعہ دارالعلوم کراچی میں بعد نماز عصر پابندی سے ہوتا ہے ''حیاتُ المسلمین'' کا باقاعدہ درس شروع فرمایا، اور مسلمانوں کے موجودہ

حالات کے تناظر میں ''حیاتُ المسلمین'' میں ذکر کردہ تعلیمات کی تشریح بڑے مؤثر اور دلنشین انداز میں بیان کرنی شروع کی، جس کا سلسلہ حسبِ معمول ہر منگل کو جاری ہے، حاضرین نے اس کی افادیت اور نافعیت بہت زیادہ محسوس کی، اور حضرت والا سے یہ درخواست کی کہ اگر ان بیانات کو تحریری شکل میں لا کر ان حضرات تک پہنچانے کا انتظام ہو جائے جو مجلس میں کسی وجہ سے حاضر نہیں ہو سکتے، تاکہ وہ بھی ان قیمتی تشریحات سے مستفید ہو سکیں تو یہ مناسب ہوگا، حضرت والا نے کمالِ شفقت فرماتے ہوئے ان بیانات کی ''درسِ حیاتُ المسلمین'' کے نام سے جمع وترتیب اور اس کی طباعت کی اجازت مرحمت فرمادی، چنانچہ پہلی جلد کی طباعت کے بعد؛ بحمدہٖ تعالیٰ دوسری جلد آپ کے ہاتھ میں ہے، جبکہ اگلی جلدوں پر کام جاری ہے، باقی جلدیں بھی اِن شاءَ اللہ تعالیٰ جیسے جیسے تیار ہوتی جائیں گی، آپ حضرات کی خدمت میں پیش ہوتی رہیں گی۔ اللہ پاک ان مضامین کو مسلمانوں میں عام فرمائیں اور زیادہ سے زیادہ ان سے فائدہ اٹھانے کی توفیق دیں، آمین،

یکے از خدّامِ حضرت والا مدظلہم
خلیل الرحمٰن غفراللہ لہ
اُستاذ و مدرّس جامعہ دارالعلوم کراچی

۲۶/۷/۱۴۳۶ھ

اجمالی فہرستِ بیانات

فہرستِ مضامین

(۲)......ایمان اور اسلام کی نعمت و اہمیت

(۳)......ایمان کے فوائد

(۴)......ایمان اور اسلام کا مطلب

(۵)..... ایمان سے پھر جانے کا خطرناک انجام

(۶)......اہل ایمان اور جنّت کی نعمتیں

(۷)..... حصولِ علم دین کی ضرورت

(۸)..... علم دین کا سیکھنا

(۹)......دین کا ضروری علم حاصل کرنا

(۱۰)......علم اور ایمان کا تعلق

(۱۱)......علمِ دین اور دولتِ ایمان

(۱۲)......قرآن مجید سیکھنا

(۱۳)......قرآن مجید کی تلاوت کا اہتمام

(۱۴)..... قرآن کریم سے تعلق جوڑیں

(۱۵) محبت اور تقویٰ ساتھ ساتھ

(۱۶)...... محبت کے اسباب

(۱۷)..... محبت، مقامِ فنائیت کا ذریعہ

درسِ حیاتُ المسلمین جلد ثانی کی تفصیلی فہرست مکمل ہوئی

الحمد للّٰہ علیٰ ذٰلک

سلسلۂ درسِ حیات المسلمین

حیات المسلمین پر عمل کرنے کا فائدہ

(۱)

شرحِ روحِ اوّل

بیان نمبر......(۱۸)

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم
مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی

مکتبۃ الاسلام کراچی

موضوع : حیات المسلمین پر عمل کرنے کا فائدہ

مقام : جامع مسجد دار العلوم کراچی ۱۴

تاریخ : ۲۱ ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ

۶ اپریل ۲۰۱۰ء

دن : منگل

وقت : بعد نماز عصر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ نحمدہٗ ونستعینہٗ ونستغفرہٗ ونؤمِنُ بہ ونتوکّل علیہ ونعوذ باللّٰہِ من شرورِ أنفسنا ومن سیئاتِ أعمالنا مَن یّھدِہِ اللّٰہُ فلا مضلَّ لہٗ وَمَن یُضللہٗ فلا ھَادِیَ لَہٗ وأشھد أن لّا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ وحدہٗ لاشریک لہٗ وأشھد أنّ سیّدنا ونَبِیّنا ومولانَا محمداً عبدہٗ ورسولہٗ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہٖ و أَصحَابِہٖ و بارک وسلَّمَ تسلیمًا کثیرًا کثیرًا۔

أمّابعد!

فأعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرّجیم

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرّحیم

الٓمّٓ (۱) ذٰلِکَ الۡکِتٰبُ لَا رَیۡبَ فِیۡہِ ھُدًی لِّلۡمُتَّقِیۡنَ (۲) الَّذِیۡنَ یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡغَیۡبِ وَ یُقِیۡمُوۡنَ الصَّلٰوۃَ وَ مِمَّا رَزَقۡنٰھُمۡ یُنفِقُوۡنَ (۳)

(البقرۃ: آیات: ۱تا۳)

ترجمہ

الـــم (۱) یہ کتاب ایسی ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں، یہ ہدایت ہے ان ڈرر کھنے والوں کے لئے جو بے دیکھی چیزوں پر ایمان لاتے ہیں، اور نماز قائم کرتے ہیں،

اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا ہے، اس میں سے اللہ کی خوشنودی کے کاموں میں خرچ کرتے ہیں۔ (آسان ترجمۂ قرآن)

وقال تعالیٰ:

إِنَّ الدِّيْنَ عِندَ اللّٰهِ الإِسْلَامُ (آل عمران: آیت:۱۹)

بے شک (معتبر) دین تو اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔ (آسان ترجمۂ قرآن)

میرے قابلِ احترام بزرگو!

حکیم الامت مجدّد الملت حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''حیات المسلمین'' میں تقریباً پچیس ابواب ،ارواح کے نام سے تحریر فرمائے ہیں، اگر کوئی ان ارواح میں لکھے گئے اعمال کو اپنے عمل میں لے لے تو اللہ جلّ شانہ' کے فضل و کرم سے اس کو دنیا میں جنت کا مزا آجائے گا، اُسے سکون اور چین ملے گا، راحت اور آرام ملے گا، عزت اور عافیت مل جائے گی اور اس کو قدم قدم پر اللہ تعالیٰ کی مدد ملے گی، وہ جب تک دنیا میں رہے گا، آرام اور چین سے رہے گا اور مرنے کے وقت بھی بے پایاں راحتیں میسر ہوں گی، وہ دنیا سے خوشی خوشی جائے گا، اور اُسے قبر میں بھی جنت کے مزے، راحت ،سکون اور چین ملے گا، اُسے ایسا سکون اور چین ملے گا کہ یہاں آدمی اس کا پورا تصور بھی نہیں کرسکتا۔

رات کے معمولات کی پابندی کا فائدہ

ایک قصہ ذہن میں آگیا، ایک صاحب کہتے ہیں کہ میں رات کو اپنے معمولات

پورا کر کے سویا تو میں نے ایک عجیب وغریب خواب دیکھا، یہاں سے ایک بات یہ معلوم ہوئی کہ سونے سے پہلے کے معمولات پابندی کے ساتھ پورے کرنے چاہئیں، مثلاً رات کو سونے سے پہلے وضوء کرلیں یا تیمّم، ایک بار سورۂ ملک پڑھ لیں، تسبیحِ فاطمی ۳۳ بار سبحان اللّٰہ، ۳۳ بار الحمدللّٰہ اور ۳۴ بار اللّٰہ اکبر پڑھ لیں، حفاظت کے لئے ایک مرتبہ آیت الکرسی اور چاروں قل پڑھ لیں اور دم کرلیں، سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتیں آمن الرسول سے ''فانصرنا علی القوم الکٰفرین'' تک پڑھ لیں، اور سونے کی دعاء پڑھ لیں۔

اَللّٰھُمَّ بِاسْمِکَ أَمُوْتُ وَ أَحْیٰی

ترجمہ

اے اللہ! میں تیرے نام پر مرتا ہوں اور جیتا ہوں۔ (متفق علیہ)

اس معمول کی برکت سے کبھی کبھی اللہ تعالیٰ روح پرور، ایمان تازہ کرنے والے اور آخرت کی طرف رغبت دلانے والے مشاہدے خواب وغیرہ میں کروا دیتے ہیں، اور اگر آدمی اپنے معمولات کبھی پورے کرے اور کبھی پورے نہ کرے تو اس کا اتنا فائدہ نہیں ہوتا، جتنا معمولات کی پابندی کرنے سے فائدہ ہوتا ہے۔

ایک عجیب وغریب خواب کا قصہ

وہ صاحب کہتے ہیں کہ ایک بزرگ نے مجھے خواب میں سوتے ہوئے اٹھایا اور بیدار کیا اور مجھ سے کہنے لگے کہ تم ایسی مبارک رات میں سو رہے ہو! یہ سونے کی رات

نہیں ہے، وہ بزرگ مجھے ہلا کر اور اٹھا کر چلے گئے، میں نے اِدھر اُدھر دیکھا تو حیران رہ گیا کہ بالکل نیا عالم اور نئی دنیا نظر آ رہی ہے، میرے گھر والے، میرے رشتہ دار، میرے پڑوسی اور میرے محلے والوں میں سے کوئی نظر نہیں آ رہا اور گھر بھی عجیب سا لگ رہا ہے، میں گھر سے باہر نکلا اور گلی میں داخل ہوا تو حیران رہ گیا، میں نے ایسی گلی آج تک نہیں دیکھی تھی، یا اللہ! میں کہاں آ گیا؟

حیرت انگیز اور بے مثال باغ

میں چلتا رہا، یہاں تک کہ وہ گلی ایک باغ میں نکلی، وہ باغ اتنا خوبصورت تھا کہ میں نے آج تک ایسا باغ نہیں دیکھا، وہاں ہر طرف ہریالی، سبزہ اور بہار ہی بہار تھی، ایک طرف ہر قسم کے پھلوں کے درخت تھے، وہ درخت نہایت ہرے بھرے تھے اور ان کے پھل پکے ہوئے تھے، ان کی شاخیں پکے ہوئے پھلوں سے جھک رہی تھیں، وہ پھل کھانا تو درکنار، میں نے آج تک ایسے پھل دیکھے بھی نہیں تھے، دوسری طرف دیکھتا ہوں تو ایک سے ایک پھولوں کے پودے موجود تھے، ان پھولوں کی خوشبو دور سے آ رہی تھی۔

یہ منظر دیکھ کر بالکل ایسا لگ رہا تھا جیسے موسمِ بہار میں مقابلے کے لئے نرسری کو سجایا جاتا ہے، اور اس میں قسم قسم کے پھولوں کے پودے لگائے جاتے ہیں، میں اس باغ کے پھولوں کو دیکھ کر حیران رہ گیا، اس باغ کے بیچ و بیچ ایک مسہری بچھی ہوئی تھی اور وہاں مسہری کے پاس دو عورتیں کھڑی ہوئی تھیں، ان کے ہاتھ میں پنکھے تھے، جنہیں

وہ جھلنے کے لئے تیار کھڑی ہوئی تھیں، ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کسی کے آنے کا انتظار کر رہی ہوں، پھر میں نے سامنے نظر ڈالی تو مجھے ایک بہت خوبصورت محل نظر آیا، یہ محل اس باغ کے پیچھے تھا، یعنی یہ باغ اس محل کا باغیچہ تھا، وہ محل بہت بڑا اور لمبا چوڑا تھا، اور سفید سنگِ مرمر کا بنا ہوا تھا، مجھے دور سے لوگ وہاں آتے جاتے اور کام کرتے ہوئے نظر آ رہے تھے، جیسے کہ کسی کے آنے کی تیاریاں ہو رہی ہوں۔

یہ ایک مسلمان کی قبر ہے

میں حیرانی کے عالم میں ڈوبا ہوا تھا کہ اتنے میں وہ بزرگ نظر آ گئے جو مجھے نیند سے اٹھا کر چلے گئے تھے، میں جلدی سے ان کی طرف بڑھا اور کہا! شاہ صاحب! میں اچھا خاصا سو رہا تھا، آپ مجھے اٹھا کر چلے گئے، آپ ذرا یہ تو بتا دیں کہ میں کہاں ہوں؟ یہ کون سا جہان ہے؟ یہ کیسی دنیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ دراصل یہ باغ ایک مسلمان کی قبر ہے اور وہ ابھی دنیا میں زندہ ہے، وہاں اس کے آخری سانس چل رہے ہیں، بس جیسے ہی وہاں سے اس کی روح پرواز کرے گی، وہ اس چمن میں آئے گی، اور آپ کو یہ جو مسہری نظر آ رہی ہے، وہ اس پر آ کر آرام کرے گا، وہ دنیا سے بڑی مصیبتیں اور مشقتیں جھیل کر، صدمات اور ہموم وغموم سے چور چور اور طرح طرح کی پریشانیاں اٹھا کر آ رہا ہے، یہ دونوں عورتیں اس کی خادمہ ہیں، جب وہ یہاں آئے گا تو یہ دونوں اس سے کہیں گی! آپ یہاں لیٹ جائیے، اور پھر اسے پنکھا جھلیں گی، ایک طرف سے وہ پھلوں کو کھائے گا اور دوسری طرف سے پھولوں کو سونگھے گا اور دنیا کا سارا غم بھول جائے گا۔

تلاوت کی پابندی کا انعام

اس کے بعد انہوں نے ایک عجیب بات کہی کہ تم یہ سب کچھ دیکھ کر سوچ رہے ہو گے کہ وہ بہت بڑا اللہ والا ہوگا، وہ بڑا نیک، عابد اور زاہد آدمی ہوگا، تو میں نے بے ساختہ کہا کہ جی ہاں! میں یہی سمجھ رہا ہوں کہ یہ کسی بہت بڑے اللہ والے کا مقام ہے، ہما شما اس کے لائق کہاں؟ انہوں نے کہا کہ وہ بہت بڑا اللہ والا اور بزرگ نہیں ہے، وہ عام مسلمان ہے، وہ نمازی آدمی ہے، فرائض و واجبات ادا کرتا ہے، اور گناہوں سے بچتا ہے، لیکن اس کی بزرگی اور للّٰہیت عوام میں مشہور اور معروف نہیں ہے کہ لوگ اس کو جھک کر سلام کرتے ہوں، اس کے ہاتھ چومتے ہوں اور اس کو بزرگ سمجھتے ہوں، میں نے کہا: شاہ صاحب! اس کا کوئی عمل تو ایسا ہوگا جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کو یہ اعلیٰ مقام عطا فرمایا ہے، شاہ صاحب نے کہا ہاں وہ روزانہ صبح و شام پابندی سے قرآن پاک کی تلاوت کرتا ہے، اللہ پاک نے اس کو کلام پاک کی تلاوت کی برکت سے یہ درجہ عطا فرمایا ہے۔

قبر جنت کا باغ یا دوزخ کا گڑھا

وہ بندہ دنیا سے انتقال کے بعد یہاں عالمِ برزخ میں آئے گا اور اس باغ میں رہے گا، اور جب عالمِ برزخ ختم ہو جائے گا، قیامت قائم ہوگی تو سب کے اعمال کا حساب ہوگا اور اس کے بعد لوگ جنت میں جائیں گے یا دوزخ میں جائیں گے، یہ بندہ جنت میں جائے گا اور اس باغ کے پیچھے جو محل ہے، یہ جنت میں اس

کا ٹھکانہ ہے، اس محل میں اس کی آمد کی تیاریاں ہو رہی ہیں، اللہ پاک نے ان صاحب کو خواب میں یہ عالمِ برزخ دکھلایا۔ حدیث میں آتا ہے کہ آدمی مرنے کے بعد جب قبر میں پہنچتا ہے تو اس کی قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا بن جاتی ہے، اس خواب سے بھی اس حدیث کی وضاحت اور تائید ہوتی ہے۔

کیا مومن قبر میں بور ہوگا؟

حدیث میں آتا ہے کہ جب مسلمان دنیا سے فوت ہونے کے بعد قبر میں پہنچے گا اور سوال و جواب سے فارغ ہو جائے گا تو ایک بہت خوبصورت اور حسین شکل والا آدمی مرنے والے سے کہے گا کہ ہر قسم کی خوشخبریاں سن لے اور ہر رنج اور غم سے بے فکر ہو جا، اب گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، تو یہاں آرام ہی آرام، راحت ہی راحت اور سکون ہی سکون سے رہے گا، اب نہ کبھی کوئی بیماری آئے گی اور نہ کوئی پریشانی لاحق ہوگی، یہ مت سمجھنا کہ تم یہاں اکیلے رہو گے، میں ہمیشہ کے لئے تمہارے ساتھ رہوں گا، تمہارے ساتھ پیاری پیاری باتیں کروں گا، تاکہ تمہیں اکیلے پن کی وحشت، گھبراہٹ اور بوریت نہ ہو، اور میں تمہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچنے دوں گا۔

میں تمہارا نیک عمل ہوں

مرنے والا جب اس شخص کی یہ تسلی کی باتیں سنے گا تو کہے گا کہ تمہارا چہرہ کتنا خوبصورت ہے! اور تمہاری باتیں کتنی پیاری ہیں! بتاؤ تو سہی تم کون ہو؟ وہ جواب دے

گا کہ أَنَا عَمَلُكَ الصَّالِحُ، میں تمہارا نیک عمل ہوں، تم دنیا میں جو نمازیں پڑھتے تھے، زکوۃ دیتے تھے، حج اور عمرہ کرتے تھے، صدقہ اور خیرات دیا کرتے تھے، تلاوت کرتے تھے، ذکر کرتے تھے اور جھوٹ اور غیبت سے بچتے تھے، سود اور حرام کمائی سے بچتے تھے، نظر اور دل کی حفاظت کرتے تھے، میں وہ نیک عمل ہوں، آج اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ شکل عطا فرمادی ہے، یہ باتیں سن کر صاحبِ قبر کا سیروں خون بڑھ جائے گا اور وہ کہے گا کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہوگیا اور میری محنت کام آگئی۔

قیامت کے دن مومن کی حفاظت

ایک روایت میں ہے کہ قیامت کے دن مومن کے ساتھ بارہ فرشتے قبر سے اٹھیں گے، تین دائیں طرف ہوجائیں گے، تین بائیں طرف ہوجائیں گے، تین آگے ہوجائیں گے اور تین پیچھے ہوجائیں گے، جب لوگ اپنی قبروں سے نکل کر میدانِ قیامت میں جمع ہوں گے، اس وقت ہر آدمی گھبرایا ہوا ہوگا، ہر آدمی پریشان ہوگا کہ قیامت برپا ہوگئی ہے، اب کیا ہوگا؟ حساب و کتاب کا دھڑکا کوئی معمولی چیز نہیں ہے، جگر مرادآبادی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے:

پینے کو تو بے حساب پی لی
اب ہے یومِ حساب کا دھڑکا

اب اللہ تعالیٰ کے سامنے جانا ہے اور اپنی کوتاہیوں کا جواب دینا پڑے گا، گناہوں کو نہ چھوڑنے کا جواب دینا پڑے گا، نماز نہ پڑھنے کا جواب دینا پڑے

گا، جھوٹ بولنے کا جواب دینا پڑے گا، قیامت کے دن کا ہولناک ہونا برحق ہے، اس دن کا خوفناک ہونا بالکل بجا ہے، وہ بارہ فرشتے قبر سے نکلنے والے بندۂ مومن سے کہیں گے کہ تم بالکل مت گھبرانا، ہم تمہارے ساتھ ہیں، تم کسی چیز کا غم نہ کرو، تمہیں جہاں کہیں جانا ہوگا ہم تمہارے ساتھ جائیں گے اور تمہارے سارے مسائل حل کروائیں گے، تم چلتے رہو، اِدھر اُدھر دیکھ کر مت گھبراؤ، تمہیں ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، تم بے فکر رہو، ہم تمہارے ساتھ ہیں، ''حیات المسلمین'' میں لکھے گئے اعمال کو اپنے معمولات میں لینے سے انشاء اللہ تعالیٰ یہ دولتیں ملیں گی۔

جس سے پوچھ گچھ ہوگئی، وہ ہلاک ہوگیا

اس کے بعد حساب و کتاب کا مرحلہ آئے گا تو جو لوگ اللہ تعالیٰ کے احکام پر چلنے والے ہوں گے، ان کا حساب و کتاب صرف نام کا ہوگا، حساب کی دو قسمیں ہیں، ایک حسابِ عسیر ہے، حسابِ عسیر مشکل حساب کو کہتے ہیں اور ایک حساب یسیر ہے، حسابِ یسیر آسان حساب کو کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ مشکل حساب سے بچائے اور اپنے فضل و کرم سے آسان حساب نصیب فرمائے، آمین۔

مشکل حساب کا مطلب یہ ہے کہ اس سے پوچھا جائے گا کہ ہم نے تم کو زندگی دی تھی، جواب دو کہ تم نے زندگی کیسے گزاری تھی؟ ہم نے تم کو مال دیا تھا، جواب دو کہ تم نے مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا تھا؟ تم نے نماز پڑھی تھی یا نہیں؟ تم نے روزہ رکھا تھا یا نہیں؟ تم آنکھوں کے زنا سے بچتے تھے یا نہیں؟ تم کان کے زنا سے بچتے تھے

یا نہیں؟ تم زبان کے زنا سے بچتے تھے یا نہیں؟ تم ہاتھ کے زنا سے بچتے تھے یا نہیں؟ تم پیر کے زنا سے بچتے تھے یا نہیں؟ تم دل کے زنا سے بچتے تھے یا نہیں؟ تم دوسروں کو ستانے سے بچتے تھے یا نہیں؟ ماں باپ اور اولاد کے حقوق ادا کیے تھے یا نہیں؟ پڑوسیوں کا حق ادا کیا تھا یا نہیں؟ جس شخص سے اس طرح باز پُرس ہوگئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فَقَدْ هَلَكَ، وہ ہلاک ہو جائے گا، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کو کون جواب دے سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہی بڑے دل گردہ کا کام ہے، اللہ تعالیٰ کے فضل کے بغیر کس میں تاب اور طاقت ہے کہ ان کے سامنے کھڑا ہو جائے؟

آسان حساب کا مطلب

جو شخص آج یہاں دنیا میں اللہ تعالیٰ سے ڈر کر گناہوں سے بچے گا، اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہونا آسان ہوگا اور حسابِ یسیر کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیشی ہوگی اور اعمال نامہ کھولا جائے گا، وہ اعمال نامہ کا ورقہ اِدھر اُدھر سے الٹیں گے اور بند کر دیں گے، پھر فرمائیں گے، جاؤ! جنت میں، دنیا میں جو شخص گناہوں سے بچنے کی کوشش میں لگا رہے گا، فرائض و واجبات ادا کرنے کی کوشش کرتا رہے گا اور جو کمی کوتاہی ہوگئی ہے، اس سے معافی مانگتا رہے گا، اس سے آسان حساب لیا جائے گا۔

نواب شجاع الدین مرحوم کا شہر

مجھے ایک واقعہ یاد آ گیا، شجاع آباد، ملتان کے قریب ایک معروف شہر کا نام ہے،

اسے نواب شجاع الدین صاحب مرحوم نے آباد کیا تھا، وہ بہت قاعدے اور سلیقے سے بنا ہوا شہر ہے، لیکن اب بہت پرانا اور بوسیدہ ہوگیا ہے، نواب شجاع الدین مرحوم کی بنائی ہوئی مسجد اور ان کا مزار شجاع آباد میں موجود ہے، ان کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ پانچوں نمازیں مسجد میں باجماعت تکبیرِ اولیٰ کے ساتھ ادا کرتے تھے، کوئی شخص شہر کا نواب اور رئیس ہو اور نماز باجماعت تکبیرِ اولیٰ کے ساتھ مسجد میں ادا کرتا ہو، سلف میں ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں، آج کل یہ باتیں نایاب ہیں، انہوں نے مسلمانوں کو مکانات بنا کر دیے تھے اور اس شہر میں آباد کیا تھا۔

ایک اچار بیچنے والے شخص کا واقعہ

شجاع آباد میں ایک شخص اچار بیچتا تھا اور اس کے اچار بیچنے کا عجیب طریقہ تھا، جب کوئی شخص اس کی دوکان پر اچار لینے آتا تو وہ اس سے پوچھتا کہ تمہیں کتنا اچار چاہئے اور اچار باندھ کر دے دیتا تھا، وہ یہ نہ کہتا تھا کہ اتنے پیسے دے دو، اگر کوئی پیسے کم دیتا تو کم پیسے لے لیتا تھا، کوئی پورے پیسے دے دیتا تو پورے پیسے لے لیتا تھا اور پیسوں کو پرکھ کر نہیں دیکھتا تھا کہ کھرے ہیں یا کھوٹے؟ اس زمانے میں سکے چلتے تھے، نوٹ کا رواج نہیں تھا، اور سکوں کو مختلف طریقوں سے مار کر ان کے کھرے یا کھوٹے ہونے کا پتہ لگایا جاتا تھا، وہ سکوں کا کھوٹا ہونا بھی نہیں دیکھتا تھا، بس جس نے جتنے پیسے دے دیے، اتنے پیسے لے کر گلّے میں رکھ لیتا تھا، بعد میں ان سب پیسوں کو گلّے سے نکال کر چھانٹی کرتا تھا، ان میں جو سکے کھرے ہوتے تھے انہیں اپنے پاس رکھ لیتا تھا

اور جو سکے کھوٹے ہوتے تھے انہیں ایک مٹکے میں ڈالتا رہتا تھا۔

ایسا وہ اس لئے کرتا تھا کہ وہ بہت زیادہ غربت کا زمانہ تھا، وہ سوچتا تھا، اچار ایک سستی اور معمولی چیز ہے، جس کے گھر میں کھانا نہیں پکا ہوتا وہ اچار منگوالیا کرتا تھا اور گھر والے اس اچار سے روٹی کھالیتے تھے، دیہاتوں اور گاؤں، گوٹھوں میں ایسا ہی ہوتا ہے، اس کی نظر اس بات پر تھی کہ میرے پاس ضرورت مند، حاجت مند، غریب اور مسکین لوگ آتے ہیں، میں ان کے ساتھ کیا حجت بازی کروں کہ میں اتنے پیسے لوں گا اور اتنے پیسے نہیں لوں گا، بس کسی طرح غریبوں کا پیٹ بھر جائے، ان کی بھوک مٹ جائے اور ان کا کسی طریقے سے گزارا ہو جائے۔

جو شخص مخلوق کے ساتھ رعایت اور شفقت کا معاملہ کرتا ہے، اس کو اللہ تعالیٰ خوب دیتے ہیں، وہ محروم نہیں رہتا، ہم بھی اس قسم کی نیتیں اور طریقے حسبِ استطاعت اختیار کر سکتے ہیں، اگر ہم دین کی تعلیمات کو اختیار کر لیں تو ہماری تجارت عبادت بن جائے گی۔

آج ہم بھی تمہارا کھرا کھوٹا رکھ لیتے ہیں

وہ اچار بیچنے والا زندگی بھر اسی طرح اچار بیچتا رہا، یہاں تک کہ اس کا انتقال ہو گیا، کسی نے اس کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ تمہارے ساتھ قبر میں کیا معاملہ ہوا؟ تو اس اچار والے نے کہا کہ اللہ جلّ شانہ نے میرا اعمال نامہ دیکھ کر فرمایا کہ مجھے سب معلوم ہے کہ اس میں کیا ہے؟ کیا تم نے کیا ہے؟ اور کیا تم نے نہیں کیا ہے؟ اور کتنا

کھرا اور کتنا کھوٹا؟ لیکن جب تم نے ہماری مخلوق کا کھرا کھوٹا رکھ لیا آج ہم بھی تمہارا کھرا کھوٹا رکھ لیتے ہیں، تم نے ہمارے بندوں سے یہ نہیں پوچھا کہ کتنے پیسے دے رہے ہو؟ کھرے پیسے دے رہے ہو یا کھوٹے پیسے دے رہے ہو؟ تم نے ہماری مخلوق کے پیسوں کو گنا نہیں، دیکھا نہیں اور پرکھا نہیں، آج ہم بھی تمہارے ساتھ یہی معاملہ کرتے ہیں، جاؤ! تمہاری بخشش کردی۔

''حیاتُ المسلمین'' پر عمل کرنے کا فائدہ

جو آدمی حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ''حیاتُ المسلمین'' میں بیان کردہ اعمال کی پابندی کرے گا تو انشاء اللہ تعالیٰ اس کا بھی آخرت میں آسان حساب ہوگا، قیامت کا دن بڑا خوفناک اور ہولناک ہے، لیکن ''حیات المسلمین'' میں لکھے گئے احکام پر چلنے والے کے لئے قدم قدم پر آسانی اور سہولت ہوگی اور پھر آگے پل صراط کا مرحلہ آئے گا تو عمل کرنے والا آسانی کے ساتھ پل صراط سے گزر جائے گا اور پھر جنت میں چلا جائے گا، اور جنت کی نعمتوں کے بارے میں حدیث میں آیا ہے کہ:

مَا لَاعَينٌ رَأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ.

ترجمہ

جس کو کسی آنکھ نے نہیں دیکھا، نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی آدمی کے دل پر اس کا خیال آیا۔

جنت کی نعمتیں اَن گنت اور بے شمار ہیں، جنت کی نعمتوں کا حقیقی ادراک کسی نے نہیں کیا۔

جنت کے ایک چکر کا اثر

اللہ جلّ شانہٗ نے قرآن کریم میں جنت کی نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے اور جہنم کے عذابوں کا بھی ذکر فرمایا ہے، اسی طرح سرکار دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلم نے احادیث میں جنت کی نعمتیں بیان فرمائی ہیں اور جہنم کے عذابوں کو بھی بیان فرمایا ہے، جنت ایسی جگہ ہے کہ کوئی شخص ساری عمر مصیبتوں، پریشانیوں اور تکلیفوں میں مبتلا رہا، اور ایک لمحے کے لئے بھی اس کو سکون اور چین نہ ملا، آرام اور راحت نہ ملی، اس نے ہمیشہ رنج اور غم میں زندگی گزاری، ایسے شخص کو ایک لمحہ کے لئے جنت میں داخل کیا جائے گا اور اس سے پوچھا جائے گا کہ تمہیں کبھی کوئی صدمہ، کوئی غم، کوئی پریشانی اور کوئی بیماری پیش آئی؟ وہ کہے گا کہ مصیبت، پریشانی اور تکلیف کسے کہتے ہیں؟ مجھے دنیا میں کوئی تکلیف اور پریشانی پیش نہیں آئی، وہ عمر بھر کی تکلیفیں اور مصیبتیں جنت کے ایک چکر میں بھول جائے گا اور اس کے زندگی بھر کے غم کا پاپ کٹ جائے گا۔

دوزخ کے ایک چکر کا اثر

دوزخ ایسے عذابوں، تکلیفوں اور مصیبتوں کی جگہ ہے کہ کسی آدمی نے دنیا میں زندگی بھر راحت اور سکون دیکھا، وہ ہمیشہ راحتوں، عافیتوں اور سلامتیوں کے اندر رہا، اس کو دنیا میں ہر طرح کی نعمتیں حاصل رہیں، اس نے کبھی غم اور رنج نہیں دیکھا، مرنے

کے بعد اس کو تھوڑی دیر کے لئے دوزخ کا ایک چکر لگوایا جائے گا اور اس سے پوچھا جائے گا کہ تم نے کبھی راحت اور سکون دیکھا؟ تمہیں کبھی چین اور آرام ملا؟ وہ کہے گا کہ راحت اور سکون کسے کہتے ہیں؟ چین اور آرام کس چیز کا نام ہے؟ دوزخ اتنی خطرناک جگہ ہے!! آدمی جنت میں پہنچ کر ہمیشہ کا غم بھول جائے گا اور جہنم میں پہنچ کر ہر قسم کا آرام اور راحت کو بھول جائے گا، اس کے برابر کوئی مصیبت کی جگہ نہیں ہے، جنت برحق ہے اور جہنم بھی برحق ہے، جنت کو حاصل کرنے کی ضرورت ہے اور دوزخ سے بچنے کی ضرورت ہے، جنت میں جانے کا اور جہنم سے بچنے کا راستہ یہ ہے کہ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''حیات المسلمین'' میں پچیس ارواح کے ذیل میں جو اعمال تحریر فرمائے ہیں، ان کو اختیار کیا جائے۔

جنت کی سب سے بڑی نعمت

جنت میں ایک نعمت ایسی ہے جو ساری نعمتوں کی سردار ہے، اس کے برابر کوئی نعمت ہو ہی نہیں سکتی اور وہ نعمت ہے اللہ جل شانہ کی زیارت، عام اہلِ جنت کو ہر جمعہ اللہ جلّ شانہٗ کی زیارت نصیب ہوا کرے گی، اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہمیشہ اور بار بار نصیب فرمائے، آمین۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا معمول

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ جمعہ کی نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں بہت جلدی جایا کرتے تھے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کوشش کرتے

تھے کہ میں اس وقت مسجد میں جاؤں جب مسجد میں کوئی بھی نہ ہو اور یہ جب ہی ہوسکتا ہے جب آدمی مسجد میں بہت پہلے جائے، اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس کی پابندی کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین، ہمیں جمعہ کے دن جمعہ کی نماز کے لئے بہت جلد مسجد میں پہنچنے کی کوشش کرنی چاہئے اور کم از کم زوال سے پہلے مسجد میں پہنچ جانا چاہئے۔

خیر چوتھا بھی زیادہ دور نہیں

ایک دن حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جمعہ کی نماز کے لئے اپنے خادم کے ساتھ مسجد کی طرف جارہے تھے، جب مسجد کے دروازے پر پہنچے تو پہلے آہ بھری اور فرمایا کہ چوتھا بھی زیادہ دور نہیں ہے، جب وہ نماز پڑھ کر فارغ ہوئے تو خادم نے عرض کیا کہ حضرت! آج آپ نے مسجد کے دروازے پر کھڑے ہوکر ایک سرد آہ بھری اور افسوس کا اظہار فرمایا، میں نے اس سے پہلے آپ کو کبھی اس طرح افسوس کرتے ہوئے نہیں دیکھا اور آپ نے یہ کیوں فرمایا کہ چوتھا بھی زیادہ دور نہیں ہے؟ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی!

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات سنی تھی کہ جو آدمی جمعہ کی نماز کے لئے مسجد میں سب سے پہلے آئے گا، وہ جنت کے میدانِ مزید میں اللہ جلّ شانہ' کی زیارت کے لئے سب سے آگے بیٹھے گا، جب سے میں نے یہ بات سنی تھی، اُسی وقت سے میں نے یہ معمول بنا رکھا ہے کہ جمعہ کے دن میں سب سے پہلے مسجد میں داخل ہوں اور میں سب سے پہلے

آگے جا کر بیٹھوں اور مجھ سے پہلے کوئی مسجد میں نہ آئے تا کہ جب میں جنت میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے جاؤں تو اللہ تعالیٰ کی زیارت کے لئے سب سے آگے بیٹھوں، کیونکہ جنت میں اربوں کھربوں جنّتیوں کا مجمع ہوگا۔

اس جمعہ کو مجھ سے پہلے تین آدمی مسجد میں پہنچ گئے اور وہ جنت میں مجھ سے آگے جا کر بیٹھ گئے، تو انہیں دیکھ کر مجھے افسوس ہوا کہ ہائے! آج میرا معمول چھوٹ گیا، اور میں پیچھے رہ گیا، اس لئے میں نے اپنے دل کی تسلی کے لئے کہا تھا کہ چوتھا بھی زیادہ دور نہیں ہے، کیونکہ میرا نمبر چوتھا ہے، خیر چوتھا آدمی بھی زیادہ دور نہیں ہوتا، میرے آگے تین ہی ہیں، اور باقی اربوں کھربوں لوگ پیچھے ہوں گے۔

میدانِ مزید میں اہل جنت کا اجتماع

اہلِ جنت کو ہر ہفتہ اللہ تعالیٰ کی زیارت ہوا کرے گی، ہمارے یہاں دنیا میں ہفتے کے سات دن ہوتے ہیں، وہاں جنت میں یہ دن نہیں ہوں گے، اللہ تعالیٰ اہل جنت کو ایک اندازہ عطا فرمائیں گے، اہل جنت اس اندازے سے جب دنیا میں ایک ہفتہ کے بعد جمعہ کا دن آتا تھا اور نمازِ جمعہ کا وقت ہوتا تھا، اس وقت وہ میدانِ مزید میں جمع ہو جائیں گے، میدانِ مزید اتنا بڑا میدان ہے کہ اس کی وسعت کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا، اس میدان میں حضراتِ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے لئے بیٹھنے کی الگ جگہیں ہوں گی اور صدیقین، شہداء، صالحین اور اولیاء اللہ کے بیٹھنے کے لئے

الگ جگہیں ہوں گی، اور عام مسلمانوں کے بیٹھنے کے لئے الگ جگہ ہوگی، سب لوگ اپنے درجے کے مطابق اپنی اپنی جگہ پر بیٹھیں گے اور اس میدان کے بیچ و بیچ اللہ جل شانہٗ کی زیارت ہوگی۔

معرفت سے لبریز اشعار

ہمارے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے چند شعر ہیں:

تیرے دیکھنے کی جو آس ہے
یہی زندگی کی اساس ہے
میں ہزار تجھ سے بعید ہوں
یہ عجب کہ تو میرے پاس ہے
تیری ذاتِ پاک ہے لازوال
تیری سب صفات ہیں بے مثال
تو برونِ وہم و خیال ہے
تو ورائے عقل و قیاس ہے
تیرا کچھ پتہ بھی جو پا گیا
وہ تمام جہان پہ چھا گیا
اسے اب نہ کسی سے امید ہے
نہ کسی سے خوف و ہراس ہے
کسی انجمن میں قرارِ دل

نہ کسی چمن میں بہارِ دل
کہوں کس سے حالتِ زار دل
کہ یہ ہر جگہ میں اداس ہے

اس کے آگے ساری نعمتیں ہیچ ہیں

اللہ تعالیٰ کا عاشق ان کی دیداور زیارت کے لئے تڑپ رہا ہے، وہ مشتاق اور بے چین ہے کہ میں کب دنیا سے جاؤں اور اللہ تعالیٰ کی زیارت سے مالا مال ہوں، جنت میں اس نعمت کے برابر کوئی نعمت نہیں ہے، حدیث میں آتا ہے کہ جب جنتی اللہ تعالیٰ کی زیارت کریں گے تو ان کو جنت کی ان گنت اور بے شمار نعمتیں نہایت ہیچ، کمتر اور معمولی معلوم ہوں گی، حالانکہ دنیا کی ساری نعمتیں مل کر جنت کی ایک ادنیٰ نعمت کے برابر نہیں ہوسکتیں، اللہ تبارک وتعالیٰ اہل جنت کو جنت کی ساری نعمتیں عطا فرمائیں گے، وہ ساری نعمتیں مل کر اللہ تعالیٰ کی زیارت کی نعمت کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔

جنت کا عجیب وغریب بازار

حضرت ابوہریرۃؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی زیارت کے بعد جنت میں ایک بازار لگے گا، وہ بازار عجیب وغریب اور اپنی مثال آپ ہوگا، وہاں دوکانوں پر عجیب وغریب مال لگا ہوا ہوگا، چنانچہ دوکانوں پر تھالوں کے اندر انسانوں کی ایک سے ایک حسین وجمیل اور خوبصورت شکلیں رکھی ہوئی ہوں گی، جیسے ہم دنیا میں جوتوں کی دوکان پر جاتے ہیں تو ایک سے ایک جوتے رکھے

ہوئے ہوتے ہیں، اسی طرح وہاں انسانی شکلیں رکھی ہوئی ہوں گی، جب جنتی اس بازار میں جائیں گے تو ایک سے ایک خوبصورت چہرے دیکھیں گے، تو کہیں گے اس کے کان خوبصورت ہیں، اس کی آنکھیں خوبصورت ہیں، اس کی بھوِیں خوبصورت ہیں، اس کی ناک خوبصورت ہے، اس کا منہ خوبصورت ہے، اس کے دانت بہت اچھے ہیں، اس کا سر بڑا اور اچھا ہے۔

پسند کرتے ہی شکل بدل جائے گی

جس جنتی کو جو شکل پسند آئے گی پسند کرتے ہی وہ شکل اس کی طرف منتقل ہوجائے گی، پہلے والا چہرہ دیکھتے ہوئے بہت عرصہ ہوگیا، اب اس میں مزا نہیں آرہا، تو یہ نیا چہرہ پسند کرلیں گے، جیسے دنیا میں جوتے بدلتے ہیں یہاں چہرے بدلیں گے، آپ نے سنا ہے ایسا کوئی بازار؟ دنیا میں ایسا کوئی بازار ہو ہی نہیں سکتا! جب لوگ اس بازار سے خوبصورت شکلیں لے کر اپنے گھروں کو لوٹیں گے تو گھر والے کہیں گے کہ آج تو آپ بڑے خوبصورت لگ رہے ہو، نئے دولہا لگ رہے ہیں، جب گھر سے گئے تھے تو بھی کچھ کم نہیں تھے، لیکن اب بہت زیادہ خوبصورت اور حسین بن کر آئے ہیں، وہ جنتی کہے گا کہ تم بھی پہلے سے بہت زیادہ خوبصورت ہوگئی ہو، وہاں یہ نعمتیں ملیں گی، وہاں یہ مزے ہوں گے، یہ جنت کی نعمتیں اس وقت ملیں گی جب ہم ''حیاتُ المسلمین'' میں مذکورہ احکام پر عمل کریں گے، اور اس میں ذکر کردہ اعمال کا بیان غور سے سنیں گے اور عمل کریں گے۔

زبان کے گناہوں سے بچیں

آج کل دو گناہ بہت کثرت سے ہو رہے ہیں، ان دو گناہوں کا ذکر حدیث میں آیا ہے، سرکارِ دوعالم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو آدمی مجھے دو چیزوں کی ضمانت دے دے میں اُسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں، یعنی میں اس کو جنت میں داخل کرنے کا ضامن ہوں، ایک وہ چیز جو دو جبڑوں کے درمیان ہے یعنی زبان کے غلط استعمال سے بچنے کی مجھے ضمانت دے دے کہ میں زبان کا غلط استعمال نہیں کروں گا، اس سے غیبت نہیں کروں گا، جھوٹ نہیں بولوں گا، گانا نہیں گاؤں گا، گالی نہیں دوں گا اور اپنے آپ کو زبان کے دیگر گناہوں سے بچاؤں گا! حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ زبان سے بیس بڑے بڑے گناہ صادر ہوتے ہیں، جس کی چند مثالیں ابھی میں نے آپ کے سامنے عرض کیں ہیں۔

جنسی گناہوں سے بچیں

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اس چیز کی ضمانت دو جو دو ٹانگوں کے درمیان ہے یعنی شرمگاہ، کہ اس کا غلط استعمال نہیں کروں گا، شرمگاہ کا ایک جائز استعمال ہے اور ایک حرام استعمال ہے، اس کو حلال جگہ استعمال کرے اور اس کے حرام استعمال سے بچے، اس میں آنکھوں کی حفاظت آگئی اور کانوں کی حفاظت بھی آگئی، مثلاً فلمیں نہیں دیکھوں گا، گانے نہیں سنوں گا، گانے نہیں گاؤں گا، نامحرم عورتوں کو نہیں دیکھوں گا، ان کی تصویریں بھی نہیں دیکھوں گا، امارد (بے ریش لڑکوں) سے

اپنی نظر کی حفاظت کروں گا، بدکاری نہیں کروں گا، جنسی گناہوں سے اپنے آپ کو دور رکھوں گا، اور ان سے بچنے کا اہتمام کروں گا۔

گناہوں سے بچنے کا انعام

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس قسم کے نہایت ہی اہم اور ضروری اعمال اپنی کتاب ''حیاتُ المسلمین'' میں بیان فرمائے ہیں، اور ہم اور سب چاہتے ہیں کہ ہمیں دنیا میں سکون اور آرام ملے اور مرنے کے بعد قبر اور عالمِ آخرت میں بھی عزت اور راحت ملے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فرمانبرداروں کے لئے اعلان فرمایا ہے کہ:

أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ.

(یونس: آیت: ٦٢)

ترجمہ

یاد رکھو کہ جو اللہ تعالیٰ کے دوست ہیں، ان کو نہ کوئی خوف ہوگا، نہ وہ غمگین ہوں گے۔ (آسان ترجمۂ قرآن)

لہٰذا اب تک جو باتیں بیان ہوئی ہیں، ان پر عمل کرنا شروع کر دیں، کیونکہ ان پر عمل کرنا آگے آنے والی باتوں پر عمل کا ذریعہ بنے گا۔

وَ آخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

❁❁❁

سلسلۂ درسِ حیات المسلمین

ایمان اور اسلام

کی

نعمت اور اہمیت

(۲)

شرحِ روحِ اوّل

بیان نمبر......(۱۹)

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم

مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی

مکتبۃ الاسلام کراچی

موضوع : ایمان اور اسلام

مقام : جامع مسجد دار العلوم کراچی ۱۴

تاریخ : ۲۸ ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ

۱۳ اپریل ۲۰۱۰ء

دن : منگل

وقت : بعد نمازِ عصر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ نحمدہٗ و نستعینہٗ و نستغفرہٗ و نؤمِنُ بہ و نتوکّل علیہ و نعوذ باللّٰہِ من شرورِ أنفسنا و من سیئاتِ أعمالنا مَن یّھدِہِ اللّٰہُ فلا مضلَّ لہٗ وَمَن یُضللہُ فلا ھَادِیَ لَہٗ و أشھد أن لَّا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ وحدہٗ لاشریک لہٗ و أشھد أنّ سیّدنا و نَبِیَّنَا و مولانَا محمداً عبدُہٗ و رسولہٗ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ و علیٰ آلہٖ و أصحَابِہٖ و بارک و سلَّمَ تسلیمًا کثیرًا کثیرًا.

أمّا بعد!

فأعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرّجیم

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرّحیم

إِنَّ الدِّیْنَ عِندَ اللّٰہِ الإِسْلاَمُ (آل عمران: آیت: ۱۹)

ترجمہ

بے شک (معتبر) دین تو اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔

(آسان ترجمۂ قرآن)

باب کی جگہ روح لکھنے کی وجہ

میرے قابلِ احترام بزرگو!

حکیم الأمت مجدد الملت حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور

کتاب ''حیات المسلمین'' میں پچیس ابواب قائم فرمائے ہیں، اور ہر باب میں دینِ اسلام کا ایک اہم حکم بیان فرمایا ہے، اور ہر باب کو روح کے نام سے تعبیر فرمایا ہے، عام طور پر لوگ اپنی کتابوں میں پہلا باب، دوسرا باب، تیسرا باب قائم کر کے مختلف باتیں بیان فرماتے ہیں، لیکن حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ہر باب کو روحِ اوّل، روحِ ثانی، روحِ ثالث کے نام سے احکام کو بیان فرمایا ہے، حیات المسلمین میں لکھے گئے احکام مومن کی دینی اور دنیاوی زندگی کی جان اور روح ہیں، جسم اور روح میں اصل چیز روح ہے۔

روح کے بغیر جسم بیکار ہے

اگر جسم میں روح ہے، تو جسم کارآمد، قابلِ قدر اور قابلِ احترام ہے، اور اگر جسم میں روح نہیں ہے، تو حسین سے حسین شخص اور مالدار سے مالدار شخص بھی بے کار اور نا قابلِ اعتبار ہے، مرنے سے پہلے لوگ اس سے مانوس تھے، مرنے کے بعد اس سے وحشت ہونے لگتی ہے، ڈر لگنے لگتا ہے، خوف آنے لگتا ہے، مرنے کے بعد کوئی اس کو گھر میں رکھنے کے لیے تیار نہیں ہوگا، اور کوئی اس کے پاس رہنے کے لیے تیار نہیں ہوگا، ہر آدمی چاہتا ہے کہ اس کو غسل اور کفن دو، اس کو گھر سے نکالو، اور دفناؤ، پہلے اس کے بغیر رہنا مشکل تھا، اب اس کے ساتھ رہنا مشکل ہو گیا، حالانکہ یہ وہی جسم ہے، لیکن اب اس میں صرف روح نہیں ہے، اس سے معلوم ہوا کہ روح اصل چیز ہے، اسی طرح حیات المسلمین میں ارواح کے ذیل میں لکھے گئے اعمال اور احکام اصل ہیں،

ان کو اختیار کرنے سے صحیح معنیٰ میں ایمانی زندگی میں جان پڑتی ہے۔

پہلی روح: اسلام اور ایمان

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے حیات المسلمین میں اسلام کے اہم اور بنیادی احکام بیان فرمائے ہیں، ان احکام کی غرض وغایت آپ کے سامنے تفصیل سے آچکی ہے، حیات المسلمین کے سب سے پہلے باب اور روح کا موضوع ''ایمان اور اسلام'' ہے، اسلام کسے کہتے ہیں؟ اور ایمان کسے کہتے ہیں؟ اس کی تفصیل اِن شاء اللہ تعالیٰ بعد میں بیان کی جائے گی، لیکن فی الحال ہم اور آپ تھوڑی دیر کے لیے اپنے ذہن کو دنیا کی تمام باتوں سے خالی کریں، اور اسلام اور ایمان کی اہمیت کو ذہن نشین کریں، پہلے یہ سمجھیں کہ اس دنیا اور آخرت میں ایمان اور اسلام سے بڑی کوئی دولت نہیں ہوسکتی، ایمان اور اسلام اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمتوں میں سے ہیں، دنیا اور آخرت میں ان کے برابر کوئی نعمت نہیں ہے۔

یہ نعمت بن مانگے ملی ہے

اللہ پاک نے ہمیں محض اپنے فضل اور کرم سے ایمان اور اسلام کی نعمت سے سرفراز فرمایا ہے، اس دنیا میں ہم جیسے دو آنکھ، دو کان، دو ہاتھ اور دو پیر والے لاکھوں انسان موجود ہیں، اور ہم سے کہیں زیادہ خوبصورت، عقلمند، سمجھدار اور ہوشیار بے شمار لوگ موجود ہیں، لیکن وہ ایمان اور اسلام کی نعمت سے محروم ہیں، دنیا میں اکثریت ایسے لوگوں کی ہے، جو کافر، مشرک، یہود ونصاریٰ، مجوسی اور آتش پرست ہیں، دنیا اور

آخرت کی سب سے بدترین چیز کفر ہے، اور دنیا اور آخرت کی سب سے بہترین چیز ایمان اور اسلام ہے، کافروں کو کفر جیسی بدترین شے ملی ہے، ہمیں اور آپ کو دنیا اور آخرت کی سب سے بہترین چیز دولتِ ایمان اور اسلام ملی ہے۔

اللہ جلّ شانہ' نے ہمیں بغیر مانگے یہ نعمت عطا فرمائی ہے، ہم نے اللہ تعالیٰ سے کوئی درخواست نہیں کی تھی، یا کوئی دعا نہیں کی تھی، اور کوئی کوشش نہیں کی تھی کہ یا اللہ! ہمیں ایمان دے دیجئے، اور اسلام کو اختیار کرنے کی توفیق دے دیجئے۔

ایمان کی توفیق خاص الخاص کرم ہے

اللہ تعالیٰ نے ہم پر اپنا فضل فرمایا، اور ہمارے ماں باپ، ہمارے دادا دادی، ہمارے نانا نانی اور ہمارے ساس سُسر کو مسلمان بنایا، اور ان کے ساتھ ہم کو بھی ایمان اور اسلام کی نعمت سے مالا مال فرما دیا، اس پر ہمیں اللہ جلّ شانہ کا بہت زیادہ شکر ادا کرنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی ہم پر خاص رحمت ہوگئی، جیسے بادشاہ رعایا پر شفیق ہو جائے، تو یہ اس رعایا کی بڑی خوش بختی ہے، یا بادشاہ کسی پر ناراض ہو جائے، تو یہ اس کے لیے مصیبت ہے، اللہ تعالیٰ کا یہ خاص کرم اور انعام ہے اور ان کی خاص عنایت اور مہربانی ہے کہ انہوں نے ہماری طلب کے بغیر ہمیں دنیا اور آخرت کی سب سے بڑی نعمت عطا فرما دی۔

ایمان دوزخ سے نجات کا ذریعہ

ہمیں مرتے دم تک ایمان اور اسلام پر قائم رہنا چاہئے، خدانخواستہ! چاہے کتنی

بھی مصیبتیں، پریشانیاں اور تکلیفیں آ جائیں، چاہے ظلم وستم کے پہاڑ ٹوٹ جائیں، چاہے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں، چاہے جان سے مار دیا جائے، چاہے آگ میں جلا دیا جائے، مرتے دم تک ایمان اور اسلام پر قائم رہنا مقصود اور مطلوب ہے۔

دنیا سے ہر شخص اس حالت میں جائے کہ وہ صاحبِ ایمان اور مسلمان ہو، جو اس دنیا سے اپنا ایمان سلامتی کے ساتھ لے گیا، وہ کامیاب ہوگیا، چاہے وہ کتنا ہی گنہگار سے گنہگار اور سیاہ کار سے سیاہ کار ہو، اور خواہ اس کی عملی حالت کیسی ہی بدتر سے بدتر ہو، لیکن ایمان سلامت ہو اور وہ ایمان کے ساتھ دنیا سے چلا جائے، تو پھر اس کے لیے بہت رعایتیں، سہولتیں اور آسانیاں ہیں، اس کے لیے بخشش اور مغفرت ہے، اس کے لیے درگزر کے بہت سے راستے موجود ہیں، اگر وہ شروع میں خدانخواستہ! دوزخ میں بھی جائے، اور اپنی کیے کی سزا بھگتے، پھر بھی اس ایمان کی بدولت ایک نہ ایک دن ضرور دوزخ سے نکلے گا، اور جنت میں جائے گا، جنت میں پہنچ کر وہ ساری تکلیفوں کو بھول جائے گا، اور جنت کی ہمیشہ رہنے والی اور سرمدی نعمتوں میں مست ہو جائے گا، جنت کی نعمتوں کے بارے میں حدیث میں آیا ہے کہ:

”مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ وَ لَا أُذُنٌ سَمِعَتْ وَ لَا خَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ“

ترجمہ

جس کو کسی آنکھ نے نہیں دیکھا، نہ کسی کان نے سنا، اور نہ کسی آدمی کے دل پر اس کا خیال تک گزرا۔

جنت کی ساری نعمتیں چند روز کے لیے نہیں ہیں، بلکہ ہمیشہ کے لیے ہیں، اور اللہ تعالیٰ یہ نعمتیں مومن کو عطا فرمادیں گے، مومن کو یہ ایمان کی وجہ سے ملیں گی۔

کافر بادشاہ کی توبہ کا سبق آموز واقعہ

اللہ تعالیٰ دنیا میں ایمان کی وجہ سے مومن کی ہر طرح مدد فرماتے رہتے ہیں، اور اپنی مدد کے ایسے ایسے نمونے دکھاتے رہتے ہیں کہ انسان کی عقل حیران رہ جاتی ہے، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک بادشاہ تھا، اور اس نے مسلمانوں پر بڑا ظلم ڈھایا، ان کو بہت ستایا، اور ان سے لڑائی کی، اس نے لڑائی میں مسلمانوں کو بڑا جانی اور مالی نقصان پہنچایا، آخر وہ کافر بادشاہ ایک لڑائی میں گرفتار ہوگیا، اور مسلمانوں نے اُسے پکڑ لیا، چونکہ اس نے مسلمانوں کو بہت تکلیفیں پہنچائی تھیں، اس لیے مسلمان بہت غصے میں تھے، انہوں نے غصہ میں اس کو ایک دیگ میں ڈالا، اور اس دیگ کو آگ پر چڑھادیا، تاکہ وہ اسی دیگ میں جل کر ختم ہوجائے، اس نے دیگ میں اپنے بتوں کو پکارنا شروع کردیا، اور ان سے مدد مانگنے لگا کہ مجھے بچاؤ! مجھے اس دیگ سے کسی طرح نکالو! لیکن اس کی مدد بُت کیسے کرتے؟ ان بتوں کی کوئی حقیقت نہیں ہے، وہ اپنی مدد نہیں کرسکتے، تو اس کی مدد کیسے کرتے!

کلمہ کی وجہ سے حیرت ناک مدد

آخر میں اس کافر بادشاہ نے مسلمانوں کا کلمہ پڑھ لیا، اور ایمان لے آیا اور باآواز بلند ''لا إلـه إلا الله محمد رسول الله (صلى الله عليه وسلم)'' پڑھنے

لگا، اور اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنے لگا، یا اللہ! میں آپ کو مانتا ہوں، میں آپ کے حبیب کا کلمہ پڑھتا ہوں، میں آپ پر ایمان لاتا ہوں، میں نے آپ کی نافرمانی سے توبہ کر لی ہے، کفر سے باز آیا، اور شرک سے توبہ کی، یا اللہ! میری مدد فرما، فوراً اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد آئی، پہلے زوردار بارش ہوئی، اور دیکھتے ہی دیکھتے دیگ کے نیچے جو آگ جل رہی تھی، وہ بارش کی وجہ سے بجھ گئی، اس کے بعد اللہ پاک نے تیز رفتار ہوا کا طوفان بھیج دیا، آندھی آئی، اور اس دیگ کو اُڑا کر لے گئی، اور اُس کو کافروں کے علاقے میں جا کر رکھ دیا، اور وہ بادشاہ برابر کلمہ پڑھتا رہا، بارش ہو رہی ہے، کلمہ پڑھ رہا ہے، طوفان آیا، کلمہ پڑھ رہا ہے، ہوا نے دیگ کو اٹھایا، کلمہ پڑھ رہا ہے، ہوا نے اس کو کافروں کے علاقے میں جا کر اتارا، وہاں بھی کلمہ پڑھ رہا ہے، کیونکہ اس نے دیکھ لیا تھا کہ کلمہ پڑھنے کا کتنا فائدہ ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کی ایسی مدد فرمائی کہ وہ حیران اور ششدر رہ گیا۔

کلمہ کی وجہ سے بچ گیا

اس بادشاہ کے چاروں طرف کافر جمع ہو گئے، اور وہ کہنے لگے کہ کیا ماجرا ہے؟ تم کیوں کلمہ پڑھ رہے ہو؟ اُس بادشاہ نے اپنا سارا واقعہ سنایا کہ میں فلاں علاقے کا بادشاہ تھا، میرا مسلمانوں سے مقابلہ ہوا، میں گرفتار ہوا، اور پھر اس نے بقیہ قصّہ سُنا کر کہا کہ میں کلمے کی برکت سے بچا ہوں، میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا، اور اللہ تعالیٰ نے میری پکار سُن لی، اللہ تعالیٰ نے اس طریقے سے بارش، آندھی بھیجی کہ ہوا مجھے لے کر

تمہارے پاس اتار گئی، یہ ماجرا سن کر وہاں جتنے کافر تھے، وہ سب بھی مسلمان ہو گئے۔

ایک بُت پرست کی توبہ کا واقعہ

حکیم الأمت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مواعظ میں لکھا ہے، ایک کافر اپنے بتوں کے سامنے بیٹھ کر یاصنم! یاصنم! کی تسبیح پڑھتا تھا، سب مسلمان یااللہ! یااللہ! یا رحمن! یارحمٰن، یا حلیم، یا کریم! اور سبحان اللہ، الحمد للہ، لا الـٰه الا اللہ کی تسبیح پڑھتے ہیں، اور وہ کافر بت کے سامنے یاصنم! کی تسبیح پڑھ رہا تھا، ایک دن بلا ارادہ اس کی زبان سے یاصنم! کی بجائے یاصمد! نکل گیا، تو فوراً غیب سے آواز آئی، ہاں! میرے بندے! کیا کہتا ہے؟ تو اس نے اٹھ کر بُت کے منہ پر ایک لات ماری، کم بخت! اتنے برسوں سے تجھے پکار رہا ہوں، ایک دفعہ بھی نہیں بولا، آج اس مالکِ حقیقی کا نام غیر ارادی طور پر ہی منہ سے نکل گیا، پھر بھی انہوں نے میری پکار کو سُن لیا، اور میری پکار کا جواب دیا، وہ اُسی وقت کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔

چند مسلمان مسافروں کا عجیب واقعہ

ایک اور قصہ یاد آیا، ایک مرتبہ چند مسلمان دریا کے سفر پر نکلے، اور کشتی میں بیٹھ کر روانہ ہو گئے، پہلے زمانے میں بادبانی کشتیاں ہوا کرتی تھیں، وہ بادبان کے ذریعے چلتی تھیں، اور اگر کسی کو اس میں بیٹھ کر سفر کرنا ہوتا، تو وہ یہ دیکھتا تھا کہ مجھ کو جس طرف جانا ہے، اس رُخ پر ہوا ہے یا نہیں؟ اگر ہوا اس رُخ پر ہوتی، تو اس کشتی کے بادبان کھول دیے جاتے تھے، کشتی اس طرف چلتی تھی، اور اگر ہوا مخالف چل گئی، تو بادبان بند

کر کے کشتی کو ٹھہرالیا جاتا تھا، یا کشتی آہستہ آہستہ چلتی رہتی تھی، وہ مسلمان کہتے ہیں کہ راستے میں ہوا ہمارے مخالف چلنے لگی، اور انہوں نے بادبان بند کر دیے، لیکن ہوا مخالف سمت چلتی رہی، حتیٰ کہ کشتی کو روکنا ہمارے بس سے باہر ہو گیا، ہماری کشتی ہوا کے ساتھ چلتی رہی، یہاں تک کہ وہ ایک جزیرہ کے پاس جا کر ٹھہر گئی، اور ہم اس جزیرہ میں یہ سوچ کر اتر گئے کہ جب ہوا ہماری منزل کی طرف رُخ کرے گی، تو کشتی میں بیٹھ کر چلے جائیں گے، ہم لوگ جزیرہ چلے گئے، وہ جزیرہ بالکل غیر آباد تھا، وہاں عام لوگ آباد نہیں تھے، لیکن پھلدار درخت بہت تھے، ہم لوگوں نے پھل کھائے، اور کچھ دن تک وہاں رہنے کا ارادہ کر لیا۔

نیک صحبت کی وجہ سے ایمان نصیب ہو گیا

ہم اس جزیرہ کو دیکھ رہے تھے کہ اچانک ہم نے ایک کافر کو دیکھا، جو ایک بُت کے آگے ہاتھ جوڑے بیٹھا ہوا تھا، اور اس کی عبادت میں مشغول تھا، ہم اس سے ملے، اس کی خیرت پوچھی، اور اس سے پوچھا کہ تم یہاں کیا کرتے ہو، اور یہاں کب سے ہو؟ اس نے کہا کہ میں یہاں اپنے بت کی عبادت کرتا ہوں، اور پھل کھا کر جیتا ہوں، اور اُس نے ایک طویل مدّت بتائی کہ اتنے عرصے سے میں اس جزیرہ میں ہوں، انہوں نے کہا کہ ہم مسلمان ہیں، پھر ہم نے اُسے اپنا واقعہ سنایا، اس طرح ہم جزیرہ تک پہنچے ہیں، اُس نے کہا کہ تم بھی یہیں رہو۔

وہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ وہاں اذان دیتے تھے، اور نمازیں پڑھتے تھے، وہ ہمیں

دیکھتا تھا، لیکن اپنی عبادت میں لگا رہتا، ہماری اس سے روزانہ ملاقات ہوتی تھی، ہم اس کے ساتھ اُٹھتے بیٹھتے تھے، اور اس کو اپنے دین کی باتیں بتاتے تھے، کچھ دن کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس کا دل پھیر دیا، اس کو ایمان لانے کی توفیق دے دی، اور وہ بُت پرستی سے توبہ کر کے مسلمان ہو گیا، ہمیں اس کے مسلمان ہونے کی بہت خوشی ہوئی، ہمیں اپنے پورے سفر کے بارے میں اطمینان ہو گیا کہ ہمارا سفر ضائع نہیں گیا۔

اور اللہ پاک نے ہمیں اس کے مسلمان ہونے کا ذریعہ بنایا، ہم نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اگر ہم دنیا کی اپنی مطلوبہ منزل پر نہیں پہنچے، تو کیا ہوا؟ آخرت کی منزل مقصود، جو اصل ہے، اس تک تو پہنچ گئے۔

وہ نومسلم ہم سے آگے بڑھ گیا!

چند روز کے بعد جب ہوا ہمارے موافق ہوئی، تو ہم نے وہاں سے چلنے کا ارادہ کر لیا، ہم نے اس سے کہا کہ تم یہاں اکیلے رہ کر کیا کرو گے؟ ہمیں فلاں شہر جانا ہے، تم بھی ہمارے ساتھ چلو، وہ ہمارے ساتھ چلنے کے لیے تیار ہو گیا، ہم نے اپنا بوریا بستر باندھا، اس نے بھی اپنا سامان باندھ لیا، اور ہم دوبارہ کشتی میں آبیٹھے اور روانہ ہو گئے، راستے میں ہم نے اُس کو قریب سے دیکھا کہ وہ ہم سے زیادہ نیک کاموں کا پابند ہو گیا، اور وہ ہم سے زیادہ اچھے طریقے سے نماز پڑھتا تھا، اور وہ ہم سے زیادہ توجہ اور دھیان سے دعا مانگتا تھا، اور ہم سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا تھا، ہمیں اس کو عمل کرتا ہوا دیکھ کر شرم آرہی تھی، ہمیں دین پر عمل پیرا ہونا چاہیے، یہ ابھی مسلمان ہوا ہے، یہ ہم سے

آگے ہے، اور ہم اس سے پیچھے ہیں، ہم چلتے چلتے اس شہر کے ساحل تک پہنچے، جہاں ہمیں اترنا تھا۔

اعلیٰ توکل کی مثال

وہاں ہم نے سوچا کہ ہمیں اپنے اپنے کاموں سے جانا ہے، اب ہم اسے کہاں کہاں ساتھ رکھیں گے؟ اس لیے ہم ساتھیوں نے مشورہ کر کے چندہ کیا، اور اس کو ایک معقول رقم چندہ کر کے ہدیہ کے طور پر دی کہ یہ تم اپنے پاس رکھو، اور محنت مزدوری کر کے اپنا گزارا کر لینا، جیسے ہم محنت مزدوری کر کے اپنا گزارا کرتے ہیں، اس نے ہمیں عجیب جواب دیا، اس نے کہا کہ تم مجھے یہ پیسے کیوں دے رہے ہو؟ مجھے ان پیسوں کی ضرورت نہیں ہے، تم اپنے پیسے اپنے پاس رکھو۔

ایک بات سُنو! جب میں اللہ جل شانہ سے واقف نہیں تھا، اور ان پر میرا ایمان نہیں تھا، میں اس جزیرے میں اکیلا تھا، تب انہوں نے مجھے بھوکا نہیں رکھا، مجھے کھلایا، پلایا، پہنایا اور آرام وراحت سے رکھا، اب جب کہ میں ان پر ایمان لے آیا ہوں، تو کیا وہ مجھے بھوکا ماریں گے؟ یار! تم کیسی باتیں کر رہے ہو؟ ایمان کے ساتھ اس کا توکل اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ اتنا بڑھ گیا کہ اس نے پیسے لینے سے انکار کر دیا، ہم بہت شرمندہ ہوئے کہ ہمارے اندر اتنا توکل نہیں ہے، جتنا اس نومسلم میں ہے، اس کو اللہ تعالیٰ کی ذات پر کتنا یقین اور بھروسہ ہے! جب اس نے معذرت کر لی، تو ہم نے پیسے واپس لے لیے، اور اس کو رُخصت کیا۔

حج کی سعادت بھی نصیب ہوگئی

ایک سال کے بعد ہم لوگ حج کرنے کے لیے گئے، تو اس کو وہاں طواف کرتے ہوئے دیکھا، میں اس سے ملا، اور میں نے کہا کہ السلام علیکم، تمہارا کیا حال ہے؟ پہچانا؟ اس نے کہا: وعلیکم السلام، میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے ٹھیک ہوں، اور میں نے بھی آپ کو پہچان لیا، پھر اس نے کہا کہ الحمدللہ! اللہ پاک نے مجھے اتنا دیا ہے، اتنا کھلایا اور پلایا ہے کہ میں اس کا تصور نہیں کرسکتا، میں اتنی راحتوں میں ہوں کہ بیان سے باہر ہے، میری زندگی بڑی راحت میں گزر رہی ہے، میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے سے عاجز ہوں۔

میں کُفر کی آغوش میں تھا، اور ایک پتھر کے سامنے سجدہ کررہا تھا، آج اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اتنا کرم فرمایا کہ مجھ کو ایمان دیا، اسلام کی نعمت دی، اور یہاں اپنے گھر میں بلالیا، ہم اس کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے کہ اللہ پاک نے اس کو قبول فرمالیا، اللہ تعالیٰ ایسے مہربان ہیں۔

ایمان اور اسلام پر شکر ادا کریں

بہرحال اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا بہت بڑی نعمت ہے، ہمیں اس نعمت کا شکر ادا کرنا چاہئے اور شکر تین طریقوں سے ادا ہوتا ہے، زبان سے، دل سے اور اعضاء وجوارح سے، زبان سے شکر کا ایک طریقہ یہ ہے کہ یہ پڑھیں:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدَانَا لِلْإِسْلَامِ وَ مَنَّ عَلَيْنَا بِمُحَمَّدٍ عَلَيْهِ

الصَّلٰوۃُ وَ السَّلامُ.

ترجمہ

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں، جس نے ہمیں اسلام کی ہدایت دی، اور ہم پر احسان فرمایا سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم عطا فرما کر۔

اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام ہے کہ اس نے ہمیں ایمان اور اسلام سے نوازا، او رہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں پیدا فرمایا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارا نبی اور پیغمبر بنا دیا، یہ بھی اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام ہے، اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایمان لانا اتنی بڑی نعمت ہے کہ ہم اس کا شکر ادا نہیں کر سکتے، اور پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں پیدا فرمانا کرم بالائے کرم اور نعمت در نعمت ہے، اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایسا دین عطا فرمایا ہے، جس میں بہت سہولتیں اور آسانیاں ہیں، اس دین میں رحمت، مغفرت اور درگزر جیسی نمایاں خصوصیات ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایسے آسان احکام دیے ہیں کہ ہر شخص ان پر باآسانی عمل کر سکتا ہے۔

بندہ کو نواز کر راضی کر دیں گے

ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص صبح شام یہ کلمہ تین تین مرتبہ پڑھے گا:

رَضِیْتُ بِاللہِ رَباًّ وَ بِالْإِسْلَامِ دِیْنًا وَ بِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَبِیًّا وَ رَسُوْلاً.

ترجمہ

میں راضی ہوں اللہ تعالیٰ کے رب ہونے پر، اور اسلام کے دین ہونے پر، اور

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی اور رسول ہونے پر۔ (ابن السنی بحوالہ حصن حصین: ۱۶۸ مطبوعہ دارالاشاعت)

ان کلمات کو توجہ کے ساتھ پڑھیں، یہ کلمات پڑھنے والے کو اللہ تعالیٰ آخرت میں اتنا نوازیں گے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہو جائے گا، یہ ان کلمات کو صبح شام پڑھنے کی فضیلت ہے، اور دل سے بھی شکر ادا کریں، دل کا شکر یہ ہے کہ ایمان اور اسلام کی نعمت کو اللہ تعالیٰ کا فضل سمجھیں اور دل اللہ تعالیٰ کی طرف جھک جائے، اور اپنے آپ کو ان نعمتوں کے لائق اور حقدار نہ سمجھیں۔

اصل شکر عمل کرنا ہے

اور اعضاء و جوارح سے بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں، اصل شکر عمل سے ادا ہوتا ہے، اعضاء و جوارح سے شکر ادا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ عمل کریں، اور عمل کا مطلب یہ ہے کہ آدمی ایمان کے تقاضے اور اسلام کے احکام بجالائے، احکام دو قسم کے ہیں: پہلی قسم کے احکام کو اوامر کہتے ہیں، جنہیں کرنے کا حکم ہے، جیسے نماز پڑھنا، زکوٰۃ دینا، ماں باپ کی فرمانبرداری کرنا، سچ بولنا، ایک دوسرے کو راحت پہنچانا وغیرہ، دوسری قسم کے احکام کو نواہی اور گناہ کہتے ہیں، ان سے بچنے کا حکم ہے، جیسے نماز نہ پڑھنا، زکوٰۃ نہ دینا، ماں باپ کی نافرمانی کرنا، جھوٹ بولنا، اور ایک دوسرے کو تکلیف پہنچانا وغیرہ، ان دونوں قسم کے احکام پر عمل کرنا چاہیے۔

ایک مجاہد کا ایمان افروز واقعہ

مجھے ایک واقعہ اور یاد آ گیا، یہ واقعہ اس وقت کا ہے، جب روس افغانستان پر

قبضہ کررہا تھا، اور مجاہدین اس سے جہاد کررہے تھے، ایک مجاہد گل محمد اپنے ساتھیوں سے بچھڑ گیا، اور راستہ بھول کر غلطی سے روسیوں کی چھاؤنی میں چلا گیا، انہوں نے اس کو گرفتار کرلیا، اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کا رُعب روسیوں پر اتنا ڈال دیا تھا کہ وہ گرفتار مجاہد سے ایسے ڈر رہے تھے، جیسے آدمی ایٹم بم سے ڈرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ ایمان کی بدولت اتنا حوصلہ عطا فرماتے ہیں، جو کافروں کو نصیب نہیں ہے۔

اس مجاہد کا نام گُل محمد تھا، روسی فوجیوں نے گل محمد کو افسرِ اعلیٰ کے سامنے پیش کردیا، اس نے گل محمد سے پوچھا کہ کیا کرتے ہو؟ گل محمد نے کہا کہ ہم تمہارے خلاف لڑتے ہیں، اس نے مرعوب ہونے کی بجائے ایسا جواب دیا کہ وہ لاجواب ہوگیا، پھر اس نے بات کو گھماتے ہوئے کہا کہ تم سے بعد میں تفصیلی بات ہوگی، مگر یہ بات ابھی تک سمجھ میں نہیں آئی کہ تم لوگ ہمارے ٹینکوں میں آگ کیسے لگاتے ہو؟ ہمارے ٹینک لوہے کے بنے ہوئے ہوتے ہیں، وہ آگ نہیں پکڑ سکتے، مگر تم ان کو لکڑیوں کی طرح جلادیتے ہو، اس مجاہد نے کہا کہ ہم ایک مٹھی مٹّی اٹھاتے ہیں، اور "اللہ اکبر" پڑھ کر ٹینک پر پھینک دیتے ہیں، ٹینک میں آگ لگ جاتی ہے، ہم اور کچھ نہیں جانتے، یہ اللہ تعالیٰ کے نام کی برکت اور اس کا اثر ہے۔

مٹّی سے لوہے کا ٹینک جل گیا!

اس افسر نے کہا کہ اچھا! یہ ٹینک کھڑا ہوا ہے، تم اس کو جلا کر دکھاؤ، اس مجاہد نے کہا کہ مجھے تھوڑی سی مہلت دو، میں دو رکعت نفل پڑھنا چاہتا ہوں، اس افسر نے کہا کہ

ہاں! اجازت ہے، اس مجاہد نے خوب اچھی طرح وضو کیا، اور دو رکعت نفل صلوٰۃ الحاجۃ کے پڑھے، اور گڑگڑا کر دعا کی کہ یا اللہ! مجھے ان کافروں کے سامنے ذلیل اور رسوا ہونے سے بچا لیجئے، آپ جانتے ہیں کہ میرے اندر تو کچھ نہیں ہے، جو کچھ ہے، وہ آپ ہی میں ہے، ہم جو کچھ کرتے ہیں، سب آپ کی مدد سے کرتے ہیں، آج ان کافروں کے سامنے اپنے نام کی لاج رکھ لیجئے، یا اللہ! میری مدد فرما دیجئے، اور مجھے ذلیل ہونے سے بچا لیجئے۔

اس طرح خوب گڑگڑا کر دعا کرنے کے بعد اس نے زمین سے دونوں ہاتھوں سے مٹھی بھر کر مٹی اٹھائی، اور ''اللہ اکبـــر'' کہہ کر جیسے ہی ٹینک پر پھینکی، اس میں شعلے بھڑکنے لگے، اور لوہے کا ٹینک اس طرح جلنے لگا کہ جیسے لکڑی کی کشتی جل رہی ہو، یہ منظر دیکھ کر روسیوں کے چہرے خوف کے مارے زرد پڑ گئے، اور وہ دل میں کہنے لگے، ارے باپ رے باپ! ان کی تو مٹی بھی بارود ہے، ہمارے لوہے کے ٹینک ان کے آگے لکڑیوں کے ٹینک ہیں، یہ ایسے جل رہے ہیں، جیسے لکڑی جل رہی ہو۔

مجاہد کی جان بھی بچ گئی

اور اگر اس مجاہد نے ایک مٹھی بھر کر مٹی ہماری طرف پھینک دی، تو ہمارا کیا حشر نشر ہوگا؟ اس کی ایک مٹھی سے ہمارے گودام ختم نہ ہو جائیں؟ اس فوجی نے دوسرے فوجی سے کہا کہ گل محمد کو جلدی سے مجاہدین کی جگہ پہنچا کر آؤ، اور اسے ہمارے علاقے سے نکالو، یہ ایمان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی مدد ہے، اگر ہم ایمان پر صحیح معنیٰ میں کاربند

ہو جائیں، اور اسلام کو اپنا لیں، تو دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ کی مدد اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے، ایمان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی مدد کے ایک دو نہیں، سینکڑوں واقعات ہیں، ان واقعات میں غور کریں، ایمان اور اسلام کی نعمت کا شکر ادا کریں۔

مفت چیز کی قدر نہیں ہوتی

صبح شام ایمان کی نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں، اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض معروض کریں، اور دل وجان سے دعا کرتے رہیں کہ یا اللہ! مرتے دم تک میرا ایمان باقی رکھنا، اصل میں ہمیں یہ نعمت مفت میں ملی ہے، اس لئے اس کی قدر نہیں ہے، بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ وراثت میں مل گئی ہے، اور وراثت میں جو مال ملتا ہے، عموماً آدمی اس کی قدر نہیں کرتا، کیونکہ وہ بغیر محنت اور کوشش کے مل جاتا ہے، اس لئے اس کی قدر نہیں ہوتی، یہ ہماری نااہلی اور نالائقی ہے کہ ہم قدر نہیں کرتے، ایمان کی یہ دولت حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو بڑی محنتوں، مشقتوں اور قربانیوں کے بعد ملی تھی، اس لئے ان کے دل میں اس کی بڑی قدر تھی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کو ایمان کیسے ملا؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے پہلے ایمان اور اسلام کی نعمت اور اس کی توفیق عطا فرمائی، اس وقت تک میری والدہ مسلمان نہیں ہوئی تھیں، اور میری والدہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کچھ نامناسب باتیں کہہ دیا کرتی تھیں، ایک دن انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نازیبا

باتیں کہیں، مجھے یہ باتیں سن کر بہت دکھ ہوا، اور روتا ہوا سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوہریرہ! کیوں رو رہے ہو؟ میں نے کہا: حضور! اس وجہ سے رو رہا ہوں کہ میری ماں مسلمان نہیں ہیں، میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کو بھی ایمان کی نعمت عطا فرمادیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی، یااللہ! ابوہریرہ کی والدہ کو ایمان عطا فرمادے!

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں فوراً اپنے گھر کی طرف روانہ ہوا، اور مجھے یقین تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میری والدہ کے لیے دعا فرمادی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں مقبول ہوتی ہیں، اور اب میری والدہ کو ایمان لانے کی توفیق مل جائے گی، میں واپس گھر پہنچا، تو گھر کے دروازے بند تھے، جیسے ہی میں دروازے کے پاس پہنچا، تو میری والدہ نے محسوس کرلیا کہ ابوہریرہ آیا ہے، انہوں نے کہا کہ ابوہریرہ! ذرا ٹھہر جاؤ، میں اپنا غسل پورا کرلوں، انہوں نے غسل کر کے کپڑے پہنے، چادر اوڑھی اور دروازہ کھولتے ہی أشهد أن لا إله إلا الله و أشهد أن محمدا عبده و رسوله پڑھا، اور مسلمان ہوگئیں، میں نے انہیں مبارک باد دی، اور میں دوبارہ خوشی میں روتا ہوا حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا، اور عرض کیا کہ حضور! اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جزائے خیر دے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ پاک سے میری والدہ کے لیے دعا فرمادی، اور میری والدہ نے اسلام قبول کرلیا ہے، پھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

مجلس کا خلاصہ

آج کی اس مجلس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایمان اور اسلام سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں ہے، اور اللہ پاک نے بن مانگے ہمیں یہ عظیم نعمت عطا فرمائی ہے، اس پر اللہ تعالیٰ کا دل و جان سے شکر ادا کریں، اور اس کو مکمل کرنے کی کوشش کریں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائیں، اور مرتے دم تک ایمان پر قائم رکھیں، آمین۔

وَ آخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

❁❁❁

بسم الله الرحمن الرحيم

سلسلہ درسِ حیاتُ المسلمین

ایمان کے فوائد

(۳)

شرحِ روحِ اوّل

بیان نمبر......(۲۰)

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم
مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی

مکتبۃ الاسلام کراچی

موضوع : **ایمان کے فوائد**

مقام : جامع مسجد دارالعلوم کراچی ۱۴

تاریخ : ۶ ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ

۲۰ اپریل ۲۰۱۰ء

دن : منگل

وقت : بعد نمازِ عصر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ نحمدہٗ ونستعینہٗ ونستغفرہٗ ونؤمِنُ بہ ونتوکّل علیہ ونعوذ باللّٰہِ من شرورِ أنفسنا ومن سیئاتِ أعمالنا مَن یّھدہِ اللّٰہُ فلا مضلَّ لہٗ وَمَن یُضللہُ فلا ھَادِیَ لَہٗ وأشھد أن لّآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ وحدہٗ لاشریک لہٗ وأشھد أنّ سیّدنا ونَبِیّنَا ومولانَا محمداً عبدہٗ ورسولہٗ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہٖ و أَصحَابِہٖ و بارک وسَلَّمَ تسلیمًا کثیرًا کثیرًا.

أمّابعد!

فأعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرّجیم

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرّحیم

إِنَّ الدِّیْنَ عِندَ اللّٰہِ الإِسْلاَمُ (آل عمران: آیت:۱۹)

ترجمہ

بے شک (معتبر) دین تو اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔ (آسان ترجمۂ قرآن)

میرے قابل احترام بزرگو!

ایمان کے فوائد

حکیم الأمت مجدد الملّت حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ’’حیات

المسلمین'' کی پہلی روح میں ایمان اور اسلام کی اہمیت بیان فرمائی ہے، اسلام کے پانچ شعبے ہیں:

(۱)......عقائد، (۲)......عبادات، (۳)......معاملات،

(۴)......معاشرت، (۵)......اخلاق۔

ان میں عقائد کے اندر اصل چیز ایمان ہے، ایمان کی وجہ سے انسان کو حیاتِ طیبہ نصیب ہوتی ہے، مرنے کے وقت روح کے نکلنے میں آسانی ہوگی، عالمِ برزخ میں راحت ہی راحت ملے گی، قیامت کے دن بھی آرام اور سکون سے رہنا نصیب ہوگا، اور پھر آخر میں ایمان کی وجہ سے آدمی جنت میں جائے گا، کوئی کافر کبھی جنت میں نہیں جائے گا، اور کوئی مسلمان ایمان پر خاتمہ کے بعد ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہے گا، اگر مسلمان دوزخ میں چلا گیا، تو ایک دن بالآخر ایمان کی وجہ سے ضرور بالضرور دوزخ سے نکل کر جنت میں جائے گا، سارے فرائض وواجبات میں سب سے اہم، سب سے بڑا اور سب سے پہلا فرض ایمان لانا ہے، پوری دنیا میں تمام عاقل، بالغ مرد وعورت پر فرض ہے کہ وہ ایمان لائیں، اور اسلام کو قبول کریں، ان سے اسلام کے علاوہ کوئی اور دین ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روح اور باب میں یہ آیت نقل فرمائی ہے:

وَ مَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَ هُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ○ (آلِ عمران: آیت نمبر ۸۵)

ترجمہ

جو کوئی اسلام کے سوا کوئی اور دین اختیار کرنا چاہے گا، تو اس سے وہ دین قبول نہیں کیا جائے گا، اور آخرت میں وہ ان لوگوں میں شامل ہوگا جو سخت نقصان اٹھانے والے ہیں۔ (آسان ترجمۂ قرآن)

اسلام کے علاوہ کوئی اور دین اختیار کرنے والا آخرت میں سخت نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا، اللہ تعالیٰ کے یہاں دینِ اسلام ہی مقرر اور لازم ہے، اسلام سے ہٹ کر کسی اور دین و مذہب میں نجات نہیں ہے، کسی اور دین و مذہب پر عمل کر کے بندہ اللہ تعالیٰ کے یہاں ہرگز سرخرو نہیں ہوسکتا، اس لیے ہر غیر مسلم پر ایمان لانا فرض ہے۔

مسلمان اپنا دین و ایمان مکمل کریں

اور مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اپنا دین و ایمان مکمل کریں، کیونکہ ناقص ایمان کی وجہ سے دنیا میں طرح طرح کی مصیبتیں، پریشانیاں اور تکلیفیں پیش آسکتی ہیں، قبر میں عذاب ہوسکتا ہے، محشر میں تکلیفوں کا سامنا ہوسکتا ہے، دنیا کی اس سزا کے بعد بھی اس کی بے عملی اور بدعملی کا ازالہ نہ ہوسکا، تو اس کو دوزخ میں ڈالا جائے گا۔ اس لیے مسلمانوں کو اس بات کا حکم ہے کہ وہ اپنے ایمان کے تقاضے پورے کریں، اور اسلام کے احکام کو پوری طرح بجالائیں، اور جہاں جہاں ایمان کے تقاضوں کے پورا کرنے میں کوتاہی ہورہی ہے، اُسے دور کریں۔

انسان کی نجات کا دارومدار ایمان پر ہے، اس کے بغیر بخشش نہیں ہوگی بندہ دنیا

میں ایمان کی وجہ سے بڑے بڑے عذابوں سے محفوظ رہتا ہے اور آخرت میں جہنم کے دائمی عذاب سے بھی مامون رہے گا، ایمان اتنی قیمتی چیز ہے!

حضرت نوح علیہ السلام کی قوم پر عذاب

حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام سے لے کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے تک تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے، جو لوگ ان پر ایمان لے آئے، وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ گئے، اور جو لوگ ان پر ایمان نہیں لائے، وہ دنیا اور آخرت کے عذاب سے دوچار ہوگئے، حضرت نوح علیہ السلام پر جو لوگ ایمان لائے، وہی حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی میں بیٹھے، اور پھر ساری دنیا میں طوفان آیا، یہاں تک کہ پانی پہاڑوں کی چوٹیوں سے اوپر ہوگیا، اس وقت اس دنیا میں صرف حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی تیر رہی تھی، اور اس کشتی کے اندر صرف صاحبِ ایمان بیٹھے ہوئے تھے، جو طوفان سے محفوظ تھے، اور زمین پر کافر موجود تھے، جو ایمان نہیں لائے تھے، وہ سب اس طوفان میں ڈوب کر ہلاک ہوگئے تھے، اور پھر نئے سرے سے دنیا آباد ہوئی، اسی لیے حضرت نوح علیہ السلام کو آدمِ ثانی بھی کہتے ہیں، کیونکہ دنیا پہلے حضرت آدم علیہ السلام سے آباد ہوئی، اور دوسری مرتبہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے میں از سرِ نو آباد ہوئی۔

ایمان نہ لانے کی سزا

اللہ پاک نے قرآن شریف میں متعدد پیغمبروں کا ذکر فرمایا ہے:

حضرت ہود علیہ السلام،، حضرت صالح علیہ السلام، حضرت شعیب علیہ السلام، حضرت یونس علیہ السلام، حضرت ایوب علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام وغیرہم، وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے محفوظ ہو گئے، اور جو لوگ ایمان نہیں لائے، وہ سب اللہ تعالیٰ کے عذاب میں مبتلا ہو کر تباہ اور ہلاک ہو گئے۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایمان نہ لانے کی وجہ سے کفار و مشرکین مسلمانوں کے ہاتھوں ہلاک ہوئے، اور جلا وطن ہوئے، یہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایمان نہ لانے کی سزا دی۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے غیر ضروری سوالات کرنے سے منع کر دیا گیا تھا، اس لیے ہم اکثر خاموش رہتے تھے، کیونکہ ہمیں ڈر لگتا تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم غلطی سے کوئی غیر ضروری سوال کر لیں، اور ہم پر اس کا وبال آجائے، اور ہم یہ چاہتے تھے کہ کوئی عقلمند بدّو آجائے، اور وہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے دین کی باتیں پوچھے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم جواب عطا فرمائیں گے،...اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بدّوؤں پر بہت شفقت فرماتے تھے، ان کے نامناسب سوالات کا جواب فراخدلی سے عطا فرماتے تھے،...اس طرح ہمیں دین کی باتیں آسانی سے معلوم ہو جائیں، سوال بھی کرنا نہ پڑے، اور مقصد بھی حاصل ہو جائے۔

ایک عقلمند بدّو کے سوالات

ایک بدّو نے عرض کیا کہ حضور! ہمارے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد اور

مبلغ آیا تھا، اور اس نے ہم سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا نبی بنا کر بھیجا ہے، میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کی تصدیق چاہتا ہوں، کیا یہ بات درست ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہاں! درست ہے، اس نے دوسرا سوال کیا کہ حضور! آسمانوں کو کس نے پیدا فرمایا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آسمان اللہ جل شانہ نے پیدا فرمائے ہیں، اس کے بعد پوچھا کہ زمین کس نے پیدا فرمائی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زمین اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے، اس نے پوچھا: زمین میں پہاڑ کس نے جمائے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہاڑ اللہ جلّ شانہٗ نے جمائے ہیں، اس نے پوچھا: اور جو کچھ زمین میں ہے، وہ کس نے پیدا کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زمین میں جو کچھ ہے، وہ سب اللہ جلّ شانہٗ نے پیدا فرمایا ہے، پھر اس بدّو نے کہا کہ جس ذاتِ اقدس نے آسمان بنائے، زمین بنائی، پہاڑ بنائے، اور باقی چیزیں بنائیں ہیں، کیا واقعی اسی ذاتِ اقدس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی بنا کر بھیجا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں! اسی اللہ جلّ شانہٗ نے مجھے اپنا نبی اور پیغمبر بنا کر کے بھیجا ہے۔

چاروں ارکان کی تصدیق کروائی

پھر اُس بدّو نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد نے بتایا ہے کہ اللہ جلّ شانہٗ نے ہم پر دن رات میں پانچ نمازیں فرض فرمائی ہیں، کیا یہ بات درست ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں! یہ بات

درست ہے کہ اللہ جلّ شانہ نے دن رات میں مسلمانوں پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں، فجر، ظہر، عصر، مغرب اور عشاء۔

پھر اس نے کہا کہ حضور! ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد نے یہ بھی بتایا ہے کہ اللہ جلّ شانہ' نے ہم پر رمضان کے روزے فرض کیے ہیں، کیا یہ بات بھی درست ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تصدیق فرمائی کہ ہاں! اللہ جلّ شانہ' نے رمضان کے روزے بھی فرض فرمائے ہیں، پھر اس نے کہا کہ ہم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد نے کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے مال پر زکوٰۃ بھی فرض کی ہے، کیا یہ بات بھی درست ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں! یہ بات بھی درست ہے، بے شک اللہ جلّ شانہ' نے ہر مسلمان عاقل، بالغ، صاحبِ نصاب پر زکوٰۃ فرض کی ہے، پھر اس بدّو نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد نے ہم سے یہ بھی کہا تھا کہ جس کے اندر بیت اللہ کے حج کی استطاعت ہو، اس پر حج کرنا بھی فرض ہے، تو کیا یہ بات بھی درست کہی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں! ہر صاحبِ استطاعت پر اللہ جلّ شانہ' نے اپنے گھر کا حج فرض فرمایا ہے۔

نہ کمی کروں گا، اور نہ زیادتی کروں گا

جب اس بدّو نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح سوالات کر کے اس بات کی تصدیق کر لی، اور اطمینان کر لیا کہ واقعی اللہ جلّ شانہ' نے یہ چار ارکان فرض کیے ہیں، اور اللہ رب العالمین نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا نبی بنا کر اور ان کو احکام دے کر بھیجا ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ احکام

بیان فرمائے ہیں، تو اس نے عرض کیا کہ حضور! اب میں مطمئن ہو گیا ہوں، اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جیسا سنا ہے، ویسا ہی اپنی قوم کو جا کر سنا دوں گا، نہ اس میں کمی کروں گا، اور نہ اس میں اضافہ کروں گا۔

شارحینِ حدیث نے فرمایا ہے کہ اس بدّو کا یہ کہنا کہ "نہ اس میں کمی کروں گا، اور نہ اس میں اضافہ کروں گا" اس کے دو مطلب ہیں۔

پہلا مطلب یہ ہے کہ میں نے جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، اسی طرح اپنی قوم کو جا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچا دوں گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد نے جو باتیں ارشاد فرمائی ہیں، میں نے ان باتوں کی تصدیق کر لی ہے، وہ باتیں بالکل درست ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ ارشاد فرمایا ہے، اسی طرح ہے، اور میں اپنی طرف سے اس میں کسی قسم کی کمی بیشی نہیں کروں گا۔

شارحینِ حدیث نے دوسرا مطلب یہ بیان فرمایا ہے کہ میں ان اعمال پر ٹھیک ٹھیک عمل کروں گا، جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، میں اسی طرح ان پر عمل کروں گا، اپنی طرف سے نہ ان میں کمی کروں گا، اور نہ اضافہ کروں گا، یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری تابعداری کروں گا، اس کے جانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر وہ سچ کہہ رہا ہے، تو جنت میں جائے گا۔

فرمانبرداروں کیلئے عرش کا سایہ

ایمان اور اسلام آخرت میں نجات کا باعث ہیں، دنیا میں بھی ہزاروں قومیں

ایمان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ گئیں، آخرت میں بھی کروڑوں اربوں لوگ ایمان کی بدولت دوزخ سے بچیں گے، اور جنت میں جائیں گے۔

یہ حدیث بہت مشہور و معروف ہے کہ جب قیامت برپا ہوگی، اور اوّلین و آخرین جمع ہوں گے، حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک آنے والے سارے انسان میدانِ قیامت میں جمع ہوں گے، اور وہاں عرشِ الٰہی کے سائے کے سوا کسی پہاڑ، درخت اور کسی عمارت کا کوئی سایہ نہیں ہوگا، سب لوگ کھلے میدان میں کھڑے ہوں گے، سوائے ان لوگوں کے کہ جو دنیا میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے تھے، اور انہوں نے اپنے ایمان کو کامل کیا تھا، اور اللہ تعالیٰ کے پورے فرمانبردار بندے بن گئے تھے، ان کو اللہ تعالیٰ اپنے عرش کے نیچے بٹھالیں گے، اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان میں شامل فرمائیں، آمین۔

میدانِ قیامت میں اور کوئی سایہ نہیں ہوگا، اس وقت سورج بہت قریب آجائے گا، اس وقت سورج، دنیا سے ہزاروں لاکھوں میل دور ہے، لیکن باوجود اس کے جون جولائی میں دھوپ میں کھڑا ہونا تو دور کی بات ہے، دوپہر کو دھوپ میں چلنا بھی مشکل ہوتا ہے، جب وہ سروں پر آجائے گا، تو اس وقت کیسی بلا کی گرمی پڑ رہی ہوگی! اور لوگوں کی کیا حالت ہوگی! اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے، (آمین)، میدانِ قیامت میں عام لوگوں کے لیے کوئی سایہ نہیں ہوگا، وہاں ٹھنڈک بھی نہیں ہوگی، اور وہاں ٹھنڈا پانی تو دور کی بات ہے، پانی بھی نہیں ہوگا۔

انبیاء علیہم السلام کی شفاعت سے معذرت

میدانِ قیامت میں حساب و کتاب کا خوف الگ ہوگا، اس حالت میں سب لوگ بے چین ہوں گے کہ کسی طرح ہمارے حساب و کتاب کے شروع ہونے کا کوئی راستہ نکلے، تاکہ اس پریشانی سے نجات ہو، تو اس بے چینی میں لوگ حضرت آدم علیہ السلام کی خدمت میں جائیں گے، اور کہیں گے کہ آپ ہمارے جدِ امجد ہیں، آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں درخواست اور سفارش کریں کہ اللہ تعالیٰ حساب و کتاب شروع فرمائیں، تاکہ ہم لوگ اس تکلیف سے نجات پائیں، حضرت آدم علیہ السلام معذرت کریں گے، اور کہیں گے کہ آج اللہ تعالیٰ بڑے رعب اور جلال کی حالت میں ہیں، میری ہمت نہیں ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جا کر یہ سفارش کروں، تم حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ، شاید وہ تمہاری درخواست قبول کرلیں۔

لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جائیں گے، اور ان سے درخواست کریں گے کہ حضرت! آپ آدمِ ثانی ہیں، اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ نبی ہیں، آپ ہمارے لیے اللہ تعالیٰ سے سفارش کردیں کہ اللہ تعالیٰ حساب کتاب لینا شروع کردیں، تاکہ ہم میدانِ قیامت کی تکلیف سے نجات پائیں، حضرت نوح علیہ السلام بھی معذرت کرلیں گے، اور فرمائیں گے کہ تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ، وہ اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں، اور ان سے درخواست کرو، تو سب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور ان سے عرض کریں گے کہ حضرت! آپ ہماری سفارش کردیجئے کہ اللہ

تعالیٰ ہم سے حساب کتاب لے لیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی ان سے معذرت کرلیں گے، اور فرمائیں گے کہ میں اس لائق نہیں ہوں، اور میری اتنی جرأت نہیں ہے کہ میں تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض معروض کروں، ، تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ، کیونکہ وہ کلیم اللہ ہیں۔

لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے، اور ان سے عرض کریں گے کہ آپ کلیم اللہ ہیں، آپ جب چاہیں، اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوجاتے ہیں، ہم آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ آپ ہمارے لیے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سفارش کردیں، تو حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی معذرت کرلیں گے کہ میں اس لائق نہیں ہوں، تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ، وہ اللہ تعالیٰ کی روح اور اس کا کلمہ ہیں، تو لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور ان سے درخواست کریں گے تو وہ بھی معذرت کرلیں گے۔

بروزِ قیامت سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش

آخر میں وہ لوگ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں گے، اور عرض کریں گے کہ حضور! ہم لوگ بہت پریشان ہیں، حساب وکتاب کا دھڑکا لگا ہوا ہے، اور بلا کی گرمی پڑ رہی ہے، ہمیں بہت تکلیف ہورہی ہے، ہمارا کلیجہ منہ کو آرہا ہے، نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن، آپ اللہ تعالیٰ سے ہمارے لیے سفارش کردیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہمارا حساب وکتاب لے لیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی درخواست قبول فرمالیں گے، اور اللہ تعالیٰ سے اجازت مانگیں گے کہ آپ مجھے اجازت دے

دے دیجئے کہ میں آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوں، اور آپ کے بندوں کی تکلیف کے سلسلے میں آپ کی خدمت میں عرض کروں کہ آپ ان بندوں کا حساب کتاب لے لیں، اور درگزر کا معاملہ فرمادیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اجازت مل جائے گی۔

مقامِ محمود پر اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء

آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں مقامِ محمود پر جا کر سجدے میں گر جاؤں گا، اور سجدے میں اللہ تعالیٰ کی وہ حمد وثناء، پاکی اور بزرگی بیان کروں گا، جو آج مجھے معلوم نہیں ہے، اس وقت اللہ تعالیٰ میرے دل میں ڈالیں گے، اور میری زبان سے ادا کروائیں گے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہفتے تک سجدے میں رہیں گے، اور اللہ جلّ شانہٗ کی حمد وثناء اور بزرگی بیان فرماتے رہیں گے، یہاں تک کہ اللہ جلّ شانہ فرمائیں گے کہ اے محمد! ''اِرْفَعْ رَأْسَکَ'' اپنا سر اٹھایئے، اِشْفَعْ تُشَفَّعْ، آپ سفارش کیجیے، آپ کی سفارش قبول کی جائے گی، تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر مبارک اٹھائیں گے، تو اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک پر یہ ہوگا: یَا رَبِّ اُمَّتِیْ، یَا رَبِّ اُمَّتِیْ، یا اللہ! میری امت پر رحم فرمادیجئے، یا اللہ! میری امت پر رحم فرمادیجئے۔

دوزخ سے نجات کا پہلا مرحلہ

اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جن امتیوں کے دل میں جو

کے برابر ایمان موجود ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دوزخ سے نکال کر لے آیئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس جس کے دل میں جَو کے دانے کے برابر ایمان موجود ہوگا، میں ان سب کو دوزخ سے نکال لوں گا، دیکھو! ایمان دوزخ سے نکلنے کا ذریعہ بن رہا ہے، جو کا دانہ بہت چھوٹا سا ہوتا ہے، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش کی بدولت اللہ تعالیٰ رحم کا معاملہ فرمائیں گے، لیکن یہ رحم اور مہربانی اہلِ ایمان کے ساتھ خاص ہے، یہ کافروں پر نہیں ہوگی۔

دوزخ سے نجات کا دوسرا مرحلہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں دوبارہ مقامِ محمود پر جا کر اللہ تعالیٰ کی جناب میں سجدہ ریز ہو جاؤں گا، اور سجدہ میں اللہ تعالیٰ کی وہ حمد وثناء، پاکی اور بزرگی بیان کروں گا، جو آج مجھے معلوم نہیں ہے، اللہ جل شانہ فرمائیں گے کہ اے محمد! آپ سر اٹھایئے! آپ جو سوال کریں گے، وہ آپ کو دیا جائے گا، آپ کی سفارش قبول کی جائے گی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے کہ یا اللہ! اب بھی بہت سے صاحبِ ایمان دوزخ میں ہیں، ان کو بھی دوزخ سے باہر نکالنے کی اجازت عطا فرما دیں۔

اللہ پاک فرمائیں گے کہ جس کے دل میں رائی کے برابر ایمان موجود ہے، آپ ان کو دوزخ سے نکال لیجئے! سبحان اللہ!... رائی کا دانہ دیکھنے کے لیے چشمہ چاہئے، رائی کے دانے کو اشارہ سے بھی بتا نہیں سکتے کہ کتنا سا ہے؟ اگر کسی کے دل میں اتنی سی بھی ایمان کی رمک ہوگی، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو تلاش کر کے دوزخ سے نکال کر باہر لے آئیں گے، اس طرح بہت سارے صاحبِ ایمان اللہ تعالیٰ کی رحمت

کے صدقے اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش اور شفاعت کے طفیل دوزخ سے نجات پائیں گے۔

دوزخ سے نجات کا تیسرا مرحلہ

اس کے بعد سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جائیں گے، اور سجدہ ریز ہو جائیں گے، اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء، پاکی اور بزرگی کریں گے، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے، اے محمد! آپ سر اٹھایئے، آپ جو سوال کریں گے اُسے پورا کیا جائے گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سر اٹھائیں گے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر یَا رَبِّ! أُمَّتِیْ، یَا رَبِّ! أُمَّتِیْ، ہوگا کہ یا اللہ! میری امت کے اوپر رحم فرما! کرم فرما! اور درگزر کا معاملہ فرما! ان کو دوزخ سے نجات عطا فرما، تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ جن کے دل میں رائی کے دانے سے بھی کم ایمان موجود ہے، آپ ان کو بھی دوزخ سے نکال لیجئے! پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو بھی دوزخ سے لے آئیں گے۔

دوزخ سے نجات کا چوتھا مرحلہ

چوتھی مرتبہ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تشریف لے جائیں گے، اور سجدہ ریز ہو جائیں گے، اور پھر اسی طرح اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء، پاکی اور بزرگی بیان فرمائیں گے، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ آپ سر اٹھایئے اور مانگئے، آپ جو مانگیں گے، آپ کو دیا جائے گا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے کہ یا اللہ! اب بھی میری امت کے بہت سارے صاحبِ ایمان دوزخ میں موجود ہیں، جنہوں نے صرف کلمہ

پڑھا تھا، لیکن انہوں نے عمل کچھ نہیں کیا تھا، وہ صرف نام کے مسلمان ہوں گے، انہوں نے نہ نمازیں پڑھیں ہوں گی، نہ روزے رکھے ہوں گے، نہ حج کیا ہوگا، نہ زکوٰۃ دی ہوگی، اور نہ اپنے آپ کو گناہوں سے بچایا ہوگا، وہ گناہوں اور نافرمانیوں میں ڈوبے رہے ہوں گے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم درخواست کریں گے کہ پروردگارِ عالم! ان مسلمانوں کو دوزخ سے نکالنے کی اجازت عطا فرمادیجئے، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ آپ ان کو دوزخ سے نہیں نکالیں گے، یہ کام میرا ہے، اللہ اکبر! میں ان کو دوزخ سے نکالوں گا، پھر اللہ جلّ شانہٗ اپنے دستِ قدرت سے ان کو دوزخ سے نکالیں گے۔

راحتوں اور سلامتیوں کا ضامن

ایمان اتنی بڑی دولت ہے کہ اس کی وجہ سے آخرت میں نجات مل کر رہے گی، تمام فرائض وواجبات میں سب سے افضل عمل ایمان لانا ہے، کیونکہ ایمان کی وجہ سے بالآخر نجات ہوگی، یعنی اگر ایمان کامل ہے، تو دنیا میں طرح طرح کی مشکلات، پریشانیاں اور مصیبتوں میں نجات کا راستہ ملے گا، درمیان میں بھی ایمان کی وجہ سے نجات ہوگی، یعنی مرنے کے وقت اور قبر میں طرح طرح کی راحتیں ملیں گی، اور عذابِ قبر سے نجات مل جائے گی، آخرت میں بھی ایمان کی وجہ سے نجات ہوگی، اور خدانخواستہ! اگر ایمان نہیں ہے، تو نجات کا راستہ بالکل بند ہے، چاہے کافر ساری دنیا کا بادشاہ بن جائے، پھر بھی اس کو حیاتِ طیبہ نصیب نہیں ہوگی، اس کے لئے آگے بھی عذاب ہی عذاب ہے، ساری کامیابی، کامرانی اور سرخروئی، اور ساری راحتیں، عافیتیں اور سلامتیاں ایمان کی مرہونِ

منّت ہیں، جو شخص ایمان لائے گا، اور اس کے تقاضوں پر عمل کرے گا، اس کو دنیا اور آخرت میں راحتیں، عزتیں، عافیتیں، اور سلامتیاں ملیں گی۔

ایمان کے بغیر نیکیاں قبول نہیں ہوں گی

تمام اعمالِ صالحہ کے قبول ہونے کے لیے ایمان شرط ہے، جتنے بھی نیک اعمال ہیں، اور جتنی بھی نیکیاں چھوٹی اور بڑی ہیں، ان کے عنداللہ مقبول ہونے کے لیے ایمان ہونا ضروری ہے، کافر چاہے کتنے ہی خلوص سے تمام نیکیاں کرلے، بہت سارے حج کرلے، بہت سارے عمرے کرلے، بہت سی نمازیں پڑھ لے، بہت سے صدقے دے دے، یہاں تک کہ اسلام اور مسلمانوں کے لیے جہاد بھی کرلے، وہ سب مٹی ہے، اللہ تعالیٰ کے یہاں ان کے عمل کی کوئی قیمت اور کوئی قدر نہیں ہے، ان اعمال کا آخرت میں کوئی صلہ اور کوئی بدلہ نہیں ہے، اعمال کے عنداللہ قبول ہونے کے لیے، آخرت کی نعمتوں کے حصول کے لیے، درجات کے بلند ہونے کے لیے اور جنت میں جانے کے لیے ایمان ہونا شرط ہے، اندازہ کریں کہ یہ ایمان کتنی اہم چیز ہے! اس لیے ایمان کی قدر کرنے کی ضرورت ہے۔

ایمان کی تکمیل کیلئے دو ضروری کام

ہمارا ایمان بہت ناقص اور نامکمل ہے، ہمیں اپنے ایمان کو مکمل کرنا چاہئے، اور ایمان کو مکمل کرنے کے لیے دو کام کرنا ضروری ہیں: ایمان کو مکمل کرنے کے لیے فرائض وواجبات ادا کرنے ضروری ہیں، اور حرام اور ناجائز کاموں سے بچنا ضروری

ہے، جتنا جتنا آدمی احکامِ شرع پر چلتا رہے گا، اور حرام اور ناجائز کاموں سے بچتا رہے گا، اُس کا ایمان کامل ہوتا چلا جائے گا، سب سے زیادہ کامل ایمان حضراتِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ہوتا ہے، اس لیے کہ ان سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کا کوئی تابعدار اور فرمانبردار نہیں ہوسکتا، پھر ان کی امت کے لوگوں کا درجہ ہوتا ہے، جیسے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں ایمان کے اعتبار سے سب سے بڑا درجہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے، ان کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا درجہ ہے، ان کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا درجہ ہے، ان کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا درجہ ہے، ان کے بعد باقی عشرہ مبشرہ کا درجہ ہے، ان کے بعد اہلِ بیت کا درجہ ہے، ان کے بعد اصحابِ بدر کا درجہ ہے، ان کے بعد اصحاب اُحد کا درجہ ہے۔

اس طرح جیسے جیسے ان کے اعمال، ویسے ویسے ان کے درجات ہیں، آدمی کو فرائض وواجبات کی ادائیگی پر پوری توجہ دینا چاہئے، کہیں کمی کوتاہی ہورہی ہے، تو اس کو دور کرلینا چاہیے، اور اس کی تلافی کرنا چاہیے، گناہوں سے بچنے کی طرف خصوصی توجہ دینا چاہئے، نہ زبان سے گناہ ہوں، نہ آنکھ سے گناہ ہوں، نہ ناک سے گناہ ہوں، نہ کان سے گناہ ہوں، نہ دل سے گناہ ہوں اور نہ ظاہر اور باطن کے دیگر اعضاء سے گناہ ہوں، فرائض وواجبات میں کوتاہیوں سے اور گناہوں سے ایمان کمزور اور ضعیف ہوجاتا ہے۔

ایمان کی حفاظت کا نسخہ

سب سے بڑی کامیابی یہ ہے کہ دنیا سے جاتے وقت ایمان ساتھ لے کر

جائیں، اگرچہ وقتی طور پر ایمان میں کمی اور ضعف ہے، اور اعمال میں کوتاہیاں ہیں، ان سب کی تلافی آگے بخشش کی صورت میں، یا سزا ملنے کی صورت میں ہو جائے گی، اور یہ بات یاد رکھیں کہ شیطان مرتے دم تک کوشش کرتا ہے کہ کسی طریقے سے اس کا ایمان دنیا میں رہ جائے، اور وہ یہاں سے کافر ہو کر جائے۔

ایمان کی حفاظت کے لیے دو کام کرنے ضروری ہیں، پہلا کام یہ کہ اللہ والوں کے ساتھ سچا، پکا اور مخلصانہ تعلق رکھیں، حکیم الأمت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ فتنے کا زمانہ ہے، اس زمانے میں ہمارے اوپر ایمان کی حفاظت فرض عین ہے، اور تجربہ سے معلوم ہوا کہ ایمان کی حفاظت کا واحد ذریعہ اہل اللہ کی صحبت ہے، اور ایمان کی حفاظت کا ذریعہ ہونے کی وجہ سے صحبتِ اہل اللہ بھی فرضِ عین ہے، جو شخص اخلاص کے ساتھ کسی اللہ والے کی خدمت اور صحبت میں رہتا ہے، اور ان سے پکا تعلق رکھتا ہے، اس سے اس کا ایمان نہ صرف محفوظ رہتا ہے، بلکہ ترقی بھی کرتا ہے، جیسے جیسے اس میں تابعداری اور خدمت گزاری ہوتی ہے، ویسے ویسے اس کے اعمال اور ایمان میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔

ایمان کے تحفظ کیلئے دعا

اور دوسرا کام یہ کہ ایمان کی حفاظت کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا رہے کہ یا اللہ! ہمارا ایمان سلامت رکھنا، یا اللہ! ہم بہت ہی کمزور ہیں، اور نفس و شیطان کے مارے ہوئے ہیں، یا اللہ! ہم میں طاقت نہیں ہے کہ ہم اپنے ایمان کے تقاضوں کو پورا کرسکیں، نہ ہمیں پوری طرح نیک صحبت میسر ہے، اور ہمیں جتنی نیک صحبت میسر ہے،

ہم سے اس کا پورا حق ادا نہیں ہو پا رہا، اور ہم سے ایمان کے تقاضوں پر عمل نہیں ہو رہا، اس لیے ہمارا ایمان ہر وقت ڈانواڈول اور خطرہ میں ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ خدانخواستہ! ہمارا ایمان مرنے سے پہلے یہیں رہ جائے، اور ہم اپنے ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھیں، اور ہمارے ایمان کا طوطا اُڑ جائے، یا اللہ! آپ ہمارے ایمان کی حفاظت فرمایئے، یا اللہ! ہم اپنے ایمان کو آپ کے پاس امانت رکھواتے ہیں، آپ سے بڑھ کر کوئی امین نہیں ہوسکتا، آپ سے بڑھ کر کوئی حفاظت کرنے والا نہیں ہوسکتا، جب ہم اس دنیا سے جائیں، تو آپ اس کی توفیق دیجیے گا کہ ہم اپنے ایمان کو اپنے ساتھ لے جائیں۔

دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کا ایمان، ہماری اولاد و نسل کا ایمان، اور سارے مسلمانوں کا ایمان سلامت رکھیں، آمین۔

وَ آخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

❁❁❁

بسم الله الرحمن الرحيم

سلسلۂ درسِ حیاتُ المسلمین

ایمان اور اسلام کا مطلب

(۴)

شرحِ روحِ اوّل

بیان نمبر ......(۲۱)

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم

مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی

مکتبۃ الاسلام کراچی

موضوع : ایمان اور اسلام کا مطلب

مقام : جامع مسجد دار العلوم کراچی ۱۴

تاریخ : ۱۳ ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ

۲۷ اپریل ۲۰۱۰ء

دن : منگل

وقت : بعد نماز عصر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ نحمدہٗ ونستعینہٗ ونستغفرہٗ ونؤمِنُ بہ ونتوکّل علیہ ونعوذ باللّٰہِ من شرورِ أنفسنا ومن سیئاتِ أعمالنا مَن یّھدہِ اللّٰہُ فلا مضلَّ لہٗ وَمَن یُضللہٗ فلا ھَادِیَ لَہٗ وأشھد أن لّا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وحدہٗ لاشریک لہٗ وأشھد أنّ سیّدنا ونَبِیّنَا ومولانَا محمداً عبدہٗ و رسولہٗ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہٖ و أصحَابِہٖ و بارکَ و سلَّمَ تسلیمًا کثیرًا کثیرًا۔

أمّابعد!

فأعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرّجیم

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرّحیم

إنَّ الدِّیْنَ عِندَ اللّٰہِ الإِسْلاَمُ (آل عمران: آیت:۱۹)

ترجمہ

بے شک (معتبر) دین تو اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔ (آسان ترجمۂ قرآن)

ایمان اور اسلام لازم وملزوم

میرے قابلِ احترام بزرگو!

حکیم الأمت مجدد الملت حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور کتاب ''حیات المسلمین'' کی پہلی روح اسلام اور ایمان کے بیان میں ہے۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''اسلام اور ایمان کا مطلب تقریباً ایک ہی ہے''۔

ایمان کو اسلام بھی کہہ دیتے ہیں اور اسلام کو ایمان بھی کہہ دیتے ہیں، دونوں ایک دوسرے کے لئے لازم وملزوم ہیں، اگر ایمان کا لفظ کہیں بولا جاتا ہے تو اس سے مراد اسلام بھی ہوتا ہے اور جہاں اسلام کا لفظ بولا جاتا ہے اس سے مراد ایمان بھی ہوتا ہے۔

حدیثِ جبرئیل کسے کہتے ہیں؟

اسلام اور ایمان میں تھوڑا سا فرق بھی ہے، اسلام اور ایمان کی یہ وضاحت حدیثِ جبرئیل میں مذکور ہے، حدیثِ جبرئیل اس حدیث کو کہتے ہیں، جب حضرت جبرئیل علیہ السلام انسانی شکل میں رحمتِ کائنات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھٹنوں سے اپنے گھٹنے ملا لیے، اور ایک قول کے مطابق انہوں نے اپنے دونوں ہاتھ اپنی دونوں رانوں پر رکھ لیے اور دوسرے قول کے مطابق اپنے دونوں ہاتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رانوں پر رکھ لیے، اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مختلف باتیں دریافت کیں۔

حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی احتیاط

یہ اس وقت کا واقعہ ہے کہ جب اللہ جلّ شانہٗ نے صحابۂ کرامؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے غیر ضروری اور بے جا سوالات کرنے سے منع کر دیا تھا، اس لئے صحابۂ کرام

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے براہِ راست کوئی بات دریافت کرنے سے بہت احتیاط کرتے تھے، حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرما دیا تھا کہ مجھ سے دین کے بارے میں پوچھا کرو، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیبت اور رعب کی وجہ سے صحابۂ کرام کی ہمت نہیں ہوتی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بات پوچھیں، اور وہ اس بات کے خواہش مند رہتے تھے کہ باہر سے کوئی شخص آجائے اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دین کے بارے میں کچھ باتیں دریافت کرے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سوالات کے جواب ارشاد فرما دیں، اس طرح ہمیں دین کی باتیں معلوم ہو جائیں گی اور سوال بھی نہیں کرنا پڑے گا، اس زمانے میں یہ حدیثِ جبرئیل پیش آئی۔

اسلام کا مطلب کیا ہے؟

حضرت جبرئیل امین علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم)! اسلام کسے کہتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ اسلام اسے کہتے ہیں کہ تم اس بات کا اقرار کرو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، تم نماز قائم کرو، زکوۃ ادا کرو، رمضان شریف کے روزے رکھو، اور اگر حج کی استطاعت ہو تو حج کرو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان پانچ ارکانِ اسلام کو اسلام کہتے ہیں اور یہ اسلام کے بنیادی احکام ہیں، اس لئے ان پانچ ارکانِ اسلام کو بطورِ مثال کے ذکر فرمایا، پورے دین کے احکام کے اوپر عمل کرنے کو اسلام کہتے ہیں، کیونکہ اسلام کے

معنی ہیں: تابعداری اور فرمانبرداری کرنا اور اپنے آپ کو دوسرے کے سپرد اور حوالے کرنا، یعنی آدمی اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے دین کے سپرد کردے اور اللہ جلّ شانہٗ نے جو احکام عطا فرمائے ہیں، ان پر جم جائے اور ان کو اپنے عمل میں لے آئے۔

ایمان کا مطلب کیا ہے؟

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے دوسرا سوال یہ کیا کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم)! ایمان کسے کہتے ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ، اس کے فرشتوں پر ایمان لاؤ، اس کی کتابوں پر ایمان لاؤ، اور آخرت کے دن پر ایمان لاؤ، تقدیر پر ایمان لاؤ کہ جو کچھ اچھا یا بُرا ہوتا ہے وہ سب تقدیر کے مطابق ہوتا ہے، ان باتوں کو ماننا اور سرکارِ دو عالم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرنا ایمان ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایمان

اللہ جل شانہ پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ دل سے مانے کہ اللہ جلّ شانہٗ وحدہٗ لاشریک ہیں، ان کا کوئی شریک نہیں، وہ اکیلے ہیں، وہ ہمیشہ سے ہیں، اور ہمیشہ رہیں گے، ساری خوبیاں اور کمالات ذاتِ اقدس کے اندر موجود ہیں اور وہ ساری برائیوں، خرابیوں اور عیوب سے پاک ہیں، کسی کا شعر ہے کہ ؎

داستانِ حسن جب پھیلی تو لا محدود تھی
اور جب سمٹی تو تیرا نام ہوکر رہ گئی

اللہ تعالیٰ تمام کمالات کے جامع ہیں، اللہ جل شانہ کی ذاتِ اقدس میں ساری

خوبیاں موجود ہیں، وہ سب سے زیادہ حسین وجمیل ہیں۔

فرشتوں پر ایمان لاؤ

اللہ تعالیٰ کے فرشتوں پر ایمان لائے، فرشتے اللہ جل شانہ' کی ایک مخلوق ہیں، اللہ تعالیٰ کی تین مخلوق مکلّف ہیں، ایک انسان، دوسرے جنّات، تیسرے ملائکہ، انسان کو اللہ پاک نے مٹی سے پیدا فرمایا ہے، جنات کو اللہ پاک نے آگ سے پیدا فرمایا ہے اور ملائکہ کو اللہ پاک نے نور سے پیدا فرمایا ہے، فرشتے نورانی مخلوق ہیں، ان کے اندر اللہ پاک نے نافرمانی کا مادہ نہیں رکھا، وہ اللہ تعالیٰ کے بہت زیادہ فرمانبردار ہیں، ان کی تعداد بے شمار ہے، ان کو جو حکم من جانب اللہ مل جاتا ہے، وہ اس کو پورا کرتے ہیں، وَيَفْعَلُوْنَ مَايُؤْمَرُوْنَ، ان کی صفت یہ ہے کہ جس چیز کا ان کو حکم دیا جاتا ہے، اس میں لگے رہتے ہیں، فرشتوں کے عجیب عجیب حالات ہیں۔

غیر معمولی سننے کی صلاحیت رکھنے والی چیزیں

ایک فرشتہ کا حال یاد آیا، ایک حدیث میں ہے کہ اللہ جل شانہ' نے تین چیزوں کو غیر معمولی سننے کی صلاحیت عطا فرمائی ہے، سننے کی اتنی صلاحیت کسی اور چیز میں نہیں ہے، ایک جنّت، ایک جہنم اور ایک وہ فرشتہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس پر مقرر ہے، جنت کو اللہ پاک نے سننے کی زبردست صلاحیت عطا فرمائی ہے، جنت ساتویں آسمان پر سدرۃ المنتہیٰ کے پاس ہے، زمین سے لیکر جنت تک ہزاروں میل کا فاصلہ ہے، زمین سے پہلے آسمان تک پانچ سو سال کی مسافت ہے، پہلے آسمان سے

دوسرے آسمان تک بھی پانچ سو سال کی مسافت ہے، اسی طرح ہر دو آسمان کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت ہے، ساتویں آسمان کے اوپر جنت ہے۔

جنّت کی بارگاہِ الٰہی میں درخواست

جب کوئی بندہ اللہ تعالیٰ سے چپکے چپکے یا آواز سے دعا کرتا ہے کہ یا اللہ! مجھے اپنے فضل سے جنت عطا فرما، اور مجھے جنت میں داخل فرمادے، میں جنت کے لائق نہیں ہوں لیکن آپ کی رحمت سے ناامید بھی نہیں ہوں، تو جنت اس کی دعا کو فوراً سن لیتی ہے اور اللہ تعالیٰ سے درخواست کرتی ہے کہ یا اللہ! آپ نے مجھے دینے کے لئے بنایا ہے، رکھنے کے لئے نہیں بنایا، یہ بندہ مجھے آپ سے مانگ رہا ہے، اس کی دعا قبول فرمالیجئے، بندہ زمین پر بیٹھا ہوا دل دل میں یا آہستہ آہستہ زبان سے مانگ رہا ہے، جنت ہزاروں میل دور ہے، لیکن اس آواز کو سن لیتی ہے اور اللہ تعالیٰ سے سفارش کرتی ہے، اللہ تعالیٰ کی رحمت دیکھو کہ انہوں نے کس طرح اپنے بندوں کے لئے جنت میں داخل ہونے کا راستہ پیدا فرمایا ہے کہ جنت کو بھی یہ صلاحیت دے دی کہ، اِدھر میرا بندہ جنت مانگے اور اُدھر اس کے لئے تم سفارش کرو، میں تمہاری سفارش قبول کرلوں گا اور اپنے بندہ کو جنت میں داخل کردوں گا، انشاء اللہ تعالیٰ۔

دوزخ کی بارگاہِ الٰہی میں درخواست

اسی طرح اللہ پاک نے جہنم کو بھی سننے کی زبردست صلاحیت دی ہے، جہنم ساتویں زمین کے نیچے ہے، وہ ہم سے بہت دور ہے، ہمارے اور دوزخ کے درمیان

ہزاروں میل کا فاصلہ ہے، جب کوئی بندہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دوزخ سے پناہ مانگتا ہے اور دعا کرتا ہے کہ یا اللہ! مجھے دوزخ کے عذاب سے بچالے، تو اس کی دعا کو دوزخ فوراً سن لیتی ہے، اللہ تعالیٰ سے درخواست کرتی ہے کہ یا اللہ! یہ بندہ مجھ سے آپ کی پناہ مانگ رہا ہے اور دعا مانگ رہا ہے کہ مجھ سے اس کو بچا لیجئے تو میں آپ سے درخواست کرتی ہوں کہ میرے اندر اس کو داخل نہ کریئے گا۔

سننے کی زبردست صلاحیت رکھنے والا فرشتہ

اسی طرح اللہ جل شانہٗ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس پر ایک فرشتہ مقرر فرمایا ہوا ہے، وہ نہایت لحیم وشحیم، بہت لمبا چوڑا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کو سننے کی غیر معمولی صلاحیت عطا فرمائی ہے، اور اس کو تمام انسانوں کے نام یاد ہیں، اس کو اولین اور آخرین کے نام ازبر ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کا کوئی بندہ یا بندی دنیا میں کہیں بھی سرکارِ دوعالم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں درود وسلام پیش کرتی ہے وہ فرشتہ فوراً سن لیتا ہے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس درود شریف پڑھنے والے کا نام اور اس کے باپ کا نام لیکر درود پیش کر دیتا ہے، وہ فرشتہ ہر وقت لوگوں کے درود سنتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیتا ہے، اس کا اس کے سوا کچھ کام نہیں۔

یہ درود شریف پڑھنے والے کی کتنی بڑی سعادت ہے کہ اس کا نام اور اس کے باپ کا نام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوتا ہے، اس لئے ہمیں کثرت

سے درود شریف پڑھنا چاہئے اور روزانہ درود شریف پڑھنے کے معمول کو حتی الامکان پورا کرنا چاہئے، اور اس کے علاوہ بھی کثرت سے درود شریف پڑھتے رہنا چاہئے، اس فرشتہ کو اللہ پاک نے اس کام میں لگایا ہوا کہ جب سے اللہ پاک نے اس کو مقرر کیا ہے اس وقت سے وہ اسی کام میں لگا ہوا ہے اور اسی میں قیامت تک لگا رہے گا، اللہ پاک نے اس کو کیسی عجیب صلاحیت عطا فرمائی ہے! اللہ پاک فرشتوں کو جس کام میں لگا دیتے ہیں وہ اسی کام میں لگے رہتے ہیں۔

فرشتوں کی ایک جماعت زمین پر گھومتی رہتی ہے اور چکر لگاتی رہتی ہے، وہ مجالسِ ذکر تلاش کرتی رہتی ہے اور جب کسی فرشتہ کو کوئی مجلس ایسی مل جاتی ہے جہاں دین کا تذکرہ ہو رہا ہو، وعظ یا تقریر ہو رہی ہو، ذکر و تسبیح ہو رہی ہو، کسی دینی کتاب درس وسبق ہو رہا ہو وہاں حاضر ہو جاتے ہیں، اور دوسروں کو بلاتے ہیں کہ تم جس مجلس کی تلاش میں ہو وہ مجلس یہاں موجود ہے، پھر وہ فرشتے آتے ہیں اور اس مجلس کو چاروں طرف سے گھیر لیتے ہیں اور اوپر تلے جمع ہوتے ہوتے اور جمع ہوتے ہوتے آسمان تک چلے جاتے ہیں، اندازہ لگائیں کہ فرشتوں کی کتنی بڑی تعداد ہوگی جن کو اللہ پاک نے اس مقصد کے لئے مقرر کیا ہوا ہے؟

فرشتے نظر کیوں نہیں آتے؟

جیسے انسان ایک مخلوق اور برحق ہے، جنات ایک مخلوق ہے اور برحق ہے، ایسے ہی فرشتے بھی ایک مخلوق ہیں ان کو ماننا ایمان کے اندر داخل ہے، انسان، انسان کو نظر

آتا ہے لیکن جنات اور فرشتے انسان کو نظر نہیں آتے، اس میں اللہ تعالیٰ کی حکمت اور مصلحت ہے، اور بہت ساری ایسی چیزیں دنیا میں اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی ہیں جو ہمیں نظر نہیں آتیں، جیسے ہوا انسان کو نظر نہیں آتی، لیکن ہوا کی وجہ سے سب سانس لے رہے ہیں، سانس بند ہو جائے تو آدمی مر جائے، کسی کو کہو کہ مجھے ہوا دکھاؤ، تو وہ ہوا کو دکھا نہیں سکتا، شیشی اور گلاس میں بھر کر بھی نہیں دکھا سکتا، کوئی ہوا کو ہاتھ سے پکڑ کر نہیں دکھا سکتا، لیکن سب مانتے ہیں کہ ہوا موجود ہے، تو جب ہوا کو مان لیا تو فرشتوں کو بھی مان لینا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ کی کتابوں پر بھی ایمان

اللہ تعالیٰ کی کتابوں پر بھی ایمان لاؤ، کتابوں پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ جلّ شانہٗ نے اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے چار مشہور و معروف کتابیں نازل فرمائی ہیں، وہ چار کتابیں یہ ہیں: توریت، زبور، انجیل اور آخری کتاب قرآنِ کریم، ان کے علاوہ اللہ پاک نے بہت سے صحیفے بھی نازل فرمائے ہیں، بعض صحیفے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام پر نازل فرمائے، اور بعض دوسرے انبیاء علیہم السلام پر نازل فرمائے، پچھلی کتابوں اور صحیفوں کے اندر اللہ پاک نے اس زمانے کے لوگوں کے حالات کے مطابق احکام دیے تھے، وہ سب برحق تھے، لیکن اب وہ کتابیں اور صحیفے اپنی اصلی حالت میں موجود نہیں ہیں، لیکن قرآن مجید اپنی اصلی حالت میں موجود ہے، کیونکہ قرآن کریم کی حفاظت کا ذمہ اللہ پاک نے لیا ہے، اور فرمایا ہے:

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ إِنَّا لَهُ لَحٰفِظُوْنَ (الحجر: آیت ۹)

ترجمہ

''حقیقت یہ ہے کہ یہ ذکر (قرآن) ہم نے ہی اُتارا ہے۔ اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔'' (آسان ترجمۂ قرآن)

اللہ پاک نے قرآنِ کریم کی حفاظت اپنے ذمے لی ہے، اس لیے آج چودہ سو سال کے بعد بھی قرآنِ کریم لفظ بہ لفظ اور حرف بہ حرف محفوظ ہے، بہت سے لوگوں نے قرآن کریم کو مٹانے اور اس کو ختم کرنے کی بہت کوششیں کی لیکن وہ بری طرح ناکام ہوگئے۔

قرآنِ کریم کی حفاظت کا عجیب واقعہ

ہندوستان کا ایک واقعہ یاد آگیا، جب ہندوستان پر انگریزوں کی حکومت تھی، تو انہوں نے مسلمانوں پر بڑے مظالم ڈھائے اور ان کو طرح طرح کی تکلیفیں دیں، اور ایڑی چوٹی کا زور لگایا کہ کسی طرح قرآن شریف کو مٹا دیا جائے، اس مقصد کے لیے اس نے ایک بہت بڑی رقم خرچ کی، اور باقاعدہ ایک منصوبہ بنایا کہ پورے ہندوستان میں جہاں جہاں ہماری حکومت ہے، وہاں قرآنِ کریم کا کوئی نسخہ باقی نہیں رہنا چاہئے، ہر گھر، دفتر، مسجد اور مدرسے سے قرآن کریم کے نسخے جمع کرلو، اس مقصد کے لئے حکومت نے بہت سے افسران مقرر کیے، اور ان کو بہت سے ماتحت فوجی دے کر پورے ملک میں روانہ کر دیا کہ تمہیں کسی سے لڑنے اور کسی کو مارنے کی ضرورت نہیں

ہے، بس تم قرآن کریم کے نسخے جمع کرلو۔

اس طرح پورے ہندوستان سے قرآن شریف کا ہر نسخہ ہمارے پاس آجائے گا، اور ہم سارے نسخے ختم کردیں گے، اور ہم کسی کو قرآن کریم لکھنے اور چھاپنے کی اجازت نہیں دیں گے، اور جو لوگوں کو تھوڑا بہت قرآن کریم یاد ہے، وہ جلد بھول جائیں گے اور جس طرح توریت، زبور، انجیل اصلی حالت میں باقی نہیں رہی، ایک مرتبہ وہ غائب ہوگئیں، بہت عرصہ غائب رہیں، اس کے بعد لوگوں نے ان کتابوں کو اپنے حافظے سے لکھا، اس طرح ان میں تبدیلی ہوگئی، ان کے اندر کچھ باتیں صحیح ہیں اور اکثر باتیں صحیح نہیں ہیں، انھوں نے یہی طریقہ ہندوستان میں استعمال کرنے کی کوشش کی۔

انگریزوں کا ایک افسر اپنے ماتحتوں کے ساتھ ایک دیہات میں پہنچا اور وہاں مسجد سے ملحق مدرسے میں جاکر قاری صاحب سے ملا اور کہا کہ قاری صاحب! میں آپ کو گرفتار کرنے یا تکلیف پہنچانے کے لئے نہیں آیا، بس آپ مجھے اس مکتب سے قرآن شریف کے سارے نسخے دے دیں، قاری صاحب سمجھدار تھے، انھوں نے کہا کہ مجھے قرآنِ کریم کے نسخے دینے سے انکار نہیں ہے، لیکن آپ یہ نسخے کیوں لینا چاہتے ہیں، اس افسر نے کہا کہ ہمارے بڑوں نے یہ منصوبہ بنایا ہے کہ ہندوستان سے قرآن شریف کے نسخے جمع کرکے غائب کردیے جائیں تاکہ قرآن شریف مٹ جائے، تو قاری صاحب نے یہ بات سن کر کہا کہ جن لوگوں نے یہ اسکیم بنائی ہے وہ پرلے درجے کے احمق ہیں، کیونکہ اس میں سرکار کا بہت پیسہ خرچ ہوگا اور محنت بھی

اچھی خاصی ہوگی، لیکن مقصد حاصل نہیں ہوگا، وہ افسر یہ بات سن کر ہکّا بکّا رہ گیا اور اس نے کہا کہ قاری صاحب! آپ کیسی بات کر رہے ہیں؟ عقلمند لوگوں نے بہت غور وفکر کرنے کے بعد یہ اسکیم تیار کی ہے، اس کے اوپر بہت بڑا خرچ ہو رہا ہے اور آپ کہتے ہیں کہ اس اسکیم میں کوئی کامیابی نہیں ہوگی، میری سمجھ میں یہ بات نہیں آرہی، قاری صاحب نے کہا کہ یہ سمجھنے کی بات نہیں ہے، مشاہدے کی بات ہے، میں آپ کو مشاہدہ کروا دیتا ہوں کہ یہ اسکیم کتنے پانی میں ہے؟ آپ کے سامنے چالیس بچے بیٹھے ہوئے ہیں، سب کی عمر تقریباً نو، دس سال ہے، آپ قرآن شریف اپنے ہاتھ میں لو اور کہیں سے بھی کوئی لفظ پڑھو اور ان بچوں سے سن لو! اس افسر نے کہا کہ یہ اتنی موٹی کتاب ہے! اور یہ اتنے چھوٹے بچے ہیں، میں ان سے کیسے سنوں؟ قاری صاحب نے کہا، آپ سن کر دیکھو۔

اس افسر نے قرآن شریف کھول کر ٹوٹی پھوٹی عربی میں کسی آیت کا ایک آدھ کلمہ پڑھا اور ایک بچے کی طرف اشارہ کیا، اُس نے ایک پارہ فَر فَر سنا دیا، پھر اُس نے کہیں اور سے کچھ لفظ پڑھا تو دوسرے بچے نے آدھا پارہ فَر فَر سنا دیا، اس طرح اس افسر نے چالیس پچاس بچوں میں سے دس بارہ سے بیچ بیچ میں سے پڑھ کر پوچھا تو سب بچوں نے فَر فَر سنا دیا، کسی بچہ کی ایک جگہ اٹکن نہیں آئی، کسی کو متشابہ نہیں لگا، تو وہ انگریز افسر یہ منظر دیکھ کر دنگ رہ گیا، پہلے اس کے ذہن میں یہ بات نہیں تھی کہ قرآن شریف کے اتنے پکے حافظ بھی ہوتے ہیں، بچوں کو یہ کتاب زبانی یاد ہے جو ان کی مادری زبان میں نہیں ہے، اس افسر نے کہا، قاری صاحب! آپ نے صحیح مشاہدہ کرایا، ہم سمجھ رہے

تھے کہ یہ کتاب صرف دو گتوں کے درمیان محفوظ ہے، یہ تو سینے کے اندر بھی محفوظ ہے، ہم قرآن شریف لے جائیں گے لیکن سینوں کے اندر سے کیسے نکالیں گے؟ یہ حافظ آمنے سامنے بیٹھ کر ایک دوسرے کو قرآن شریف املاء کروادیں گے، واقعی، قاری صاحب! آپ صحیح کہہ رہے ہیں، جن لوگوں نے یہ اسکیم بنائی ہے، انہوں نے یہ بات سوچی ہی نہیں کہ یہ کتاب اللہ پاک نے سینوں میں محفوظ فرمائی ہوئی ہے۔

انگریز افسر کا مشاہدہ

اس افسر نے اپنی ڈائری کھولی اور نوٹ لکھا کہ آج میں نے فلاں گاؤں کے مدرسے میں بچوں کا زبانی قرآن شریف سنا ہے، ان بچوں کو قرآن شریف بغیر دیکھے ایسا یاد ہے کہ شاید دیکھ کر قرآن شریف پڑھنے والا بھی اتنا فر فر نہیں پڑھ سکتا، جیسے یہ سب چھوٹی عمر کے بچے قرآن شریف فر فر پڑھ رہے ہیں اور ایسے ہزاروں حافظ ہندوستان میں موجود ہیں، تو قرآن شریف کے نسخے قبضے میں لینے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا، اس پر محنت کرنا پیسہ خرچ کرنا فضول ہے۔

وہ انگریز مشاہدہ کر کے چلا گیا اور انگریزوں کی اسکیم فیل ہوگئی، آج بھی ہندوستان میں قرآن شریف ویسے ہی پڑھا اور پڑھایا جارہا ہے، جیسے پہلے پڑھا اور پڑھایا جارہا تھا۔

قرآنی کمپیوٹر حضرت قاری عبدالحلیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ

آج بھی دیکھ لو! اللہ تعالیٰ قرآن شریف کی کس طرح حفاظت فرمارہے ہیں، کچھ دن پہلے دارالعلوم کراچی کورنگی میں دو قرآنی کمپیوٹر بچے آئے تھے، سب اساتذہ اور طلبہ

نے ان کا مشاہدہ کیا تھا، اسی طرح حضرت قاری عبدالحلیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ قرآن شریف کا کمپیوٹر کہلاتے تھے، ان کے پاس ایسا کمال تھا کہ اب تک کسی حافظ میں وہ کمال دیکھا نہیں گیا، ان کے اندر یہ کمال تھا کہ وہ اعلان کرتے تھے کہ تم خود قرآن شریف کی کوئی آیت سوچو، میں بتادوں گا کہ تم نے کون سی آیت سوچی ہے، پھر وہ ایک دوسوال کرتے اور وہ آیت پڑھ کر سنا دیتے تھے، یہ قرآن کریم کا معجزہ ہے۔

قرآن شریف کو ماننے کا مطلب

چونکہ اللہ پاک نے اس کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ اس طرح اس کی حفاظت کے واقعات دکھاتے رہتے ہیں، قرآن شریف اَن مِٹ ہے، یہ نہ مٹ سکا اور نہ ہی مٹ سکے گا، یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور برحق ہے، جب یہ کتاب پکی اور سچی ہے تو اس کے اوپر ایمان لانا چاہئے، اس پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ دل سے اس بات کو مانے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے اور اس کے مطابق اپنی زندگی گزارنے کا اہتمام کرے تو وہ بھی اَن مِٹ ہو جائے گا، وہ دنیا میں سرخرو اور کامیاب ہو جائے گا اور آخرت میں بھی سرخرو اور کامیاب ہوگا۔

پیغمبروں پر ایمان

اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں پر ایمان لاؤ، اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے بے شمار انسانوں کو اپنا پیغمبر بنا کر بھیجا، پیغمبر دو قسم کے ہوتے ہیں، ایک نبی ہوتے ہیں اور دوسرے رسول ہوتے ہیں، نبی ان پیغمبر کو کہتے ہیں جن کے پاس نئی کتاب

اور نئی شریعت نہیں ہوتی، وہ پہلے آئے ہوئے نبی کی شریعت کے مطابق لوگوں کو دین کی طرف بلاتے ہیں، اور رسول ان پیغمبر کو کہتے ہیں جن کے پاس نئی کتاب اور نئی شریعت ہوتی ہے، حضرات انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار مشہور و معروف ہے، ان کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ کے رسول اور نبی ہیں، اللہ تعالیٰ نے بعض پیغمبروں کے حالات قرآن شریف میں بیان فرمادیے ہیں، اور اکثر پیغمبروں کے حالات قرآن شریف میں بیان نہیں فرمائے۔

آخرت کے دن پر ایمان لاؤ

آخرت کے دن پر ایمان لانا بھی ایمان کے اندر داخل ہے، آخرت بالکل برحق ہے، مرنے کے بعد ایک دن سب کو دوبارہ زندہ ہونا ہے، اور سب انسان میدانِ قیامت میں جمع ہوں گے، اور حساب وکتاب کے بعد کچھ لوگ جنت میں جائیں گے، کچھ جہنم میں جائیں گے، اور کچھ لوگ اعراف میں جمع ہوں گے، یہ جنت اور جہنم کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے، جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا یہ لوگ اعراف میں رہیں گے، اس کے بعد جن لوگوں کے بارے میں جنت کا فیصلہ ہوگا وہ جنت میں چلے جائیں گے۔

تقدیر پر ایمان لانا

تقدیر پر ایمان لانا بھی ایمان کا حصہ ہے، آدمی کے ساتھ جو کچھ اچھا یا برا ہوتا ہے، اور اس کو جو نفع یا نقصان پہنچتا ہے، وہ سب پہلے سے مقدر ہوتا ہے، اللہ پاک نے اپنی

مشیت کے مطابق ہر شخص کے حق میں نفع یا نقصان مقدر فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ کی مشیت، حکمت پر مبنی ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کی حکمت رحمت ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت بندہ کے حق میں سراسر خیر ہے، اللہ پاک نے اپنے کسی بندے کے حق میں جو کچھ لکھا ہے، وہ اپنی رحمت کے عین مطابق لکھا ہے، اگر آدمی اس بات کو اپنے ذہن میں بٹھالے تو اس کی بڑی سے بڑی مصیبت ہلکی ہو جائے، اس کی پریشانی معمولی ہو جائے، تو اسلام ظاہری احکام پر چلنے کا نام ہے، اور ایمان ان باتوں کو دل سے سچا ماننے کا نام ہے۔

صرف اسلام ہی ذریعۂ نجات ہے

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

بلاشبہ (سچا) دین اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہی اسلام ہے۔

(آلِ عمران:۱۹)

اسلام اور ایمان آخری دین ہے، یہ برحق ہے اور یہ قیامت تک چلے گا، اسی کو ماننا چاہیئے، اور اس کے مطابق چلنے کی کوشش کرنی چاہیئے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''جو کوئی شخص اسلام کے سوا کوئی اور دین اختیار کرنا چاہے گا، تو اس سے وہ دین قبول نہیں کیا جائے گا۔'' (آسان ترجمۂ قرآن) (آلِ عمران:۸۵، بحوالہ: ''حیات المسلمین'')

قیامت تک کے لئے اللہ پاک نے اسلام کو تمام مسلمانوں اور تمام انسانوں کے لئے مقرر فرما دیا ہے، انسانوں کی صلاح وفلاح صرف اور صرف دینِ اسلام پر چلنے

میں ہے، لہٰذا آپ اس پر جتنا چلیں گے، اتنا ہی کامیاب ہوں گے، اور اس پر نہیں چلیں گے تو تباہ و برباد ہوں گے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے فضل و کرم سے مرتے دم تک اسلام پر قائم رکھے، اور ہمارے ایمان کو محفوظ رکھے، اور اپنے ایمان کو پورا اور مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور زیادہ سے زیادہ اسلام کے احکام پر عمل کرنے سے ایمان مکمل اور مضبوط ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ توفیقِ عمل عطا فرمائیں، آمین،

وَ آخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

❁❁❁

اللّٰهُمَّ

صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ

كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ

اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

اللّٰهُمَّ

بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ

كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ

اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

كتبه الفقير نفيس الحسيني اللاهوري غفر الله ذنوبه وستر عيوبه في رمضان المبارك سنة ١٤١٣

سلسلہ درسِ حیاتُ المسلمین

ایمان سے پھر جانے کا خطرناک انجام

(۵)

شرحِ روحِ اوّل

بیان نمبر...... (۲۲)

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم

مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی

مکتبۃ الاسلام کراچی

موضوع : ایمان سے پھر جانے کا خطرناک انجام

مقام : جامع مسجد دار العلوم کراچی ۱۴

تاریخ : ۲۰ ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ

۴ مئی ۲۰۱۰ء

دن : منگل

وقت : بعد نمازِ عصر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ نحمدہٗ ونستعینہٗ ونستغفرہٗ ونؤمِنُ بہ ونتوکّل علیہ ونعوذ باللّٰہِ من شرورِ أنفسنا ومن سیئاتِ أعمالنا مَن یّھدہِ اللّٰہُ فلا مضلَّ لہٗ وَمَن یُضللہٗ فلا ھَادِیَ لَہٗ وأشھد أن لَّا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وحدہٗ لاشریک لہٗ وأشھد أنّ سیّدنا ونَبِیّنَا ومولانَا محمداً عبدہٗ و رسولہٗ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہٖ و أَصحَابِہٖ و بارک و سلَّمَ تسلیمًا کثیرًا کثیرًا.

أمّابعد!

میرے قابلِ احترام بزرگو!

دنیا وآخرت میں سب سے بڑی نعمت ایمان ہے، اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کا جتنا شکر ادا کیا جائے، کم ہے، اللہ جلّ شانہٗ کا بہت بڑا انعام اور احسان ہے کہ اُس نے اپنے فضل وکرم سے یہ نعمت عطا فرمائی ہے، اللہ تعالیٰ اس نعمت کو اس دنیا میں باقی رکھیں اور اس کو کامل فرمادیں، اور ہمیں ایمانِ کامل کے ساتھ اس دنیا سے اٹھائیں۔

حکیم الأمت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ”حیاتُ المسلمین“ کی پہلی روح میں ایمان کی اہمیت اور فضیلت بیان فرمائی ہے۔

ایمان سے پھرنے کا خطرناک انجام

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ایک آیت کا ترجمہ بیان فرماتے ہیں کہ اللہ جلّ شانہٗ

نے فرمایا کہ:

''جو شخص تم میں سے اپنے دینِ اسلام سے پھر جائے اور پھر کافر ہی ہونے کی حالت میں مرجائے تو ایسے لوگوں کے نیک اعمال دنیا اور آخرت میں سب غارت ہوجاتے ہیں اور ایسے لوگ دوزخی ہوتے ہیں اور یہ لوگ دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔''

اس آیت کی تشریح میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''یعنی دنیا میں اعمال کا غارت ہونا یہ ہے کہ اس کی بی بی نکاح سے نکل جاتی ہے، اگر اس کو کوئی مورث مسلمان مرے تو اس شخص کو میراث کا حصہ نہیں ملتا، مرنے کے بعد جنازہ کی نماز نہیں پڑھی جاتی اور آخرت میں ضائع ہونا یہ ہے کہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دوزخ میں رہتا ہے۔'' (حیات المسلمین: ص: ۱۳)

مُرتد کے لئے دنیاوی عذاب

ایمان کے بعد کفر اختیار کرنا بہت خطرناک چیز ہے، جو آدمی ایمان لانے کے بعد اسلام سے پھر جائے اس کو مرتد کہتے ہیں، اگر اسلامی حکومت ہو تو اس کے ذمے مرتد کو قتل کرنا واجب ہے، مرتد کا دنیا میں قتل ہونا بڑے عذاب اور وبال کی چیز ہے، اور اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل جائے گی، اور اگر مرتد کا کوئی رشتہ دار فوت ہوجائے، جیسے مرتد کا باپ، ماں، بیوی اور بیٹا یا بیٹی میں سے کوئی فوت ہوجائے تو اس کی میراث نہیں ملے گی، وہ اپنے مسلمان وارثوں کی وراثت سے بھی محروم ہوجائے گا، اور اگر اسی حالت میں اس کا انتقال ہوگیا تو اس کی نمازِ جنازہ بھی نہیں پڑھی جائے

گی، اس کو کافر کی طرح زمین میں گاڑا جاتا ہے، کیونکہ وہ مسلمان نہیں ہے، نماز جنازہ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت اور رحمت ہے، اس کی برکت سے مرنے والے کی بخشش ہو جاتی ہے، مرتد نمازِ جنازہ سے بھی محروم ہو جاتا ہے، مرتد کو دنیا میں اِن بڑے بڑے نقصانات کا سامنا کرنا پڑے گا۔

مرتد کا اُخروی نقصان

اور اس کو آخرت میں دو بہت بڑے نقصانات اٹھانے پڑیں گے، پہلا نقصان یہ ہے کہ اس نے مرتد ہونے سے پہلے حالتِ اسلام میں جو نیک کام کیے ہوں گے، مثلاً اس نے نمازیں، روزے، حج، زکوٰۃ، تلاوت، تسبیحات، صلہ رحمی، جہاد اور دیگر کارہائے خیر انجام دیے ہوں گے، اس کے سارے نیک اعمال برباد ہو جائیں گے، اس کو آخرت میں ان کے عوض ایک پائی بھی اجر و ثواب کی نہیں ملے گا۔

دوسرا نقصان یہ ہے کہ مرتد، کافر کی طرح ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دوزخ میں رہے گا۔

مرتد کے نکاح کا مسئلہ

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں ایک مسئلہ یہ تحریر فرمایا ہے کہ:

"اگر یہ شخص (مرتد) پھر مسلمان ہو جائے تو بیوی سے نکاح کرنا پڑے گا، بشرطیکہ بیوی بھی (اس کے نکاح میں آنے کے لئے) راضی ہو، اور اگر وہ راضی نہ ہو تو زبردستی نکاح نہیں ہو سکتا۔" (حیات المسلمین، ص:۱۳۰)

جب کوئی مسلمان مرتد ہوگا تو اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل جائے گی، اور اگر اس نے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لی اور توبہ کرلی، دوبارہ سچے دل سے کلمہ پڑھ لیا اور مسلمان ہوگیا تو اب اس کی بیوی خود بخود اس کے نکاح میں دوبارہ نہیں آئے گی، بلکہ اس کی رضامندی سے نئے مہر کے ساتھ دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے، لہٰذا اگر وہ راضی ہو تو دوبارہ نکاح ہوجائے گا اور اگر وہ راضی نہیں تو دوبارہ نکاح نہیں ہوسکتا، جو شخص کافر گھرانے میں پیدا ہوا، کافر ہی رہا اور اس کا کفر کی حالت میں انتقال ہوا تو اس کے لئے آخرت میں اللہ تعالیٰ کا غضب اور ناراضگی ہے، اور وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم کے عذاب میں گرفتار رہے گا۔

جنت و دوزخ برحق ہے

مسلمانوں کا ایمان ہے کہ جنت برحق ہے اور دوزخ بھی برحق ہے، اللہ جلّ شانہٗ نے جنت میں ایسی نعمتیں پیدا کی ہیں جو ہمارے وہم وگمان سے بالا ہیں اور دوزخ میں ایسا عذاب تیار کیا ہے جو ہمارے وہم وگمان سے بالا ہے، حدیث میں ہے کہ جس شخص نے دنیا میں ہمیشہ نعمتیں، راحتیں اور عافیتیں دیکھی ہوں گی، اس نے سکون، چین اور آرام سے زندگی گزاری ہوگی، اس نے کبھی کوئی مصیبت وتکلیف کا سامنا نہیں کیا ہوگا، ایسے عیش وآرام میں رہنے والے شخص کو ایک لمحے کے لئے جہنم میں داخل کیا جائے گا اور پھر اسے دوزخ سے نکال کر پوچھا جائے گا کہ کیا تمہیں دنیا میں کبھی کوئی راحت ملی؟ تمہیں کوئی سکون اور چین ملا؟ تو وہ کہے گا کہ راحت کسے کہتے ہیں؟ سکون اور چین کس

چیز کا نام ہے؟ یہ چیزیں مجھے نصیب نہیں ہوئیں، وہ ذرا سی دیر کے لئے جہنم میں جانے کی وجہ سے زندگی بھر کا عیش اور زندگی بھر کی راحتیں بھول جائے گا، اس کو زندگی بھر کا سکون اور چین یاد نہیں رہے گا، دوزخ کا عذاب اتنا خطرناک ہے اور اس کی تکلیف اتنی زبردست ہے۔

جنت بڑی راحت کی جگہ ہے!

حدیث میں آتا ہے کہ جس شخص نے اپنی زندگی ہمیشہ تکلیفوں، مصیبتوں اور پریشانیوں میں گزاری ہوگی، اس کو تھوڑی دیر کے لئے جنت میں داخل کیا جائے گا، اور اسے جنت میں گھما کر باہر نکالا جائے گا اور اس سے پوچھا جائے گا کہ تم نے دنیا میں کبھی کوئی تکلیف اور بیماری دیکھی؟ تم کو کبھی کوئی صدمہ اور پریشانی لاحق ہوئی؟ وہ کہے گا کہ تکلیف اور بیماری کسے کہتے ہیں؟ صدمہ اور پریشانی کیا ہوتی ہے؟ حالانکہ وہ جنت میں تھوڑی دیر کے لئے داخل ہوگا لیکن واپس آکر زندگی بھر کی پریشانیاں اور تکلیفیں بھول جائے گا، جنت ایسی چیز ہے کہ:

"مَا لاَ عَیۡنٌ رَأَتۡ وَ لاَ أُذُنٌ سَمِعَتۡ وَ لاَ خَطَرَ عَلٰی قَلۡبِ بَشَرٍ"

ترجمہ

کسی آنکھ نے نہیں دیکھا، اور نہ کسی کان نے سُنا، اور نہ کسی انسان کے دل پر اُن کا خیال گزرا۔"

جہنم ایسی بری چیز ہے کہ اس کو ذرا سی دیکھ کر آدمی زندگی بھر کی راحتیں بھول

جائے گا، جو شخص کافر ہے یا پہلے مسلمان تھا اور معاذ اللہ! وہ مرتد ہو گیا اور اسی حالت میں اس کا انتقال ہو گیا وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہے گا، حدیث شریف میں آیا ہے کہ قیامت کے دن جہنم کو کھینچ کر لایا جائے گا، جہنم کو کھینچنے کے لئے اس میں ستّر ہزار رسیاں بندھی ہوئی ہوں گی، اور اس کے مختلف حصوں میں ہر رسی کو کھینچنے کے لئے ستّر ہزار فرشتے مقرر ہوں گے، اس طرح فرشتے جہنم کو کھینچ کر میدانِ قیامت میں لے کر آئیں گے اور اس کو پل صراط کے نیچے رکھا جائے گا، پھر میدانِ قیامت میں لوگوں کا حساب و کتاب ہوگا، جن لوگوں کی مغفرت ہو جائے گی وہ خیر و عافیت کے ساتھ پل صراط سے گزر کر جنت میں چلے جائیں گے، جو لوگ اللہ تعالیٰ کے نافرمان اور کافر ہوں گے وہ پل صراط سے گزرتے وقت وہیں سے کٹ کر نیچے جہنم میں گر جائیں گے۔

جہنم کی آگ کی تیزی

جہنم کی آگ دنیا کی آگ سے ستّر گُنا زیادہ سخت ہے، دنیا میں جس قدر آگ میں تیزی ہے، اس سے ستّر گُنا زیادہ تیزی جہنم کی آگ میں ہے، چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ اللہ پاک نے جہنم کی آگ کو ایک ہزار سال تک جلانے اور تیز کرنے کا حکم دیا، وہ آگ جلتے جلتے لال رنگ کی ہو گئی، پھر اللہ تعالیٰ نے مزید ایک ہزار سال آگ کو جلانے اور تیز کرنے کا حکم دیا وہ آگ زرد رنگ کی ہو گئی، جب آگ ہلکی ہوتی ہے اس کا رنگ لال ہوتا ہے، جب آگ بہت زیادہ تیز ہو جاتی ہے وہ پیلی پڑ جاتی ہے،

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مزید ایک ہزار سال تک آگ کو جلانے اور تیز کرنے کا حکم دیا، یہاں تک کہ اب وہ آگ سیاہ ہو چکی ہے، اس کی لپٹیں زیادہ جلنے کی وجہ سے کالی پڑ گئی ہیں۔

دنیا کی آباد کاری کے پیغمبر

جہنم کی آگ دنیا کی آگ سے ستّر گنا زیادہ سخت ہے، جہنّم کی آگ کی سختی کا اندازہ اس واقعہ سے لگایئے، روایت میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور حکمت سے حضرت آدم علیہ السلام جنت سے دنیا میں تشریف لائے، ہمارے حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ حضرت آدم علیہ السلام دنیا کی آباد کاری کے پیغمبر ہیں، حضرت آدم علیہ السلام پر نماز، روزے کے احکام اور دیگر احکامِ شرع کی وحیٔ زیادہ نہیں آتی تھی، ان کے پاس اکثر یہ وحی آتی تھی کہ مٹکے، گلاس اور برتن کس طرح بنائیں؟ زمین میں کاشت کاری کیسے کریں؟ کھانا کیسے پکائیں؟ کپڑا کس طرح بُنیں؟ اس قسم کے احکامات آتے تھے، حضرت آدم علیہ السلام کو جو بات معلوم نہیں ہوتی تھی، وہ اللہ تعالیٰ سے دریافت کرتے تھے اور اس کے مطابق عمل فرماتے تھے، باقاعدہ احکامِ شرع کے بارے میں وحی حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے سے آنا شروع ہوئی ہے۔

چھوارہ برابر آگ کتنی خطرناک ہے؟

جب حضرت آدم علیہ السلام دنیا میں تشریف لائے تو یہاں کھانا پکانے کے لئے آگ کی ضرورت تھی، دنیا میں آگ نہیں تھی، اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل امین علیہ

السلام کو آگ لینے کے لئے جہنم کے داروغہ مالک کے پاس بھیجا کہ آپ جہنّم سے تھوڑی سی آگ لے کر دنیا میں پہنچاؤ، تاکہ اُس آگ سے کھانا پکایا جاسکے، حضرت جبرئیل امین علیہ السلام مالک کے پاس پہنچے اور ان سے ذکر کیا کہ مجھے حضرت آدم علیہ السلام کے لئے تھوڑی سی آگ چاہئے، تو مالک نے ان سے پوچھا کہ آپ کو کتنی آگ چاہئے؟ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے ایک چھوارہ کے برابر آگ دے دو، حضرت جبرئیل علیہ السلام کو اندازہ تھا کہ جہنّم کی آگ بہت تیز ہے، اس لئے صرف ایک چھوارہ کے برابر آگ دنیا کے لئے کافی ہوجائے گی، مالک نے کہا کہ حضرت! اگر آپ ایک چھوارہ کے برابر جہنّم کی آگ دنیا میں لے کر جائیں گے، تو اُس کی گرمی سے کھانا تو کیا پکے گا، زمین و آسمان پگھل جائیں گے، نہ زمین بچے گی اور نہ آسمان بچے گا، چھوارہ کے برابر جہنّم کی آگ میں اتنی تیزی ہے، اللہ بچائے۔

کھجور کی گُٹھلی کے برابر آگ کی گرمی

پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ اچھا! ایسا کرو کہ ایک کھجور کی گُٹھلی کے برابر جہنّم کی آگ دے دو، کیونکہ کھجور کی گُٹھلی کھجور کے مقابلے میں بہت چھوٹی ہوتی ہے، مالک نے کہا کہ حضرت! یہ آپ نے بہت آگ مانگ لی، اگر آپ کھجور کی گُٹھلی کے برابر آگ دنیا میں لے کر جائیں گے تو دنیا میں کبھی بارش نہیں برسے گی، کسی کو بھی ٹھنڈک محسوس نہیں ہوگی، دنیا میں ہمیشہ گرمی ہی گرمی رہے گی، حضرت جبرئیل علیہ السلام سوچ میں پڑ گئے کہ آخر میں کتنی آگ مانگوں؟ وہ اللہ تعالیٰ کے پاس گئے اور عرض

کیا، پروردگار! میں دنیا کے لئے جہنّم سے کتنی آگ لوں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم جہنّم سے ایک ذرّہ کے برابر آگ لو اور اس کو ستّر مرتبہ ٹھنڈے پانی میں ڈالو اور پھر اُس ذرّہ کو دنیا میں لے کر جاؤ۔

ذرّہ برابر آگ کی تیزی

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے مالک سے کہا کہ مجھے جہنّم کی ایک ذرّہ آگ دے دو، حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ذرّہ کو ستّر مرتبہ سمندر میں ڈالا، تاکہ اس کی تیزی کم ہو جائے، پھر وہ ذرّہ لے کر دنیا میں تشریف لائے، جب انہوں نے اس ذرّہ کو ایک پہاڑ کے اوپر رکھا تو اس ذرّہ کی گرمی سے وہ پہاڑ بھی پگھل گیا اور جل گیا، اور اس کا دھواں اور حرارت پتھروں کے اندر جذب ہوگئی، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا کہ اس ذرّہ کو واپس دوزخ میں پہنچادو، یہ پہاڑ کا دھواں دنیا کی آگ ہے، جو دنیا کے لئے کافی وشافی ہے۔

جہنّم کی آگ کتنی تیز ہے؟ اس کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ جہنّم کی آگ کا ایک ذرّہ ستّر مرتبہ ٹھنڈا کرنے کے بعد بھی اتنا تیز تھا کہ اس نے پہاڑ کو جلا کر رکھ دیا، اور پھر آخر وہ واپس جہنّم میں بھیج دیا گیا۔

کیا دنیاوی آگ قابلِ برداشت ہے؟

ہم دنیا کی آگ کو برداشت نہیں کرسکتے، جو جہنّم کی آگ کے ایک ذرّہ کے اثرات ہیں، تو پھر جہنّم کی آگ کتنی سخت ہوگی؟ جب ہم لوگ اپنے گھروں میں چولہے

کی آگ کو دیکھتے ہیں جو بہت ہی معمولی معلوم ہوتی ہے، اگر اس کو شیشے یا لوہے کی بھٹّی میں دیکھو، جہاں شیشہ اور لوہے کو پگھلایا جاتا ہے، اُس بھٹّی کے اندر آگ کا دریا نظر آتا ہے، اور اس کی تیزی کی وجہ سے شیشہ اور لوہا، پانی کی طرح پتلا اور آگ کی طرح سرخ ہو جاتا ہے، اگر خدانخواستہ کوئی آدمی اس بھٹّی میں چلا جائے تو وہ زندہ نہیں بچ سکتا، تو دنیا کی آگ اتنی سخت گرم ہے، الامان والحفیظ، کسی آدمی کے سر سے پیر تک آگ لگ جائے وہ اسے برداشت نہیں کر سکے گا اور مر جائے گا، تو اس سے سترّ گنا زیادہ تیز جہنّم کی آگ ہے۔

جہنّم کی لمبائی اور چوڑائی

جہنّم کی لمبائی اور چوڑائی کا صحیح علم اللہ تعالیٰ کو ہے، حدیث میں جہنّم کی گہرائی کو سمجھانے کے لئے یہ مثال دی گئی ہے کہ لوہے کی ایک بڑی گیند کو دنیا کے آسمان سے زمین پر پھینکیں، تو اگر اسے صبح پھینکیں گے تو وہ شام تک نیچے آکر گر جائے گی، اور شام کو پھینکیں تو صبح تک نیچے آکر گر جائے گی، زمین سے آسمان تک پانچ سو سال کی مسافت ہے، اس طرح وہ گیند بارہ گھنٹے میں پانچ سو سال کی مسافت طے کرے گی، اگر جہنّم کے اوپر سے لوہے کی گیند پھینکی جائے تو ایک ہزار سال میں وہ گیند اس کی تہہ تک پہنچے گی، جہنّم کی اتنی گہرائی ہے، العیاذ باللہ۔

سب سے ہلکا عذاب

حدیث میں آتا ہے کہ جہنّم کا سب سے ہلکا عذاب یہ ہے کہ جہنّم سے دو چپلیں

نکال کر کسی کو پہنائی جائیں گی، ان چپلوں کو پہننے کی وجہ سے اس شخص کا دماغ ہنڈیا کی طرح پک رہا ہوگا، ہنڈیا کو آگ پر رکھیں تو وہ اُبلتی ہے اور اس کے اندر سے کھٹ پٹ کی آواز آتی ہے، اس کو کھول کر دیکھو، تو اس میں اُبال ہوتا ہے، اس دوزخی کا دماغ صرف دوزخ کی چپلیں پہننے کی وجہ سے اس طرح پک رہا ہوگا، اس کو کتنی تکلیف ہو رہی ہوگی؟ اور وہ اس تکلیف کی وجہ سے یہ سمجھ رہا ہوگا کہ مجھے سب سے زیادہ سخت عذاب ہو رہا ہے، حالانکہ اس کو جہنّم کا سب سے ہلکا عذاب ہو رہا ہوگا، جب جہنّم کے سب سے ہلکے عذاب کا یہ حال ہے کہ اس سے دماغ ہنڈیا کی طرح پکنے لگے گا اور جس شخص کو یہ عذاب ہوگا وہ سمجھے گا کہ مجھے سب سے زیادہ سخت عذاب ہو رہا ہے، حالانکہ اس کو سب سے ہلکا عذاب ہو رہا ہوگا، تو جہنّم خود کیسی خطرناک جگہ ہوگی؟ کافر اور مرتد کو ایسی جہنّم میں ڈالا جائے گا۔

مسلمانوں کی دوزخ الگ ہے

ایمان اتنی بڑی نعمت اور دولت ہے کہ جو شخص اسلام اور ایمان پر مرتے دم تک قائم رہے گا تو انشاء اللہ تعالیٰ وہ ایسی دوزخ سے اور ایسے عذاب سے بچے گا، بعض مومن دوزخ میں جائیں گے، لیکن ان کی دوزخ کافروں کی دوزخ سے الگ ہوگی، حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "شوقِ وطن" میں آخرت میں مسلمانوں کے ساتھ ہونے والی رعایتوں کو دو جملوں میں بیان فرمایا ہے کہ کافروں کہ جہنم میں تعذیب کے لئے ڈالا جائے گا، یعنی کافروں کو جہنم میں عذاب

دینے کے لئے ڈالا جائے گا، اور وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دوزخ میں رہیں گے۔

اور مومنین کو جہنم میں تہذیب کے لئے ڈالا جائے گا، یعنی مسلمانوں کو دوزخ میں مہذب بنانے کے لیے اور گناہوں سے پاک صاف کرنے کے لیے ڈالا جائے گا، دونوں کے عذاب میں زمین وآسمان کا فرق ہے، جہنّم بڑی عذاب کی جگہ ہے، کفر وارتداد اس کے اندر جانے کا ذریعہ ہیں۔

اہلِ جہنّم کا قد وقامت کیسا ہوگا؟

کافروں کو دوزخ میں ہمیشہ کے عذاب کے لئے ڈالا جائے گا، اس لیے ان کے جسم بڑے اور لمبے چوڑے کر دیئے جائیں گے کہ ہم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے، ایک حدیث میں ہے کہ جہنم میں کافر کا جسم اتنا لمبا چوڑا کر دیا جائے گا کہ اس کے دونوں کندھوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہوگا کہ اگر تیز رفتار گھوڑ سوار تین دن تک چلے تو وہ جتنی مسافت طے کرے گا، اس کے دو کندھوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہوگا، اس کے منہ کی ایک داڑھ اُحد پہاڑ کے برابر ہوگی، آدمی کے منہ کے اندر بتّیس دانت ہوتے ہیں، تو اس کے دانت اُحد پہاڑ کے برابر ہوں گے، تو اس کا منہ کتنا بڑا اور خوفناک ہوگا؟ وہ بالکل دیو کی طرح معلوم ہوگا، بلکہ اس کے سامنے دیو بھی کچھ نہیں ہے، جہنّم میں کافر کی زبان تقریباً چھ میل تک اس کے منہ سے باہر نکلی ہوئی ہوگی، ایک روایت میں یہ ہے کہ اس کی زبان تین میل باہر نکلی ہوئی ہوگی، لوگ میدانِ قیامت میں اس کافر کی زبان پر چل رہے ہوں گے، ظاہر ہے کہ جب اس کی زبان اتنی دور تک نکلی ہوگی تو اس پر کوئی

بھی چل سکتا ہے، اس کو کتنی تکلیف ہو رہی ہوگی، اس کے کندھوں کی لمبائی، اس کی داڑھوں کی لمبائی اور اس کی زبان کی لمبائی سے اندازہ لگائیں کہ اس کا منہ اور اس کا سر کتنا بڑا ہوگا؟ حدیث میں آتا ہے کہ جہنّم میں کافر کی ران "بیــــــزا" پہاڑ کی طرح ہوگی، بیزا ایک پہاڑ کا نام ہے، جہنّم میں کافر کی ران بیزا پہاڑ کے برابر ہوگی، اور اس کے بیٹھنے کی جگہ جسے مقعد کہتے ہیں، اتنی لمبی اور چوڑی ہوگی جتنا مکے اور مدینے کے درمیان فاصلہ ہے، اس کے جسم کو اتنا لمبا اور چوڑا اسے لیے کیا جائے گا، کیونکہ مقصد اس کو عذاب دینا ہے، چھوٹے جسم کو تکلیف کم ہوتی ہے، اور بڑے جسم کو تکلیف زیادہ ہوتی ہے۔

پہاڑ "سعود" کے ذریعے عذاب

کافروں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دوزخ میں ڈال کر عذاب اور تکلیف دینی ہے، لہٰذا ان کا جسم بھی اتنا لمبا اور چوڑا کر دیا جائے گا کہ وہ ہمارے تصور سے بالا ہے، احادیث میں جو کچھ فرمایا گیا ہے وہ ہمارے سمجھانے کے لیے بتایا گیا ہے، ورنہ معلوم نہیں کہ ان کا جسم کتنا لمبا چوڑا ہوگا؟ اس لیے کہ انہوں نے دنیا میں کفر اختیار کیا اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لائے اور اسلام کو اختیار نہیں کیا، اس کی سزا کے لیے ان کو جہنّم میں ڈالا جائے گا اور ان کو جہنم میں عذابِ شدید ہوگا، جہنّم میں ایک پہاڑ ہے جس کو "سعود" کہتے ہیں، کافروں کو کہا جائے گا کہ تم اس پہاڑ کے اوپر چڑھو، ان کو ستر سال اس کے اوپر چڑھنے میں لگیں گے، جب وہ پہاڑ پر چڑھ

جائیں گے تو ان کو وہاں سے نیچے گرادیا جائے گا وہ ستر برس میں نیچے آئیں گے، جب وہ نیچے آئیں گے پھر حکم ہوگا کہ دوبارہ پہاڑ کے اوپر چڑھو، جب وہ پہاڑ پر پہنچ جائیں گے پھر انہیں پہاڑ سے گرادیا جائے گا، اس طرح ان کے ساتھ مسلسل عذاب ہوتا رہے گا، اندازہ کرو کہ جہنّم کیسی عذاب اور وبال کی جگہ ہے۔

دو دعاؤں کا اہتمام

اس لئے ہمیں ہر نماز کے بعد دو دعائیں تو ضرور مانگنی چاہئیں، پہلی دعا یہ ہے کہ یا اللہ! اپنی رضا اور جنت الفردوس عطا فرما، دوسری دعا یہ ہے کہ یا اللہ! اپنی ناراضگی اور دوزخ سے پناہ عطا فرما، ہر نماز میں جنت کا سوال کرنے کی ضرورت ہے اور دوزخ سے پناہ مانگنے کی ضرورت ہے، کیونکہ دنیا عارضی اور فانی ہے، ایک دن اس کو چھوڑنا ہے اور آخرت میں پہنچنا ہے، پھر یہ دو جگہیں ہیں، جنت یا جہنّم، جنت مل گئی تو بیڑا پار ہے اور دوزخ کا منہ دیکھنا پڑ گیا تو مُصیبت ہی مُصیبت ہے، اور یہ دونوں کام کہ جنت کا ملنا اور دوزخ سے بچنا محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہوگا، ہمارا کوئی عمل اس قابل نہیں ہے کہ ہم اس کی وجہ سے جنت کے مستحق بن جائیں اور دوزخ سے آزاد ہو جائیں، ہم بہت سے گناہوں میں مبتلا ہیں اور گناہ دوزخ میں لے جانے والے اعمال ہیں، اور باقی اعمال بھی قابلِ استغفار ہیں، اس لئے کوئی شخص اپنے کسی عمل پر ناز نہ کرے اور اپنے آپ کو اچھا اور بڑا نہ سمجھے، ہمارا کوئی بھی عمل اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں ہے، اس لئے جنت صرف اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ملے

گی، جو کچھ ملا، جس کو ملا، ان کے فضل وکرم سے ملا ہے، ہمیں جن نیک کاموں کی توفیق مل رہی ہے، اُن کا کرم ہے، اور جو کچھ توفیق ہوگی ان کے فضل وکرم سے ہوگی، اس لیے ناز کی کوئی بات نہیں ہے، نیاز ہی نیاز چاہئے، عاجزی، انکساری اور خاکساری چاہئے، اس لیے اللہ تعالیٰ سے یوں دعا کرنی چاہئے کہ یا اللہ! آپ نے ہمیں ایمان اور اسلام کی نعمت اپنے فضل سے عطا فرمائی ہے، آپ نے ہمیں یہ اتنی بڑی نعمت دی ہے کہ اس کے برابر کوئی نعمت نہیں ہے، یا اللہ! اس نعمت کو مرتے دم تک باقی رکھیے، ہم کو اور ہماری نسلوں کو اس سے مالا مال رکھیے، یا اللہ! کسی کو بھی اس نعمت سے محروم نہ فرمایئے، یا اللہ! سب کا خاتمہ ایمان پر فرمایئے، کسی کا خاتمہ کفر پر نہ ہو، یا اللہ! اپنی رحمت سے جنت دے دیجئے، یا اللہ! اپنی رحمت سے رضا دے دیجئے، یا اللہ! اپنی رحمت سے دوزخ سے بچا لیجئے، یا اللہ! اپنی رحمت سے اپنے غضب سے بچا لیجئے، اس طرح دعا مانگنے کا معمول بنایئے۔

شیخِ کامل سے تعلق رکھیں

صرف دعا کافی نہیں ہے، اس کے ساتھ ساتھ ایمان کے تقاضوں پر عمل کرنے کی کوشش شروع کردیں، ایمان کے تقاضوں کا خلاصہ دو باتیں ہیں، پہلی بات یہ ہے کہ گناہوں سے بچنے کا اہتمام کریں، دوسری بات یہ ہے کہ فرائض وواجبات، حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرنے کا اہتمام کریں، زندگی بھر یہ کام کرتے رہیں اور اس کے ساتھ ساتھ آدمی کو کسی رہبر اور رہنما کی ضرورت پڑتی ہے، لہٰذا آپ کسی متقی اور پرہیزگار، کسی

اللہ والے، متبعِ شریعت اور متبعِ سنت شیخ سے پوچھ پوچھ کر چلیں، یہ شریعت کا راستہ پوچھ پوچھ کر چلنے سے طے ہوتا ہے، عام طور پر اپنی مرضی سے چلنے پر طے نہیں ہوتا، آدمی کہیں نہ کہیں بہک جاتا اور بھٹک جاتا ہے، اکثر جہاں سے چلا تھا وہیں پر پہنچ جاتا ہے، اور جو شخص کسی شیخ کی رہنمائی میں پیہم چلتا رہتا ہے وہ منزل تک جلد پہنچ جاتا ہے۔

مُرتد ہمیشہ دوزخ میں رہے گا

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایمان لانے کے سلسلے میں چند آیتوں کا ترجمہ تحریر فرمایا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ:

''اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے:

''اے ایمان والو! اللہ پر ایمان رکھو، اور اس کے رسول پر اور اس کتاب پر جو اللہ نے اپنے رسول پر اتاری ہے اور ہر اس کتاب پر جو اس نے پہلے اتاری تھی، اور جو شخص اللہ کا، اس کے فرشتوں کا، اس کی کتابوں کا، اس کے رسولوں کا اور یوم آخرت کا انکار کرے وہ بھٹک کر گمراہی میں بہت دور جا پڑا ہے۔ جو لوگ ایمان لائے، پھر کافر ہو گئے، پھر ایمان لائے، پھر کافر ہو گئے، پھر کفر میں بڑھتے ہی چلے گئے، اللہ ان کو بخشنے والا نہیں ہے، اور نہ انہیں راستے پر لانے والا ہے۔'' (آسان ترجمۂ قرآن) (سورۃ النساء: آیت نمبر ۱۳۶، ۱۳۷)

فرمایا اللہ تعالیٰ نے:

''بے شک جن لوگوں نے ہماری آیتوں سے انکار کیا ہے ہم انہیں آگ میں داخل کریں گے، جب بھی ان کی کھالیں جل جل کر پک جائیں گی، تو ہم

انہیں ان کے بدلے دوسری کھالیں دے دیں گے تاکہ وہ عذاب کا مزہ چکھیں، بے شک اللہ صاحبِ اقتدار بھی ہے، صاحبِ حکمت بھی، اور جو لوگ ایمان لائے ہیں اور انہوں نے نیک عمل کئے ہیں، ان کو ہم ایسے باغات میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے، وہاں ان کے لئے پاکیزہ بیویاں ہوں گی اور ہم انہیں گھنی چھاؤں میں داخل کریں گے۔" (آسان ترجمۂ قرآن)

(سورۃ النساء: آیت ۵۶، ۵۷)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایمان پر قائم رکھے اور اس کے تقاضوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

وَ آخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

بسم الله الرحمن الرحيم
وما ارسلناك الا رحمة للعالمين

سلسلۂ درسِ حیاتُ المسلمین

اہلِ ایمان اور جنت کی نعمتیں

(٦)

شرحِ روحِ اوّل

بیان نمبر......(٢٣)

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم

مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی

مکتبۃ الاسلام کراچی

موضوع : اہلِ ایمان اور جنت کی نعمتیں

مقام : جامعہ دارالعلوم کراچی

تاریخ : ۱۷ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۱ھ

۱۱ مئی ۲۰۱۰ء

دن : منگل

وقت : بعد نمازِ عصر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد للّٰه نحمدهٗ ونستعينهٗ ونستغفرهٗ ونؤمِنُ به ونتوكّل عليه ونعوذ باللّٰهِ من شرورِ أنفسنا ومن سيئاتِ أعمالنا مَن يّهدِهِ اللّٰهُ فلا مضلَّ لهٗ وَمَن يُضللهُ فلا هَادِیَ لَهٗ وأشهد أن لّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وحدهٗ لاشريك لهٗ وأشهد أنّ سيّدنا ونَبِيّنَا ومولانَا محمداً عبدُهٗ و رسولهٗ صلى اللّٰه تعالٰى عليه وعلٰى آلهٖ و أَصحَابِهٖ و بارك و سلَّمَ تسليمًا كثيرًا كثيرًا.

أمّا بعد!

میرے قابلِ احترام بزرگو!

ایمان، دوزخ سے بچنے کا ذریعہ

حکیم الأمت، مجدّد الملت حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''حیات المسلمین'' کی پہلی روح میں اسلام اور ایمان کی نعمت کو اس لئے بیان فرمایا ہے کہ مسلمان اسلام پر مضبوطی کے ساتھ قائم ہو جائیں، اور روز بروز اپنے ایمان کو قوی سے قوی تر کرنے میں مشغول رہیں، اور مرتے دم تک ایمان پر قائم رہیں، غیر مسلموں کو ایمان و اسلام کے فوائد اور فضائل معلوم ہو جائیں، اور ایک صاحبِ ایمان کو ایمان کی وجہ سے دنیا و آخرت میں جو نعمتیں ملتی ہیں، وہ ان کے علم میں آجائیں، اور وہ اسلام

قبول کرلیں، اور صاحبِ ایمان بن جائیں، ایمان لانے کے بہت سارے فائدے ہیں، ان میں سے دو بڑے فائدے ہیں، پہلا بڑا فائدہ یہ ہے کہ جو شخص ایمان لائے گا اور نیک عمل کرے گا، وہ دوزخ کے عذاب سے بچ جائے گا، دوزخ انتہائی بدترین جگہ ہے، اس کا عذاب بہت خوفناک اور ہولناک ہے۔

دوزخ کے عذاب کی تفصیلات

دوزخ کے عذاب کی تفصیلات قرآن وحدیث میں مذکور ہیں، دوزخ کے عذاب کی تھوڑی سی تفصیل گذشتہ منگل کو بیان کی گئی تھی، اللہ تعالیٰ ہم کو اور سب مسلمانوں کو دوزخ کے عذاب سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

ایمان، جنت کے حصول کا ذریعہ

ایمان لانے کا دوسرا بڑا فائدہ یہ ہے کہ جو شخص ایمان لائے گا اور نیک عمل کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے جنت میں جائے گا، جنت ایسی جگہ کا نام ہے کہ وہاں کی نعمتیں اور خوشیاں، راحتیں اور مسرتیں، سہولتیں اور آسانیاں اپنی مثال آپ ہیں، اللہ تعالیٰ نے کلام پاک میں جگہ جگہ جنت کی نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیثِ طیبہ میں جنت کی نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے، جنت کی نعمتیں مؤمن کو عارضی طور پر اور چند روز کے لئے نہیں ملیں گی، بلکہ وہ نعمتیں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہوں گی۔

یہ اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے، مؤمن کی زندگی محدود ہے، انسان کی زندگی سے

بچپن نکال دو، بالغ ہونے سے مرتے دم تک کی زندگی سے گناہوں میں غفلت اور لاپروائی میں گزارے ہوئے اوقات الگ نکال دو، اب باقی بچے ہوئے اوقات میں اُس نے جو نیک اعمال کیے ہیں وہ اقلِ قلیل ہیں، یعنی وہ نہایت تھوڑے سے ہیں، اور عقل کا تقاضا یہ ہے کہ جتنے دن اُس نے دنیا میں اطاعت کی، اتنے دن اُس کو مرنے کے بعد راحت ملنی چاہیے، اُس نے عمل کیا پچیس سال یا چالیس، پچاس سال، لیکن اُس کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نعمتیں ملیں گی، یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، ان کی عنایت اور مہربانی ہے کہ مؤمن کو ایمان لانے اور اسلام پر چلنے کی وجہ سے آخرت میں جنت نصیب ہوگی، اس لئے ہر مؤمن کو چاہیے کہ وہ مرتے دم تک ایمان پر قائم رہے اور کسی قیمت پر بھی ایمان سے نہ ہٹے، اور غیر مسلموں کو چاہیے کہ جنت کی بیش بہا، لازوال اور ابدی نعمتوں کو حاصل کرنے کے لیے کفر وشرک سے توبہ کریں، اور دینِ اسلام کو قبول کریں، اللہ جلّ شانہٗ اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں، اور اپنے آپ کو جنت کا مستحق بنائیں۔

اہلِ جنّت کی صفیں

حدیث شریف میں آتا ہے کہ جنت میں جانے والوں کی ۱۲۰ صفیں ہوں گی، ان میں سے ۸۰ صفیں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی ہوں گی، اور باقی دوسرے انبیاء علیہم السلام کی امتوں کی ہوں گی، یہ اللہ تعالیٰ کی کتنی بڑی رحمت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سب سے آخر میں آئی، اور پچھلی امتوں میں کم ازکم ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام آئے، اللہ تعالیٰ نے چند مشہور انبیاء علیہم الصلاۃ

ایسی راحتوں اور نعمتوں کی جگہ ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو جنت نصیب فرمائے، آمین۔

جنت کی حور کی خصوصیت

ایک حدیث میں ہے کہ جنت کی نعمتیں ایسی ہیں کہ

"مَا لاَ عَيْنٌ رَأَتْ وَ لاَ أُذُنٌ سَمِعَتْ وَ لاَ خَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ"

ترجمہ

کسی آنکھ نے نہیں دیکھا، اور نہ کسی کان نے سُنا، اور نہ کسی انسان کے دل پر اُن کا خیال گزرا۔"

جنت کی نعمتیں اَن گنت اور بے شمار ہیں، اور جنت کی نعمتیں ایسی بے مثال اور لاجواب ہیں کہ کسی انسان نے صحیح طور پر ان کا مشاہدہ نہیں کیا، وہاں جا کر ہی ان نعمتوں کا مشاہدہ ہوگا، اللہ تعالیٰ نصیب فرمائے، آمین۔

ایک حدیث میں ہے کہ اللہ پاک نے اہلِ جنت کے لئے حوریں بنائی ہیں، اُن حوروں میں سے ایک حور دنیا میں ذرا سا جھانک لے تو زمین سے لے کر آسمان کے درمیان کا سارا خلا منور ہو جائے اور خوشبو سے بھر جائے، زمین سے لے کر آسمان تک کتنی زیادہ مسافت ہے؟ ان کے درمیان کتنا زیادہ فاصلہ ہے؟ اس کا ہم صحیح طرح اندازہ بھی نہیں لگا سکتے، اس حور کے صرف دیکھنے کی وجہ سے یہ پورا خلا روشنی سے منور ہو جائے گا اور خوشبو سے بھر جائے گا، اس حور کا صرف سر کا دوپٹہ دنیا و مافیھا سے قیمتی ہے، دنیا میں جتنی نعمتیں اور جتنی قیمتی چیزیں ہیں، اُن سب سے زیادہ قیمتی اُس حور کا دوپٹہ ہے۔

جنت کو عقل سے نہ سمجھیں

حدیث میں ہے کہ جنت کا ایک درخت اتنا لمبا چوڑا ہے کہ اگر اس کے نیچے کوئی گھوڑے سوار چلے تو سو سال میں جا کر اس کی مسافت کو طے کرے گا، اصل بات یہ ہے کہ جنت اور دوزخ ایمان لانے کی چیزیں ہیں، عقل سے سمجھ میں آنے والی چیزیں نہیں ہیں، علماء کرام نے بیان فرمایا ہے کہ جب بچہ ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے تو وہ سمجھتا ہے کہ بس میری دنیا یہی ہے، وہ اسی پیٹ کو سب کچھ سمجھتا ہے، لیکن جب وہ دنیا میں آتا ہے تو اُسے پتہ چلتا ہے کہ ارے! ماں کا پیٹ کچھ بھی نہیں تھا، دنیا بہت بڑی ہے، ماں کے پیٹ کے مقابلے میں دنیا کتنی کشادہ اور کتنی وسیع وعریض، کتنی لمبی، چوڑی اور کتنی اونچی ہے؟

انسان دنیا کو سمجھتا ہے کہ یہ دنیا بہت بڑی ہے، لیکن جب عالمِ برزخ میں جائے گا، عالمِ برزخ دنیا اور آخرت کے درمیان ایک عالم کا نام ہے، مرنے کے بعد آدمی کی روح وہاں چلی جاتی ہے، جب انسان عالمِ برزخ کو دیکھے گا تو حیران رہ جائے گا، کیونکہ عالم برزخ اتنا بڑا ہے جتنا ماں کے پیٹ کے مقابلے میں دنیا بڑی ہے، عالمِ برزخ اس دنیا سے لاکھوں اور کروڑوں گنا وسیع ہے، وہاں مؤمن کی قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ بن جاتی ہے اور کافر کی قبر جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا بن جاتی ہے، اور جب آدمی عالم برزخ سے عالمِ آخرت میں پہنچے گا، وہاں حساب وکتاب ہوگا، پل صراط سے گزر کر جنت یا جہنم میں جانا ہوگا، آدمی عالمِ آخرت کو دیکھ کر حیران رہ جائے گا، کیونکہ عالمِ آخرت، عالمِ برزخ سے اتنا بڑا ہے جیسے ماں

کے پیٹ کے مقابلے میں دنیا بڑی ہے، عالمِ آخرت کتنا بڑا ہے؟ اس کا کچھ ٹھکانہ ہی نہیں ہے، جنت کی لمبائی، چوڑائی اور اس کی نعمتوں کی حقیقت اللہ جلّ شانہٗ ہی جاننے والے ہیں، ہم اور آپ نہیں جان سکتے، لہٰذا جنت کو مان لو خواہ عقل میں آئے یا نہ آئے اور جنت کو اللہ تعالیٰ سے مانگو۔

حافظِ قرآن کے لئے حیرت انگیز درخت

ایک روایت گو سنداً ضعیف ہے، مگر ضعیف روایت بھی فضائل میں معتبر ہوتی ہے، اس لیے اس کو بیان کیا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف پورا حفظ کرنے والے کو جنت میں ایک اتنا لمبا چوڑا درخت عطا فرمائیں گے، جس کا ایک پتہ اتنا بڑا ہوگا کہ اُس کے ایک کنارے سے کوّے کا بچہ انڈے سے نکل کر اُڑنا شروع کرے اور اُڑتے اُڑتے اُس کا بچپنہ ختم ہو جائے، پھر وہ اُڑتے اُڑتے جوان ہو جائے، پھر وہ اُڑتے اُڑتے بوڑھا ہو جائے، پھر وہ اُڑتے اُڑتے مر جائے، تب بھی وہ جنت کے درخت کے پتے کے دوسرے کنارے تک نہیں پہنچے گا، تو جب جنت کے درخت کا ایک پتہ اتنا بڑا ہوگا، تو وہ درخت کتنا بڑا ہوگا؟ اور اُس کے دوسرے پتے کتنے لمبے چوڑے ہوں گے؟ اس کی شاخیں کتنی لمبی چوڑی ہوں گی؟ اس کا تنا کتنا بڑا ہوگا؟ اور اس کے نیچے کی مسافت کتنی لمبی ہوگی؟ جنت کے درختوں کی لمبائی چوڑائی ہمارے اندازوں سے بالا ہے، جنت میں ایسے درخت ہیں، جو اہلِ جنت کو ملیں گے۔

جنتی بننا ہر ایک کے اختیار میں ہے

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی زندگی اہلِ جنت کے طریقوں پر گزارنے کی توفیق عطا

فرمائے، آمین، اس کے لئے دعا کرنی چاہئے اور عمل بھی کرنا چاہئے، جنت میں لے جانے والے سارے اعمال اختیاری ہیں، اور دوزخ میں لے جانے والے اعمال بھی اختیاری ہیں، ہم سب کے اختیار میں سارے اعمالِ صالحہ ہیں، کوئی نیکی بھی اختیار سے باہر نہیں ہے، لہٰذا بندہ ان کو کرتا رہے، اور ہم سب کے اختیار میں سارے گناہ اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں ہیں، ان سب کو آدمی اپنے اختیار اور ارادے سے کرتا ہے، یہ خود بخود نہیں ہوتے، لہٰذا ان سے بچتا رہے، جہاں غلطی ہوجائے وہاں توبہ کرتا رہے، تا زندگی اس طرح چلتا رہے تو سمجھ لو کہ وہ جنت کے راستے پر چل رہا ہے، جنّت اللہ تعالیٰ کی بے پایاں نعمتوں اور رحمتوں کی جگہ ہے، اور دوزخ اللہ تعالیٰ کے عذابوں، ناراضگیوں اور غضب کا محل ہے۔

موت کو موت آجائے گی

جب جنتی جنت میں چلے جائیں گے اور دوزخی دوزخ میں چلے جائیں گے، حدیث شریف میں آتا ہے کہ جنت اور جہنم کے درمیان ایک مینڈھا لاکر رکھا جائے گا اور وہ موت ہوگی، وہ موت جو دنیا میں آیا کرتی تھی، اور آپ کہتے اور سنتے تھے کہ فلاں مرگیا اور فلاں کا انتقال ہوگیا، بہر حال موت کو ایک مینڈھے کی شکل میں لایا جائے گا، پھر اس کو جنت اور جہنم کے درمیان رکھ کر ذبح کردیا جائے گا، گویا وہاں موت کو موت آجائے گی، اس کے بعد جنتیوں سے کہا جائے گا کہ تم ہمیشہ ہمیشہ کے لئے زندہ رہوگے، تمہیں کبھی موت نہیں آئے گی۔

دوزخیوں کے لئے ایک اور عذاب

اور دوزخیوں کو کہا جائے گا کہ تم ہمیشہ ہمیشہ زندہ رہوگے، اب تمہیں کبھی موت نہیں آئے گی، کیونکہ موت ختم ہوگئی، تو یہ اعلان سن کر جنتیوں کی خوشی کی کوئی انتہاء نہ رہے گی، اس لئے کہ دنیا میں انسان کو سب سے بڑا یہ دھڑکا لگا رہتا ہے کہ میں کہیں مر نہ جاؤں، اگر میں مرگیا تو سب کچھ ختم ہوجائے گا، جنت میں جا کر یہ ڈر ختم ہوجائے گا، آدمی کو سب سے بڑھ کر یہ خوشی ہوگی، اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے جنت میں پہنچادیا اور اپنے فضل وکرم سے جنت کی نعمتیں عطا فرمادیں۔

موت کو موت آنے کا اعلان سن کر اہلِ جہنم کے غم کی کوئی انتہاء نہ رہے گی، کیونکہ کافر ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے، ان کو عذاب کیسا ہی سخت یا ہلکا ہو، لیکن انہیں موت نہیں آئے گی، دوزخیوں کو چوبیس گھنٹے عذاب ہوگا، اس لیے یہ ان کے لیے انتہائی غم اور صدمے کی بات ہوگی، اس لئے کہ دنیا میں کوئی آدمی کتنی ہی بڑی سے بڑی مصیبت، پریشانی اور تکلیف میں مبتلا ہو، لیکن آخرکار وہ یہ سمجھتا ہے کہ میں مرجاؤں تو اس سے نجات پاجاؤں گا۔

کیا موت کی دعا کرنا صحیح ہے؟

بعض لوگ مصیبتوں، پریشانیوں اور تکلیفوں میں مبتلا ہوجاتے ہیں تو وہ تنگ آکر خودکشی کرلیتے ہیں، حالانکہ خودکشی کرنا حرام اور گناہِ کبیرہ ہے، خودکشی کرنا بہت بڑا گناہ ہے، مصیبتوں، پریشانیوں اور تکلیفوں سے گھبرا کر موت کی تمنا بھی منع ہے، مصیبتوں

سے گھبرا کر یہ کہنا کہ یا اللہ! اب مجھ سے یہ صدمہ نہیں دیکھا جاتا، یہ غم اور تکلیفیں مجھ سے برداشت نہیں ہوتیں، مجھے آپ موت دے دیجئے، اس طرح تمنا کرنا بھی منع ہے، اور اس طرح دعا بھی نہیں مانگ سکتا، حدیث میں آتا ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ سے یوں کہہ سکتا ہے کہ یا اللہ! جب تک میرا زندہ رہنا بہتر ہو مجھے زندہ رکھیے گا، اور جب میرے لئے مرنا بہتر ہو مجھے موت دے دیجئے گا۔

جہنم میں جانے کے بعد موت کو بھی موت آجائے گی، اس لئے جنتی ہمیشہ جنت کی نعمتوں میں رہیں گے اور دوزخی ہمیشہ دوزخ کے عذابوں میں رہیں گے۔

ساٹھ میل لمبا اور ساٹھ میل چوڑا موتی کا خیمہ

حدیث میں ہے کہ بندۂ مومن کے لیے جنت میں صرف ایک موتی سے بنا ہوا خیمہ ہوگا، وہ اندر سے خالی ہوگا، اس کی لمبائی چوڑائی ساٹھ میل ہوگی، آپ نے ایسا موتی کہیں سُنا ہے؟ موتی چھوٹے چھوٹے ہوتے ہیں، لیکن جنت کا یہ موتی ساٹھ میل لمبا اور ساٹھ میل چوڑا ہوگا، اس کے ہر گوشے میں مومن کے گھر والے رہ رہے ہوں گے، وہ کبھی کسی کے ہاں ملنے جائے گا، کبھی کسی کے ہاں کھانا کھانے جائے گا، وہاں موج ہی موج ہوگی، اللہ تعالیٰ نصیب فرمائے، آمین، اللہ تعالیٰ نے جنت میں کیسی کیسی نعمتیں پیدا کی ہیں۔

شیشے کی طرح صاف چہرے والی

ایک حدیث میں ہے کہ جنت میں مؤمن ستر مسندوں اور تکیوں پر ٹیک لگائے

گا، کیونکہ وہ مختلف جگہوں پر رکھے ہوئے ہوں گے، وہ کبھی اس تخت پر جا کر بیٹھ جائے گا اور کبھی دوسرے تخت پر جا کر بیٹھ جائے گا، تو وہ جنتی ایک جگہ ٹیک لگائے ہوگا کہ ایک عورت آئے گی اور اس کے کندھے ہلا کر اپنی طرف متوجہ کرے گی، وہ جنتی اس کو دیکھے گا تو اس کو اپنا چہرہ اس عورت کے چہرے میں نظر آئے گا، یعنی اس عورت کا چہرہ شیشے کی طرح اتنا شفاف اور چمکدار ہوگا کہ اس کو اپنی صورت اس کے چہرے میں نظر آئے گی، جیسے ہمیں اپنی صورت شیشے میں نظر آتی ہے، وہ جنتی اس سے پوچھے گا کہ آپ کون ہیں؟ وہ کہے گی کہ میں ''مزید'' میں سے ہوں، یعنی اللہ پاک نے اہلِ جنت کے لئے جو مزید نعمتیں بنائی ہیں، میں ان میں سے ہوں، اس عورت کے سر پر جو تاج ہوگا، اس کا ہر موتی دنیا و مافیہا سے بہتر ہوگا، دنیا کے چاند اور سورج سے کہیں زیادہ اس میں روشنی ہوگی۔

اہلِ جنت کے لئے چار خوشخبریاں

حدیث میں آتا ہے کہ جب سارے جنتی جنت میں چلے جائیں گے تو ایک اعلان کرنے والا چار باتوں کا اعلان کرے گا، ان چار میں سے ایک اعلان یہ ہوگا کہ اے جنتیو! تم ہمیشہ صحت مند رہو گے اور اب تمہیں کبھی بیماری نہیں آئے گی، نزلہ، کھانسی اور بخار نہیں ہوگا، اب تمہیں کسی قسم کی چھوٹی بڑی بیماری نہیں ہوگی، دوسرا اعلان یہ ہوگا کہ تم یہاں ہمیشہ زندہ رہو گے، اب تمہیں کبھی موت نہیں آئے گی، تیسرا اعلان یہ ہوگا کہ اب تم ہمیشہ جوان رہو گے، کبھی بڑھاپا نہیں آئے گا جو مصیبتوں اور تکلیفوں کا

سبب ہے عربی کا مشہور شعر ہے۔

اَلَا لَيْتَ الشَّبَابَ يَعُوْدُ يَوْمًا

فَأُخْبِرُهُ بِمَا فَعَلَ الْمَشِيْبُ

ترجمہ

اے کاش! کسی روز جوانی واپس آجاتی تو میں اس کو بتاتا کہ بڑھاپے نے اس کو کیا کیا ستایا ہے (کہ مجھے، نہ کھانے کا رکھا، نہ پینے کا رکھا، نہ چلنے کا رکھا، نہ بولنے کا رکھا۔)

جنتی بڑھاپے کی مصیبتوں سے کبھی دوچار نہیں ہوں گے، اور چوتھا اعلان یہ کریگا کہ اب تم ہمیشہ نعمتوں میں رہو گے، کبھی ان سے محروم نہ ہوگے ہمیشہ کھانے، پینے، پہننے اور اوڑھنے بچھونے کی نعمتوں میں مست اور مگن رہو گے، اب کبھی تنگدستی نہیں ہوگی، یہاں تنگدستی کا کوئی خانہ نہیں ہے، تنگ دستی دنیا میں آیا کرتی تھی، یہاں خوشحالی ہی خوشحالی اور فارغ البالی ہی فارغ البالی ہے، یہاں نعمتیں ہی نعمتیں ہیں۔

اہلِ جنت کے خادم اور بیویاں

ایک حدیث میں ہے کہ سب سے کم تر جنتی کے اسّی ہزار خادم اور نوکر چاکر ہوں گے، اور بہتّر بیویاں اللہ تعالیٰ اس کو عطا فرمائیں گے، آپ نے رمضان شریف کے فضائل میں بارہا سُنا ہوگا کہ حدیث میں ہے کہ جو آدمی ایمان اور احتساب کے ساتھ روزے رکھتا ہے اللہ تعالیٰ رمضان شریف کی ہر رات میں اس کا ستّر عورتوں سے نکاح کردیتے ہیں، یہ جنت کی کتنی عجیب وغریب نعمتیں ہیں جو ایمان کی بدولت ملیں گی، جو

شخص ایمان پر مرتے دم تک قائم رہے گا، اس کو اوّلاً یا آخرًا یہ نعمتیں ضرور ملیں گی۔

آخری جنّتی کا عجیب واقعہ

ایک شخص سب سے آخر میں دوزخ سے نکل کر میں جائے گا، وہ سب سے ادنیٰ درجے کا جنتی ہوگا، اس کا واقعہ تفصیل کے ساتھ حدیث میں آتا ہے، میں وقت کی کمی کی وجہ سے اس واقعہ کا آخری حصہ آپ کو سناتا ہوں کہ جب سب سے آخری جنتی اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے جنت میں قدم رکھے گا، تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ ہم نے تمہارے لیے جنت میں بہت ساری جگہ رکھی ہوئی ہیں، وہ دیکھے گا کہ ساری جنت بھری ہوئی ہے، سب لوگ اپنے محلوں اور باغات میں مست ومگن ہیں، وہ کہے گا کہ یا اللہ! مجھے کوئی جگہ خالی نظر نہیں آرہی، پھر اللہ تعالیٰ اس کی رہنمائی فرمائیں گے، اور اس کو جنت میں اس دنیا سے دس گنا بڑی جگہ عطا فرمائیں گے، جنت کی نعمتیں عطا فرمانے کے بعد اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے، اب تم مجھ سے مانگو تمہیں کیا کیا چاہئے؟ وہ مانگتا جائے گا اور اللہ تعالیٰ عطا فرماتے جائیں گے، یہاں تک وہ چپ ہو جائے گا، پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ کچھ اور مانگو، پھر وہ تھوڑی دیر سوچ ساچ کر کچھ مانگے گا، اللہ تعالیٰ وہ بھی عطا فرمادیں گے، پھر اللہ تعالیٰ اس سے کہیں گے کہ کچھ اور مانگو، پھر وہ بہت سوچے گا، لیکن اس کی سمجھ میں کہاں آئے گا؟

جیسے ہم تھوڑی سی دعائیں مانگنے کے بعد سوچنے لگتے ہیں کہ اب کیا مانگیں؟ یہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم پر احسان ہے کہ آپ نے خود ہی دعائیں مانگ کر

ہمیں بتا دیا کہ اللہ تعالیٰ سے یہ مانگو، بہر حال وہاں جنتی خاموش ہو جائے گا، پھر خود اللہ تعالیٰ اس کو یاد دلائیں گے کہ فلاں چیز تو نے نہیں مانگی، اس کی تجھے ضرورت ہے، پھر وہ کہے گا، جی ہاں! یہ بہت ضروری چیز تھی، یہ مجھے دے دیجئے، پھر اللہ تعالیٰ اس کو یاد دلاتے جائیں گے اور وہ ہاں ہاں کرتا جائے گا، اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ جو کچھ تو نے مانگا، وہ بھی دیا اور اس کا دس گنا اور دیا، اللہ تعالیٰ کی عطا میں کوئی کمی نہیں ہے، بلکہ ان کی عطا غیر محدود ہے، اور عطا غیر منقطع ہے، تو جنت بے مثال اور راحتوں کی جگہ ہے، اس میں نہ ختم ہونے والی نعمتیں ہیں۔

دنیا اور جنت کی نعمتوں میں فرق

ہمارے حضرت، مفتیِ اعظم پاکستان، مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ دنیا کی نعمتوں اور جنت کی نعمتوں کے صرف نام ایک جیسے ہیں، لیکن دونوں کی حقیقت الگ الگ ہے، مثال کے طور پر دنیا میں انگور ہیں جنت میں بھی انگور ہوں گے، دنیا میں انار ہیں جنت میں بھی انار ہوں گے، دنیا میں کھجور ہے جنت میں بھی کھجوریں ہوں گی، دنیا میں دودھ ہے جنت میں بھی دودھ ہوگا، یہاں شہد ہے وہاں بھی شہد ہوگا، یہاں شراب ہے وہاں بھی شراب ہوگی، یہاں پانی ہے وہاں بھی پانی ہوگا، یہاں محلات ہیں وہاں بھی محلات ہیں، دنیا اور جنت کی نعمتوں کے صرف نام ایک جیسے ہیں، لیکن دنیا کی نعمتوں کا جنت کی نعمتوں کے ساتھ کوئی جوڑ نہیں ہے۔ ان کی حقیقت، ان کی لذت بالکل ایک دوسرے سے الگ ہوگی اللہ تعالیٰ نصیب فرمائے، آمین۔

جنت کی سب سے بڑی نعمت

حضرت سعید ابن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ جلیل القدر تابعی ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میری ملاقات حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوگئی، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور تم کو جنت کے بازار میں جمع فرمائے، میں نے ان سے کہا کہ حضرت! کیا جنت میں بازار بھی ہوگا؟ انہوں نے فرمایا کہ ہاں! اور پھر اس کی صورتحال یہ بتائی کہ جب سارے جنتی جنت میں چلے جائیں گے اور سارے دوزخی دوزخ میں چلے جائیں گے تو اللہ تعالیٰ جنتیوں کو اس بات کا اندازہ عطا فرمائیں گے کہ دنیا کے وقت کے حساب سے ایک ہفتہ گزر گیا ہے اور جمعہ کا دن آ گیا ہے، اور ان کو اس بات کا بھی اندازہ ہو جائے گا کہ وہ اس وقت جمعہ کی نماز پڑھا کرتے تھے، تو اہل جنت جمعہ کی نماز کے وقت میدانِ مزید میں جمع ہوں گے، اس میدان کے اندر بیٹھنے کے لیے یاقوت، زمرد، مشک، ہیرے جواہرات، سونے اور چاندی کے تخت، کرسیاں اور مسہریاں ہوں گی، حضرات انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام، صدّیقین، شہداء، صالحین اور مومنین اپنے اپنے درجے کے مطابق اپنی اپنی جگہ پر جا کر بیٹھیں گے، سب سے کم درجے کا جنتی مشک وغیرہ کے ٹیلے پر بیٹھے گا، اور اُن سب کے بیچوں بیچ عرش لایا جائے گا، اور وہاں اللہ جل شانہ کی زیارت ہوگی، اللہ جل شانہ کی زیارت ایسی صاف صاف ہوگی، جیسے چودھویں کی رات میں چاند صاف نظر آتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ہر جنتی سے الگ گفتگو

اللہ تعالیٰ کی زیارت جنت کی نعمتوں میں سے سب سے بڑی نعمت ہوگی، اللہ تعالیٰ کی زیارت کرتے ہوئے جنت کی ساری نعمتیں ہیچ اور کم تر معلوم ہوں گی، اللہ جل شانہ ہر جنتی کی طرف متوجہ ہوں گے، ایسا نہیں ہوگا کہ صرف دور سے زیارت ہورہی ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو بار بار نصیب فرمائے، آمین، اللہ تعالیٰ ہر ایک جنتی سے الگ الگ بات چیت فرمائیں گے، ایک جنتی سے اللہ تعالیٰ بات کریں گے اور فرمائیں گے کہ کیا تم نے فلاں دن میری نافرمانی نہیں کی تھی؟ اللہ تعالیٰ اس کو مزید نافرمانیاں یاد دلائیں گے، وہ اقرار کرے گا کہ پروردگار! آپ نے مجھے معاف نہیں فرمادیا؟ اللہ جلّ شانہ' فرمائیں گے کہ تمہیں معاف کردیا ہے، اس لئے تو تم یہاں بیٹھے ہوئے ہو، اگر ہم تمہیں معاف نہ کرتے تو تم یہاں کیسے آتے؟ اس طرح اللہ تعالیٰ اہل جنت سے بے تکلفی کے ساتھ گفتگو فرمائیں گے، اس طرح زیارت ہورہی ہوگی کہ اچانک ایک بادل سامنے آجائے گا اور اہل جنت کی آنکھوں پر پردہ ہوجائے گا۔

جنت کا حیرت انگیز بازار

زیارت کے بعد ایک اعلان کرنے والا اعلان کرے گا کہ ہم نے تمہارے اعزاز واکرام کے لئے کچھ چیزیں تیار کر رکھی ہیں، اب ان کو لے لو، جنتی میدانِ مزید سے اٹھ کر ایک بازار میں جائیں گے، اس بازار کے اندر ایسی نعمتیں ہوں گی کہ ہم ان کا یہاں تصور بھی نہیں کر سکتے، اس بازار میں پیسوں سے نہ کچھ خریدا جائے گا اور نہ

کچھ بیچا جائے گا، وہ مفت بازار ہوگا، جیسے یہاں جمعہ بازار اور اتوار بازار ہوتا ہے، اور وہاں ہمیشہ پیسے دینے پڑتے ہیں، وہ جنت کا مفت بازار ہے، اس کی قیمت دنیا میں ادا ہوتی ہے اور وہ قیمت ہے اعمالِ صالحہ اور گناہوں سے اجتناب، یہاں پیسے جمع کرادو اور وہاں جا کر مفت خریداری کرو، جنت کے بازار کی نعمتوں کو دیکھ کر یہ چیز بھی لے لوں، فلاں چیز بھی لے لوں، جس شخص کا جس چیز کو لینے کا دل چاہے گا وہ اس کو اٹھا لے گا، وہاں فرشتے بیچنے کے لئے بیٹھے ہوئے ہوں گے، لیکن وہ دام نہیں بتائیں گے اور پیسے بھی نہیں لیں گے، وہ کہیں گے کہ یہ چیز آپ کو اچھی لگ رہی ہے آپ لے لو۔

جنت میں خوبصورت چہروں کی تبدیلی

ایک روایت میں ہے کہ اس بازار میں ایک دوکان پر ایک سے ایک خوب صورت شکلیں، اور چہرے رکھے ہوئے ہوں گے، اور جو جنت کے اس بازار میں جائے گا، وہ کہے گا، ارے! یہ بہت خوب صورت چہرہ ہے، یہ بڑی خوب صورت شکل ہے، یہ شکل مجھے بہت اچھی لگ رہی ہے، اس کی آنکھیں اور بھوئیں بڑی خوب صورت ہیں، اس کی بڑی بڑی پلکیں ہیں، کاش! میری شکل ایسی ہوجائے، وہ یہ تمنا کرے گا اور ایک دم بغیر کسی تکلیف کے فوراً آپریشن ہوجائے گا اور جو شکل اس کے سامنے رکھی ہوئی ہوگی، فوراً اس کے او پر فٹ ہوجائے گی، اور اس کی شکل بدل جائے گی، سبحان اللہ! اس طرح جنت کے بازار کے اندر جنتی جمع ہوں گے۔

جنت میں کوئی تکلیف نہیں ہوگی

وہاں ایک دوسرے سے ملاقاتیں بھی ہوں گی، ایک اعلیٰ درجے کے جنتی کی دوسرے ادنیٰ درجے کے جنتی سے ملاقات ہوگی، تو ادنیٰ درجے کے جنتی کو اعلیٰ درجے کے جنتی کے کپڑے بڑھیا لگیں گے، اور وہ دل میں کہے گا کہ اس کا سوٹ بڑا لاجواب ہے، میرا ایسا سوٹ نہیں ہے، ابھی وہ دونوں بات چیت ختم نہیں کر پائیں گے کہ اس ادنیٰ درجے کے جنتی کا لباس اعلی درجے کے جنتی کے لباس جیسا ہو جائے گا اور اس کو اپنا لباس بہت اچھا اور بہت عمدہ لگنے لگے گا، کیونکہ جنت میں کسی کے دل کو کوئی ٹھیس نہیں پہنچے گی، جنت میں کسی کو کسی سے کوئی تکلیف نہیں ہوگی، وہاں تکلیف کا کوئی خانہ نہیں ہے۔

زیارتِ خداوندی کا نور

اہلِ جنت بازار سے فارغ ہو کر اپنے اپنے گھروں کو جائیں گے تو گھر والے کہیں گے کہ آپ بڑے شاندار اور حسین دولہا بن کر آئے ہو، پہلے آپ اتنے خوب صورت نہیں لگتے تھے، واپس آکر اتنے حسین اور اتنے خوب صورت لگ رہے ہو، ماشاء اللّٰہ، وہ جنتی کہے گا کہ میں کیوں نہ خوب صورت لگوں؟ میں ربِّ ذُوالجلال کی زیارت کر کے آیا ہوں، یہ ان کی زیارت کا نور ہے، جنت ایسی عجیب اور نہ ختم ہونے والی نعمتوں کی جگہ ہے، اس جنت کو حاصل کرنے کے لئے ایمان لانا چاہئے، ایمان کے تقاضوں کو پورا کرنا چاہئے، اور مرتے دم تک ایمان پر قائم رہنا چاہئے۔

مسلمانوں کے لئے نصیحت

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

ف:۔ ان آیتوں میں اسلام والوں کے لئے جنت کی نعمتوں اور اسلام سے ہٹنے والوں کے لئے دوزخ کی مصیبتیں تھوڑی سی بیان کی گئی ہیں، دوسری آیتوں اور حدیثوں میں جنت کی طرح طرح کی نعمتیں اور دوزخ کی طرح طرح کی مصیبتیں بہت سی بیان ہوئی ہیں۔

مسلمانو! دنیا کی زندگی بہت تھوڑی سی ہے، اگر اسلام پر قائم رہ کر مان لیا کہ تھوڑی سی تکلیف بھی بھگت لی، تب بھی مرنے کے ساتھ ہی ایسے عیش و چین دیکھو گے کہ یہاں کی سب تکلیفیں بھول جاؤ گے، اگر کسی لالچ سے یا کسی تکلیف سے بچنے کے لئے کوئی شخص خدانخواستہ اسلام سے پھر گیا، تو مرنے کے ساتھ ہی مصیبت کا سامنا ہوگا کہ دنیا کے سب عیش بھول جائے گا اور پھر اس سے کبھی بھی نجات نہ ہوگی، تو جس کو تھوڑی سی بھی عقل ہوگی، وہ ساری دنیا کی بادشاہی کے لالچ میں بھی اسلام کو نہ چھوڑے گا، اے اللہ! ہمارے بھائیوں کو ہدایت عطا فرما اور ان کی عقلیں درست رکھ۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو مرتے دم تک ایمان اور اسلام پر قائم رکھیں، آمین۔

وَ آخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سلسلہ درسِ حیاتُ المسلمین

حصولِ علم دین اور اس کی ضرورت

(۷)

شرحِ روحِ دوم

بیان نمبر ......(۲۴)

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم

مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی

مکتبۃ الاسلام کراچی

موضوع : حصولِ علم دین اور اس کی ضرورت

مقام : جامع مسجد دار العلوم کراچی ۱۴

تاریخ : ۱۸ مئی ۲۰۱۰ء

دن : منگل

وقت : بعد نمازِ عصر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ نحمدہٗ ونستعینہٗ ونستغفرہٗ ونؤمِنُ به ونتوکّل علیه ونعوذ باللّٰہِ من شرورِ أنفسنا ومن سیئاتِ أعمالنا مَن یّهدِہِ اللّٰہُ فلا مضلَّ لهٗ وَمَن یُضللهُ فلا هَادِیَ لَهٗ وأشهد أن لَّا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ وحدہٗ لاشریک لهٗ وأشهد أنّ سیّدنا ونَبِیّنَا ومولانَا محمداً عبدہٗ و رسولهٗ صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وعلٰی آلهٖ و أصحَابِهٖ و بارک وسلَّمَ تسلیمًا کثیرًا کثیرًا.

أمّابعد!

دین سے جہالت عام ہے

میرے قابلِ احترام بزرگو!

حکیم الامت، مجدّد الملت حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''حیات المسلمین'' کی پہلی روح میں ایمان اور اسلام کی اہمیت اور فضیلت بیان فرمائی ہے، دوسری روح کا نام ہے، تحصیل وتعلیم علمِ دین، اس روح میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے علمِ دین سیکھنے اور سکھانے کی اہمیت، ضرورت اور فضیلت بیان فرمائی ہے۔

حکیم الأمت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''حیات المسلمین'' کے مقدمے میں مسلمانوں کی پستی، ذلت ورسوائی اور ناکامی ونامرادی کے تین بنیادی سبب بیان فرمائے ہیں، ان میں سے ایک دین سے ناواقف ہونا ہے، مسلمانوں کے اندر دین

سے جہالت بہت زیادہ پائی جاتی ہے، اگر آدمی مساجد اور مدارس کے دائرہ سے نکل کر دیکھے تو پتہ چلے کہ ہر طرف جہالت کا اندھیرا چھایا ہوا ہے، دین کے احکام سے واقفیت رکھنے والے بہت کم ہیں، آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں ہیں، جب مسلمانوں کو دین کا علم نہیں ہوگا تو دین پر عمل کیسے کریں گے؟ اور جب مسلمان عمل نہیں کریں گے تو یقیناً تباہی و بربادی اور ہلاکت ورسوائی آئے گی۔

قرآن شریف غلط پڑھنے کا رواج

چونکہ علماء اور طلباء مدرسوں میں رہتے ہیں، اس لیے انہیں رات دن، علمِ دین سیکھنے اور سکھانے کا ماحول نظر آتا ہے، لیکن عام مسلمانوں میں دین سیکھنے اور سکھانے کا ماحول نہیں ہے، اس وجہ سے عام مسلمانوں کو دین کی ضروری باتیں اور موٹے موٹے مسائل بھی معلوم نہیں ہیں۔

ہمارے معاشرے میں تھوڑا بہت یہ رواج ہے کہ جس مسلمان نے قرآن کریم ناظرہ نہیں پڑھا وہ ناظرہ پڑھ لیتا ہے، اور کسی کو زیادہ شوق ہوتا ہے تو وہ قرآن شریف حفظ کر لیتا ہے، لیکن ہمارے یہاں قرآن شریف اکثر غیر معیاری طریقے سے پڑھنے اور پڑھانے کا رواج ہے، قرآن شریف تجوید سے پڑھنے اور پڑھانے والے لوگ بہت تھوڑے سے ہیں، اکثر مسلمان مرد و عورت، قرآن شریف صحیح نہیں پڑھتے، وہ خلافِ تجوید اور مجہول قرآن شریف پڑھتے ہیں، یہ بہت بڑی کوتاہی اور غفلت کی بات ہے، اس لاپروائی کو فوری طور پر دور کرنے کی ضرورت ہے، ہر مسلمان مرد و عورت کے ذمے ہے کہ وہ تجوید سے قرآن شریف پڑھے۔

مسائل کی تعلیم بھی ضروری ہے

قرآن شریف پڑھنے کے بعد بعض مسلمان تھوڑی سی دعائیں یاد کر لیتے ہیں اور کچھ مسلمان تعلیم الاسلام بھی پڑھ لیتے ہیں، عام مسلمانوں میں زیادہ تر فضائل کی تعلیم ہوتی ہے، فضائل کی تعلیم اپنی جگہ درست ہے، لیکن اس سے مسائل کا علم نہیں آتا، عام مسلمانوں میں علمِ دین حاصل کرنے کا رواج تقریباً ختم ہے، صرف مدارس میں علمِ دین پڑھنے کا رواج ہے، مدارس میں پڑھنے والے سینکڑوں لوگ ہیں، لیکن وہ کروڑوں کے مقابلے میں آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں ہیں۔

آپس کے جھگڑوں کی وجہ

دین سے بے خبری کی وجہ سے ہم بڑے بڑے مسائل سے دو چار ہیں، ہمیں ایک دوسرے کے حقوق معلوم نہیں ہیں، شوہر کو بیوی کے حقوق معلوم نہیں ہیں، بیوی کو شوہر کے حقوق معلوم نہیں ہیں، ماں باپ کو اولاد کے حقوق معلوم نہیں ہیں، اولاد کو ماں باپ کے حقوق معلوم نہیں ہیں، بہن بھائیوں کو ایک دوسرے کے حقوق معلوم نہیں ہیں، ہمیں پڑوسیوں کے حقوق معلوم نہیں ہیں، رشتہ داروں کے حقوق معلوم نہیں ہیں، جب ایک دوسرے کے حقوق معلوم نہیں ہوں گے تو ان کو ادا کیسے کریں گے؟ اس لئے ہمارے یہاں لڑائیاں اور جھگڑے ہیں، ہم نے آپس میں قطع تعلقی کی ہوئی ہے، ہمارے اندر ایک دوسرے سے عداوت اور دشمنی پائی جاتی ہے، ہم ایک دوسرے کے خلاف ہیں اور ہر وقت ایک دوسرے کو مرنے مارنے کے لئے تیار رہتے ہیں۔

دین کے شعبوں میں کوتاہیاں

ہم ایک دوسرے کا ادب واحترام نہیں کرتے، ہمارے اندر ایک دوسرے کے کام آنے کا جذبہ نہیں ہے اور ہمیں کسی کی خدمت کرنے کا شوق نہیں ہے، دین کا علم نہ ہونے کی وجہ سے کتنی بڑی بڑی مصیبتیں آ گئی ہیں، دین کا علم نہ ہونے کی وجہ سے ہمارے عقائد صحیح نہیں ہیں، ہماری عبادات غلطیوں سے بھری ہوئی ہیں، ہمارے معاملات درست نہیں ہیں، معاشرت صحیح نہیں ہے، اور ہمارے اخلاق بھی صحیح نہیں ہیں، ان سب اعمال کی درستگی علمِ دین جاننے پر موقوف ہے، اس لیے ''حیات المسلمین'' کی یہ روح بہت اہم اور ضروری ہے، اس لیے آج سے ہم سب اس بات کا تہیہ کر لیں کہ ہم دین کا ضروری علم حاصل کریں گے۔

علم حاصل کرنا فرض ہے

حکیم الأمت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

''ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ علم (دین) کا طلب کرنا (یعنی حاصل کرنے کی کوشش کرنا) ہر مسلمان پر فرض ہے (ابن ماجہ)

تشریح

(حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں: طَلَبُ العِلمِ فَرِیضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسلِمٍ، اور ایک روایت میں عَلٰی کُلِّ مُسلِمٍ وَمُسلِمَۃٍ بھی ہے، ہر مسلمان مرد وعورت پر دین کا علم حاصل کرنا فرض ہے)۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ہر مسلمان پر، خواہ مرد ہو یا عورت، شہری ہو یا

دیہاتی، امیر ہو یا غریب، دین کا علم حاصل کرنا فرض ہے۔

علمِ حاصل کرنے کا طریقہ

علم (حاصل کرنے) کا یہ مطلب نہیں کہ عربی ہی پڑھے، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ دین کی باتیں سیکھے، خواہ عربی کتابیں پڑھ کر، خواہ اردو کی کتابیں پڑھ کر، خواہ معتبر عالموں سے زبانی پوچھ کر، خواہ معتبر واعظوں سے وعظ کہلوا کر، اور جو عورتیں خود نہ پڑھ سکیں اور نہ کسی عالم تک پہنچ سکیں، وہ اپنے مردوں کے ذریعے سے دین کی باتیں عالموں سے پوچھتی رہیں۔ (حیات المسلمین: ص:١٦)

فرضِ عین کا مطلب کیا ہے؟

علمِ دین کا حاصل کرنا جس طرح مردوں پر فرض ہے، اسی طرح عورتوں پر بھی فرض ہے، علمِ دین حاصل کرنے کے دو درجے ہیں، ایک درجہ فرضِ عین کا ہے اور دوسرا درجہ فرضِ کفایہ ہے، فرضِ عین وہ ہوتا ہے جو ہر مسلمان، مرد و عورت پر الگ الگ فرض ہے، اگر وہ اپنے اس فرض کو ادا نہیں کریں گے تو گنہگار ہوں گے، جیسے نماز ہر مسلمان، مرد و عورت پر الگ الگ فرض ہے، جو شخص نماز پڑھے گا تو اس کے ذمے سے فرض ادا ہو جائے گا، اور جو مسلمان نماز نہیں پڑھے گا تو گنہگار ہوگا، روزہ بھی ہر مسلمان پر الگ الگ فرض ہوتا ہے، جس مسلمان پر فرض ہو اور وہ روزہ نہ رکھے تو گنہگار ہوگا، زکوٰۃ بھی ہر مسلمان پر الگ الگ فرض ہوتی ہے، جو شخص زکوٰۃ فرض ہونے کے بعد ادا نہیں کرے گا تو گنہگار ہوگا، حج بھی ہر صاحبِ استطاعت مسلمان پر الگ الگ فرض ہوتا ہے، حج فرض کو ادا نہ کرنا گناہ ہے، اسی طرح علمِ دین حاصل کرنا بھی

فرضِ عین ہے۔

ضروری مسائل سیکھنا فرضِ عین ہے

چاہے کوئی شہر کا رہنے والا ہو یا دیہات کا رہنے والا ہو، چاہے وہ کتنا ہی مالدار ہو، لکھ پتی اور کروڑ پتی ہو یا کتنا ہی فقیر محتاج اور قلاش آدمی ہو، لیکن اس پر علمِ دین حاصل کرنا فرض عین ہے، فرضِ عین علم یہ ہے کہ جب کوئی مسلمان بالغ ہو جائے تو اس پر بالغ ہونے کے ضروری احکام جاننا فرضِ عین ہے، استنجاء، وضوء اور غسل کے مسائل جاننا فرضِ عین ہے، اس کو نماز، روزہ کے ضروری مسائل سیکھنے چاہئیں، کیونکہ ان کا علم حاصل کرنا فرضِ عین ہے، اسی طرح معاشرت، معاملات اور اخلاق کے ضروری مسائل، جو اس کو عام طور پر پیش آتے رہتے ہیں، ان کو جاننا اس کے ذمے فرضِ عین ہے، آپ اندازہ کریں کہ ہم میں سے کتنے مسلمان مرد و عورت ایسے ہیں جو اس فرضِ عین سے غافل ہیں؟

علم سے غفلت کیوں ہے؟

اگر آپ غور کریں تو آپ کو یہ فرض ادا کرنے والا ایک لاکھ میں ایک آدمی بھی نہیں ملے گا، مسلمانوں میں فرضِ عین علم حاصل کرنے والے ایک فیصد بھی نہیں ہیں، ایک فی ہزار بھی نہیں ہیں، ایک فی لاکھ بھی ملنا مشکل ہے، کیوں؟ اس لئے کہ جب ہم لوگ اپنے ماحول کو دیکھتے ہیں تو تاجر کا بیٹا تجارت کر رہا ہے، ملازم کا بیٹا ملازمت کر رہا ہے، باپ جو کام کر رہا ہے، اس کی اولاد بھی وہی کام کر رہی ہے یا دوسرے کام میں لگی ہوئی ہے، بس سویرے اٹھنا اور کھانے، کمانے میں لگنا ہے، اسی میں شام ہو جاتی ہے، اور

شام کو گھر آتے ہیں اور سو جاتے ہیں، کھانے کمانے کی دل میں اہمیت ہے اور دین سیکھنے سکھانے کی اہمیت نہیں ہے، اس لئے کوئی نماز پڑھتا ہے، اور کوئی نہیں پڑھتا، کوئی روزے رکھتا ہے اور کوئی نہیں رکھتا، کوئی زکوۃ دیتا ہے اور کوئی نہیں دیتا۔ جو لوگ نماز، روزہ اور دوسری عبادات انجام دیتے بھی ہیں تو وہ علم نہ ہونے کی وجہ سے بے شمار کوتاہیوں میں مبتلا ہیں۔

ہم عاقل، بالغ ہیں، ہمیں روزمرہ کی زندگی کے متعلق دین کے احکام کو سیکھنا چاہئے، جن میں فرائض اور واجبات ہیں، سنن اور مستحبات ہیں، جائز اور ناجائز ہے، حلال وحرام ہے، آپ کو دین کا علم سیکھنے اور سکھانے والے نظر نہیں آئیں گے، بعض وہ مسلمان جو اپنے بچوں کو قرآن شریف پڑھاتے ہیں، مجہول پڑھوا دیتے ہیں، بہت کیا تو حفظ کرا دیتے ہیں مگر وہ تجوید کے خلاف ہوتا ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے کمال کر دیا، اور حفظ کی تکمیل پر خوشی منا لیتے ہیں، اپنے خاندان اور برادری والوں کو بلا کر دعوت کر دیتے ہیں، یہ ان کے نزدیک بہت بڑا کام ہو گیا۔

کچھ مسلمان اپنے بچے بچیوں کو عالم بنا دیتے ہیں، پہلے اپنی اولاد کو عالم بنانے کا رُجحان بہت ہی کم تھا، اب کچھ اس طرف توجہ ہے، لیکن مجموعی طور پر عالم بنانے کا جتنا تناسب ہونا چاہئے، اتنا نہیں ہے، جس کے گھر میں جیسا ماحول ہے، اُسی میں اولاد پل بڑھ رہی ہے، لیکن اس فرضِ عین کا درجہ حاصل کرنے کی طرف توجہ نہیں ہے، اس فرضِ عین کو ترک کرنا اسی طرح گناہ ہے جیسے نماز چھوڑنے کا گناہ، روزہ چھوڑنے کا گناہ، زکوۃ نہ دینے کا گناہ، حج نہ کرنے کا گناہ، کوئی شخص ان ارکانِ اسلام کو بلا عذر ترک کر دے تو گنہگار رہوگا، اسی طرح علمِ دین کے فرضِ عین درجے کو حاصل

نہیں کرے گا تو یہ گنہگار رہو گا، لہٰذا اس فرضِ عین کے ادا کرنے کی طرف فوری توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔

اصلاح کا دار و مدار علم پر ہے

آپ نے بارہا سنا ہو گا کہ اصلاح فرضِ عین ہے، اصلاح کے فرضِ عین ہونے میں یہ بات بھی داخل ہے کہ آدمی علم دین حاصل کر کے اپنا فرضِ عین ادا کرے اور اپنی اصلاح کرے، حکیم الأمت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک رسالہ ہے ''قصد السبیل'' ہمارے حضرت، مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو آسان کر کے اس کا خلاصہ لکھا ہے، اور اس کا نام ''خلاصہ تسہیل قصد السبیل'' رکھا ہے، ہمارے سلسلہ میں جو شخص اپنی اصلاح کے لئے کسی شیخ کی طرف رجوع کرتا ہے، تو عام طور پر اس رسالے کا مطالعہ کراتے ہیں۔

اس رسالے میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اصلاح کے سلسلے میں دس ہدایتیں لکھی ہیں، وہ دس کی دس انتہائی اہم اور ضروری ہیں، اصلاح کا دار و مدار ان دس باتوں پر ہے، اور ان دس ہدایات سے عام مسلمان بھی مستثنیٰ نہیں ہیں، عام علماء کرام بھی مستثنیٰ نہیں ہیں، اور خاص علماء بھی مستثنیٰ نہیں ہیں، سارے مسلمان ان دس باتوں کے محتاج ہیں، سب کو ان پر عمل کرنے کی ضرورت ہے، ان میں ایک ہدایت یہ بھی ہے کہ جو شخص اپنی اصلاح چاہتا ہے، اپنے اخلاق و اعمال کو درست کرنا چاہتا ہے، صحیح معنیٰ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ بننا چاہتا ہے، اللہ تعالیٰ سے صحیح تعلق قائم کرنا چاہتا ہے اور دل و جان سے اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنا چاہتا ہے، تو اس کو سب سے پہلے

دین کی ضروری باتوں کا علم حاصل کرنا چاہئے، حقیقت یہ ہے کہ اگر ہمارے اندر بقدرِ ضرورت علم دین آجائے، ہمیں ضروری مسائل کا علم ہو جائے، تو ہماری بہت بڑی جہالت دور ہو جائے۔

سو عذابوں کا ایک عذاب

دین سے جاہل ہونا سو عذابوں کا ایک عذاب ہے، سو عذابوں کا نقصان ایک طرف ہے اور دین سے ناواقف ہونے کا نقصان ایک طرف ہے، دین سے ناواقف ہونا سو عذابوں سے بڑھ کر عذاب ہے، یہ سو عذابوں سے بڑھ کر نقصان دہ ہے، آج امتِ مسلمہ اس سے دوچار ہے، پوری دنیا کے مسلمان اس عذاب میں گرفتار ہیں، مسلمان پریشان ہیں، وہ ذلت اور پستی کے گڑھے میں گرے ہوئے ہیں، کیوں؟ اس لئے کہ ان کو دین کا ضروری علم نہیں ہے، وہ پاکی ناپاکی کے ضروری مسائل سے واقف نہیں ہیں تو وہ پاک کیسے رہیں گے؟ جب انہیں وضو کے فرائض معلوم نہیں ہوں گے تو صحیح وضو کیسے کریں گے؟ ان کو غسل کے فرائض معلوم نہیں ہیں، نماز کے فرائض معلوم نہیں ہیں، جس کی وجہ سے عموماً لسٹم پسٹم نماز ہو رہی ہے۔

مسلمان بڑے بڑے کاروبار کر رہے ہیں، لیکن حلال و حرام، جائز و ناجائز کا پتہ نہیں ہے، مسلمان ملازمتیں کر رہے ہیں، ان کو ملازمت کے ضروری احکام معلوم نہیں ہیں، مسلمان آپس میں کرائے پر زمین اور مکان لے رہے ہیں اور دے رہے ہیں، اس کے اندر ناجائز شرطیں لگا رہے ہیں، انہیں پتہ ہی نہیں ہے کہ اس میں جائز کیا ہے؟ ناجائز کیا ہے؟

مروّجہ پگڑی کا معاملہ کرنا ناجائز ہے

ہمارے معاشرے میں ناجائز کرایہ داری کی ایک صورت کثرت سے پھیلی ہوئی ہے، خاص طور سے کراچی میں بہت زیادہ عام ہے، وہ ہے ''پگڑی سسٹم'' عوام پگڑی سسٹم کو بالکل جائز سمجھتے ہیں، پگڑی سسٹم کے مطابق کرائے پر لینا اور کرائے پر دینا عام ہے، یہ کرایہ داری کا معاملہ ایسا ہے کہ اس میں مالک خالی نہیں کرواسکتا، لیکن یہ ناجائز اور حرام ہے، اچھے خاصے حاجی، نمازی، دین دار لوگ پگڑی کا معاملہ کرتے ہیں اور کراتے ہیں، ہر سال حج اور عمرہ بھی کررہے ہیں، پگڑی پر مکان لے رہے ہیں اور پگڑی پر مکان دے رہے ہیں، وہ حاجی، نمازی تو ہوگئے، لیکن انہوں نے کبھی اس پگڑی سسٹم کی تحقیق کسی مستند عالم سے کرنے کی کوشش نہیں کی، اور انہوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ جس طرح کرایہ داری کا عام معاملہ ہوتا ہے، اسی طرح پگڑی کا معاملہ کرنا بھی ایک کرایہ داری کا معاملہ ہے۔

لیکن انہوں نے کبھی زحمت نہیں کی کہ اس کے بارے میں کسی مستند عالم اور مفتی سے پوچھ لیں کہ یہ جائز ہے یا ناجائز؟ حلال ہے یا حرام؟ اگر یہ ناجائز ہے تو اس کا جائز طریقہ کیا ہے؟ پوری دنیا میں جگہ جگہ قسطوں پر خریداری کا رواج ہے، کیونکہ غریب لوگوں کو قسطوں پر خریدنے میں آسانی معلوم ہوتی ہے، اور مالدار لوگوں کو قسطوں کے بغیر خریداری کرنا آسان ہوتا ہے، نقد خرید وفروخت میں چیز سستی ملتی ہے، اور قسطوں میں لوگے تو کئی مہینے اور کئی سال تک قسطوں کے پیسے دینے پڑتے ہیں، ہمارے یہاں بڑے بڑے دکاندار اور ادارے قسطوں میں چیزیں دیتے اور لیتے ہیں،

لیکن عام طور قسطوں پر چیزوں کی خرید وفروخت میں بعض ناجائز شرطیں لگائی جاتی ہیں، اس وجہ سے خرید وفروخت کا یہ معاملہ ناجائز ہو جاتا ہے، مثلاً مقررہ وقت پر قسط نہ دی تو اتنا جرمانہ دینا ہوگا، تاہم اگر ناجائز شرطیں نہ لگائی جائیں تو قسطوں پر خرید وفروخت کا معاملہ جائز ہے۔

معاملات، معاشرت اور اَخلاقیات کے مسائل سیکھیں

بہر حال ہم میں سے سینکڑوں آدمی روزانہ خرید وفروخت کر رہے ہیں، ہم میں سے کوئی آدمی ایسا نہیں ہوگا جسے صبح سے شام تک خرید وفروخت اور کرائے پر بس، ویگن، رکشہ اور ٹیکسی میں آنے جانے کی ضرورت پیش نہ آتی ہو، حالانکہ خرید وفروخت اور کرائے پر لینے دینے کے ضروری مسائل جاننے بھی ضروری ہیں، جب ہمیں مسائل معلوم ہوں گے تب ہی جائز طریقے سے معاملہ کریں گے اور ناجائز طریقے سے بچیں گے، اگر معلوم نہیں ہوگا تو کیسے جائز معاملہ کریں گے؟ اس لیے بہت سے معاملات ناجائز ہو رہے ہیں، معاشرت کے اندر بہت سے کام خلافِ شرع اور ناجائز ہو رہے ہیں، اور ہم اپنے باطن کی حالت دیکھیں تو اس میں بھی بہت سارے گناہ بھرے ہوئے ہیں۔ اور یہ ناجائز اور حرام کام ہو رہے ہیں، لیکن معاملات، معاشرت اور اخلاقیات کے مسائل جاننے کی پروا نہیں ہے، اور اس طرف توجہ نہیں ہے۔

نافرمانی کا وبال برحق ہے

گناہوں کا وبال برحق ہے، جیسے آگ کا جلانا برحق ہے، اسی طرح گناہوں سے تباہی و بربادی کا ہونا بھی بالکل برحق ہے، چاہے کوئی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی جان بوجھ

کر کرے یا جہالت میں کرے، ہم نافرمانی کریں گے تو اس کا وبال آئے گا، اس لئے نافرمانیوں کا وبال ہم پر آیا ہوا ہے، اس لیے جس کو دیکھو وہ پریشان نظر آتا ہے، ہر شخص دوسرے سے زیادہ پریشان ہے، سکون، چین، آرام اور راحت ناپید ہوگئی ہے۔

غریب اور امیر کیوں پریشان ہیں؟

آج کل غریب لوگ بھی پریشان ہیں، پہلے زمانے میں غریبوں کا ایک ہی غم ہوتا تھا کہ غریب ہیں، لیکن وہ عزت، آرام اور راحت سے زندگی گزارتے تھے، امیر لوگ صدا سے پریشان چلے آرہے ہیں، الاّ ما شاء اللّٰہ ، پہلے زمانے میں بھی امیر لوگ پریشان تھے اور آج بھی امیر پریشان ہیں، ہاں جو امیر لوگ شریعت کے تابعدار ہیں، جو متقی اور پرہیزگار ہیں اور شریعت کے مطابق زندگی گزارنے والے ہیں، وہ پریشان نہیں ہیں، وہ سکون اور آرام میں ہیں، اور پریشانی کی اصل وجہ یہ ہے کہ دین کا ضروری علم حاصل نہیں ہے، اور دین پر عمل بھی نہیں ہے، اور دین سے ناواقف ہونے کی وجہ سے آدمی نافرمانی میں زندگی گزار دیتا ہے، لہٰذا علمِ دین حاصل کرنے کا جو درجہ فرضِ عین ہے، اس پر توجہ دینے کی ضرورت ہے، اس کے بغیر اصلاح نہیں ہوسکتی، اخلاق درست نہیں ہوسکتے، اللہ تعالیٰ کی رضا نہیں مل سکتی، اور سکون و راحت نہیں مل سکتی۔

علم حاصل کرنے کا دوسرا درجہ

علمِ دین حاصل کرنے کا دوسرا درجہ فرضِ کفایہ ہے، فرضِ کفایہ کا مطلب یہ ہے کہ جتنا علم حاصل کرنا ضروری ہے، اس بھی زیادہ علم حاصل کیا جائے، اس مقصد کے لئے کوئی باقاعدہ عالم بن جائے تو اچھی بات ہے، لیکن عالم بننا ہر ایک پر فرض عین نہیں

ہے، فرضِ کفایہ ہے، اور الحمدللہ! یہ فرضِ کفایہ سب مسلمانوں کی طرف سے مدارس کے ذریعے ادا ہو رہا ہے، کیونکہ مدارس میں مختلف علاقوں کے طلبہ کثیر تعداد میں علمِ دین حاصل کر رہے ہیں اور تکمیل کے بعد اپنے اپنے علاقوں میں جا کر دین کی خدمت کرتے ہیں، یا ان کو جہاں توفیق ہوتی ہے، وہاں دین کی خدمت میں لگتے ہیں، ان کا عالم بننا دوسرے مسلمانوں کی طرف سے فرضِ کفایہ ادا ہونے کا ذریعہ ہے، اسی طرح مفتی بننا بھی فرضِ کفایہ ہے، قاضی بننا بھی فرضِ کفایہ ہے۔

فرضِ کفایہ کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ ہم بے فکر ہو جائیں اور یہ سمجھیں کہ ہمیں عالم بننے کی ضرورت نہیں ہے، اگر کسی کو اللہ تعالیٰ توفیق دے اور اس کے پاس موقع اور سہولت ہو تو اس کو باقاعدہ عالم بننا چاہیے، عالم کے افضل ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے، کیونکہ عالم بننے اور علمِ دین حاصل کرنے کے بڑے فضائل ہیں، جس طرح وہ فضائل فرضِ عین درجے کو حاصل کرنے والے کو حاصل ہوں گے، اسی طرح فرضِ کفایہ درجے کو حاصل کرنے والے کو بھی حاصل ہوں گے، لیکن باقاعدہ عالم و فاضل بننے کے فضائل بہت زیادہ ہیں، اس لیے ہر شخص کو اپنی اولاد میں سے سب سے زیادہ ہوشیار، سمجھدار اور ذہین بچے کو عالم بنانے کی کوشش کرنی چاہیے، اس طرح سے جب ہر قوم، گھرانے، خاندان اور برادری میں ذہین، ہوشیار، سمجھدار اور ذہین بچے عالم بنیں گے تو وہ عالم بن کر اپنی قوم، گھرانے، خاندان اور برادری کی اصلاح کریں گے، اس طرح سے فرضِ عین اور فرضِ کفایہ دونوں درجے حاصل ہو جائیں گے، اور گھروں سے جہالت دور ہو جائے گی۔

پاکستان میں بچیوں کے مدارس

پاکستان میں شروع میں ''مدرسۃ البنات'' کا کہیں رواج نہیں تھا، مدرسوں میں باقاعدہ لڑکیوں کے علمِ دین سیکھنے اور سکھانے کا الگ سے کوئی انتظام نہیں تھا، بچیاں گھروں کے اندر قرآن شریف ناظرہ پڑھ لیتی تھیں، حفظ کر لیتی تھیں، تعلیم الاسلام اور بہشتی زیور پڑھ لیا کرتی تھیں، اس کے علاوہ کوئی راستہ بھی نظر نہیں آتا تھا کہ کس طریقے سے گھر کی بچیوں کو دین سکھایا جائے، علماء کرام اپنے اپنے گھروں میں اپنی سہولت کے مطابق کچھ دینی کتابیں پڑھا دیا کرتے تھے اور اور بعض علماء کرام اپنی بچیوں کو موقوف علیہ تک کی کتابیں، اور بعض علماء کرام کچھ حدیث شریف کی کتابیں بھی پڑھا دیا کرتے تھے، لیکن عام مسلمانوں کی بچیاں دین سے بالکل بے خبر رہ جاتی تھیں، لیکن اللہ پاک اس دین کو زندہ رکھنے والے ہیں اور وہی اس دین کے محافظ ہیں۔

اپنی بچیوں کو عالمہ بنائیں

اللہ پاک نے مدرسۃ البنات کا ایسا سلسلہ جاری فرمایا کہ اب شہروں میں جگہ جگہ، یہاں تک کہ دیہات اور گاؤں، گوٹھوں میں بھی مدرسے قائم ہو گئے ہیں، بچیوں کے مدرسوں میں وفاق المدارس کی طرف سے جو کورس دیا گیا ہے، اس کو پڑھنے سے بچیاں فرضِ عین علم سے کہیں زیادہ علم حاصل کر لیتی ہیں، اس کورس کو پڑھنے کے بعد وہ پوری عالمہ فاضلہ تو نہیں بنتیں، لیکن انہیں مطلوبہ علم سے کہیں زیادہ علم حاصل ہو جاتا ہے۔

ان مدرسوں کی وجہ سے سینکڑوں گھروں میں دین آ گیا، مسلمانوں کے بہت سارے گھروں میں عالمہ بچیاں موجود ہیں، وہ خود پڑھ کر دوسری بچیوں کو پڑھا رہی

ہیں، اور کم از کم ان کو خود یہ پتہ چل گیا کہ دین کیا ہے؟ تو یہ دین سیکھنا اور سکھانا بڑے فائدے اور کام کی چیز ہے، اس لیے اپنی بچیوں کو ہر طرح کی احتیاط اور پردے کے ساتھ قرب وجوار کے مدارس میں بھیجنا چاہیے، مگر یہ بات دیکھ لینی چاہیے کہ وہاں تعلیم وتربیت کا صحیح ماحول ہے یا نہیں؟

دنیاوی مشغلے میں لگنے کی شرط

اپنے بچوں کو بھی عالم بنانے کی کوشش کرنی چاہیے، ان کو عالم بنانے کے بعد یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ ان کو مدرس بنایا جائے، ان کو اللہ تعالیٰ جہاں دین کی خدمت کی توفیق دے، ان کو وہاں لگا دینا چاہیے، ورنہ ان کو کسی جائز اور حلال کام میں بھی لگا سکتے ہیں، عالم کے لیے یہ لازمی نہیں ہے کہ وہ درس وتدریس ہی کرے، وہ تجارت، ملازمت اور زراعت بھی کر سکتا ہے، وہ دوسرے کام بھی کر سکتا ہے، بس ایک کام ایسا ہے جو بہت ضروری ہے، اس کام کو کرنے سے عالمِ دین چاہے دنیا کا کوئی جائز کام کرے، لیکن اپنے آپ کو دین پر چلا سکتا ہے، وہ کام یہ ہے کہ اپنے قرب وجوار اور علاقے میں کسی متبعِ سنت اور متبعِ شریعت اللہ والے سے رابطے میں رہے، اور اس کے ساتھ ساتھ اپنے اساتذہ سے ملتا رہے، ان سے مشورہ لیتا رہے، اس طرح وہ جہاں کہیں بھی رہے، اُسے دین کی خدمت کی توفیق ہوگی، اس سے دین کا فائدہ دوسروں تک پہنچتا ہے اور دور دور تک پھیل جاتا ہے۔

علم حاصل کرنے کے طریقے

کسی مسلمان مرد وعورت کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ علم کے حصول کا فرضِ

عین درجہ ادا کرنے کے لیے باقاعدہ کسی مدرسے میں داخل ہو کر علمِ دین حاصل کرے، علم حاصل کرنے کا جو بھی جائز اور آسان طریقہ ہو، اُسے اختیار کیا جاسکتا ہے، اس مقصد کے لئے مدرسے میں جا کر ضروری علم حاصل کیا جاسکتا ہے، اسی طرح علمِ دین حاصل کرنے کا ایک آسان طریقہ یہ ہے کہ اردو میں دینی کتابوں کا مطالعہ کیا جائے، کیونکہ اردو میں ایسی کتابیں بکثرت موجود ہیں جن کے پڑھنے سے آدمی علمِ دین کے حصول کا فرضِ عین درجہ باآسانی حاصل کرسکتا ہے۔

تعلیم الاسلام اور بہشتی زیور کا مطالعہ کریں

علم حاصل کرنے کے لئے سب سے پہلے ''تعلیم الاسلام'' پڑھ لیں، تعلیم الاسلام ضروری مسائل کا نورانی قاعدہ ہے، اس کے بعد حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''بہشتی زیور'' کا مطالعہ کریں، یہ کتاب بہت زیادہ مشہور و معروف اور جامع و مکمل ہے، اس کتاب کو آدمی خود بھی پڑھ سکتا ہے اور سمجھ سکتا ہے، اس میں بہت سی باتیں آسان اور سہل ہیں، بعض باتیں ایسی ہیں کہ ان کا مفہوم کسی عالمِ دین سے پڑھے بغیر سمجھ میں نہیں آسکتا، اس لیے بہتر یہ ہے کہ خواتین و مرد حضرات کسی استاد سے ''بہشتی زیور'' پڑھیں، مسجد میں کسی عالم سے اسے سبقاً سبقاً پڑھ لیں، آپ کو مدرسے میں جا کر پڑھنے میں سہولت ہو تو وہاں جا کر پڑھ لیں، یا پھر کسی عالم کو اکرام کے ساتھ اپنے گھر پر بُلا لیں، ان کی خدمت میں ماہانہ وظیفہ بھی پیش کریں اور اُن سے بہشتی زیور کے شروع سے اخیر تک گیارہ حصے پڑھیں، اس کے نو حصے عورتوں کے لئے ہیں، اور دسواں اور گیارہواں حصہ صرف مردوں کیلئے ہے، ان میں مردوں کے خاص

مسائل ہیں، اور بہشتی زیور کے جو نو حصے عورتوں کے لئے ہیں، وہ صرف عورتوں کے ساتھ خاص نہیں ہیں، بلکہ ان نو حصوں میں مردوں اور عورتوں دونوں کی ضرورت کے مسائل موجود ہیں۔

مطالعہ کرنے کا آسان طریقہ

لیکن اگر کوئی شخص کہیں پڑھنے کے لئے جانا نہ چاہتا ہو تو وہ روزانہ خود ایک صفحہ کا مطالعہ کر لیا کرے، حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بتایا ہوا گُر ہے، حضرت خواجہ صاحبؒ، حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مشہور خلیفہ تھے، ان کی میز کے اوپر حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی نہ کوئی وعظ رکھا رہتا تھا، وہ روزانہ مواعظ کا ایک یا دو صفحہ مطالعہ کیا کرتے تھے اور دوسروں کو بھی اس کی تاکید کرتے تھے، یہ ایسا گُر ہے کہ مواعظ کا ایک یا دو صفحہ کا مطالعہ کرنا کسی کے لئے بھی بھاری نہیں ہے، مصروف ترین آدمی بھی آسانی سے روزانہ ایک صفحہ مطالعہ کر سکتا ہے، اس پابندی سے ایک صفحہ مطالعہ کرنے سے ''قطرہ قطرہ دریا شود'' کا مصداق ہو جائے گا، آدمی ایک دم سے ''بہشتی زیور'' کا ایک حصہ مکمل نہیں پڑھ سکتا، لیکن ایک صفحہ پڑھ سکتا ہے، روزانہ ایک صفحہ پڑھنے سے کچھ دنوں میں ایک حصہ پورا ہو جائے گا، اس طرح انسان کے روزانہ کے معمولات میں فرق بھی نہیں آئے گا، باقاعدگی سے مطالعہ کرنے کی وجہ سے ضروری علم بھی آتا چلا جائے گا۔

حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ کا مطالعہ کریں

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ کا مطالعہ کرنے سے بھی علم

وعمل دونوں آتے ہیں، مواعظ پڑھنے سے اصلاح ہوتی ہے، آدمی کو اپنے عیوب معلوم ہوتے ہیں، اس کے ساتھ بہت سی عجیب عجیب باتیں بھی معلوم ہوتی ہیں، اللہ پاک نے حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو دین کے لئے ایسا قبول فرمایا تھا کہ ان کی کتابیں اور رسالے اوران کے مواعظ اور ملفوظات ہر جہت سے نافع اور مفید ہیں۔

عام طور پر اساتذہ اور طلبہ کے پاس یہی ایک عذر رہتا ہے کہ ہمیں مطالعہ کرنے کی فرصت نہیں ہے، ہمیں پڑھنے کا موقع ہی نہیں ملتا، تو ایک صفحہ پڑھنا کیا مشکل ہے؟ ایک صفحہ مطالعہ کرنے میں جتنا وقت خرچ ہوتا ہے، اتنا وقت تم دوسرے کاموں میں بھی خرچ کرتے ہو، جیسے ان میں اپنا وقت خرچ کرتے ہو، اسی طرح مطالعہ میں بھی خرچ کر سکتے ہو، عصر کے بعد سب کی چھٹی ہو جاتی ہے، عصر کے بعد روزانہ پابندی سے ایک ورق مواعظ کا مطالعہ کر لیا کریں۔

مواعظ کا مطالعہ اس نیت سے کریں کہ مجھے علم آجائے اور میری اصلاح ہو جائے، روزانہ ایک صفحہ بہشتی زیور اور ایک صفحہ مواعظ کا مطالعہ کریں، اس کا ہر گھر میں اہتمام ہونا چاہئے، جس شخص پر علمِ دین حاصل کرنا فرضِ عین ہے، وہ اس کو اپنا فرض سمجھ کر پابندی سے مطالعہ کرے۔

مسائل کی آسان ترین کتاب

بہشتی زیور کے علاوہ اور بھی بہت سی کتابیں ہیں، اگر آپ اس سے زیادہ آسان کتاب کا مطالعہ کرنا چاہتے ہیں تو میں اس سے بھی آسان کتاب کا نام بتا دیتا ہوں،

اس کتاب میں بہت ہی کم کوئی بات کسی عالم سے پوچھنے کی ضرورت پیش آئے گی، اس کا نام ہے ''تحفۂ خواتین''، لیکن جیسے بہشتی زیور کے لئے یہ بات سمجھنا غلط ہے کہ یہ صرف عورتوں کے ساتھ خاص ہے، مردوں کے لیے نہیں ہے، اسی طرح تحفۂ خواتین کا نام سن کر کوئی یہ نہ سمجھے کہ اس کا تعلق عورتوں سے ہے، ہم سے اس کا کیا تعلق؟ ایسی بات نہیں ہے۔

اس میں بعض مضامین اور احادیث عورتوں کے ساتھ خاص ہیں، بعض مضامین عورت اور مرد دونوں کے لیے مشترک ہیں، بعض مضامین صرف مردوں کے ساتھ خاص ہیں، لیکن نام عورتوں کی نسبت سے اس لئے رکھا گیا ہے، تاکہ عورتیں یہ سمجھیں کہ یہ ہمارے لیے ایک خاص کتاب ہے، اور واقعی یہ عورتوں کے لئے ہے، لیکن ایسی خاص نہیں ہے کہ اس کا مطالعہ کرنا مردوں کے لئے منع ہو یا مردوں کے پڑھنے کے لئے فائدہ مند نہ ہو۔

احادیث اور مسائل ساتھ ساتھ

حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں یہ کمال فرمایا ہے کہ ان احادیث کا خاص طور سے ذکر کیا ہے جس میں خواتین کا بیان ہے اور پھر اس کا ترجمہ اور تشریح بیان فرمائی ہے، اور اس کے ساتھ روزمرہ کے ضروری مسائل بیان فرمائے ہیں، اور حضرت کی زبان بہت ہی زیادہ آسان اور عام فہم ہے، اس لیے یہ کتاب ہر مسلمان مرد و عورت کے لئے بہت کافی وشافی ہے۔

اس کتاب کو اپنے گھر میں روزانہ سنانے کا معمول بنالیں، صرف پانچ یا دس منٹ

کے لیے اپنے گھر والوں کو جمع کر کے ان کے سامنے یہ کتاب پڑھ کر سنا دیا کریں، اس طرح آپ کو سرکارِ دوعالم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سننے اور پڑھنے کو ملیں گے، ان کی تشریح وتوضیح سامنے آئے گی، اور روزمرہ کے ضروری ضروری مسائل کا بھی علم ہوگا، جیسے وضوء کے مسائل، استنجاء کے مسائل، نماز کے مسائل، روزے کے مسائل، زکوۃ کے مسائل، معاشرت کے مسائل، معاملات کے مسائل، اخلاق کے مسائل، اس کتاب میں حضرت نے اسلام کے پانچوں شعبوں سے متعلق ضروری ضروری احکام بیان فرمائے ہیں، یہ کتاب بہت نافع اور بے حد مفید ہے۔

صرف اصلاح کا نام لینا کافی نہیں ہے

ہمارے یہاں جمع ہونے کا مقصد کوئی تقریر نہیں ہے، صرف اپنا جائزہ لینا مقصود ہے کہ ہمارے اندر کیا کمی اور کوتاہی ہے؟ اس کوتاہی کو دور کرنے کی کوشش کریں، اگر ہم اپنی اصلاح چاہتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا چاہتے ہیں، اپنی مصیبتوں کو دور کرنا چاہتے ہیں، سکون اور آرام حاصل کرنا چاہتے ہیں، تو اس فرضِ عین سے غفلت کو دور کریں، اب کوئی کہے کہ میں اپنی اصلاح تو چاہتا ہوں، لیکن میں نماز نہیں پڑھوں گا، روزے نہیں رکھوں گا، تو نماز پڑھنے کا نام تو اصلاح ہے، روزے رکھنے سے تو اصلاح ہوگی، اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اصلاح کا لفظ بول رہے ہو، لیکن اصلاح کرنا نہیں چاہتے، جیسے اصلاح کے لئے نماز پڑھنا ضروری ہے، روزے رکھنا ضروری ہیں، اسی طرح جو علمِ دین کا فرضِ عین درجہ ہے، اس کو حاصل کرنا بھی ضروری ہے۔

علم کے حصول کا آسان ذریعہ

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ کسی آدمی کو کتاب پڑھنے کا بھی موقع نہ ملے تو اس کے لئے علم حاصل کرنے کے دو طریقے ہیں، ان دو طریقوں میں سے ایک طریقہ یہ ہے کہ علماءِ حق کے پاس جا کر بیٹھا کرے اور ان کی باتیں سُنا کرے، جب آپ علماءِ حق کے پاس بیٹھیں گے تو وہ دین کی باتیں بتائیں گے، ان کے یہاں دین کی باتوں کا تذکرہ ہوگا، وہاں اصلاح کی باتوں کا بیان ہوگا، وہاں فکرِ آخرت کی باتیں بیان ہوں گی، اس طرح وہاں بیٹھنے اور سُننے سے بھی دین کی باتوں کا علم آئے گا، علم جیسے پڑھنے سے آتا ہے، اسی طرح سُننے سے بھی آتا ہے۔

بہر حال کسی عالم کے پاس جا کر بیٹھا کرو اور اس کی باتیں سُنتے رہا کرو، جو شخص پڑھنا نہیں جانتا یا وہ مطالعہ نہیں کرتا تو اس کے لئے یہ راستہ موجود ہے، لیکن آج کل علماء کرام اتنے فارغ نہیں ہیں کہ ہر ایک کو، ہر وقت اور ہر جگہ فارغ بیٹھے ہوئے مل جائیں، اس لیے بظاہر یہ ذرا آسان بات نہیں ہے، لیکن جس کو کہیں کسی عالم کی صحبت میسر ہو وہ اس ذریعہ سے بھی علم حاصل کر سکتا ہے۔

علماء سے مسائل پوچھا کریں

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ علماء کرام سے مل کر مسائل پوچھ لیا کریں، روزانہ ان سے ملنے کے لیے مت جائیں، ہفتہ یا پندرہ دن میں ایک مرتبہ جا کر روزمرہ کی باتیں پوچھ لیا کریں، روزمرہ کی وہ باتیں جو آدمی کو صبح شام پیش آتی رہتی ہیں، ان کے بارے میں

پوچھنا چاہئے کہ یہ جائز ہے یا ناجائز ہے؟ حلال ہے یا حرام ہے؟ نیکی ہے یا بدی ہے؟ تو ان باتوں کو لکھ لیا کریں۔

اور جب ان سے ملاقات ہو اور موقع ہو تو ان سے پوچھ لیا کریں، جس طرح پڑھنے سے علم آتا ہے، مدارس میں داخل ہو کر علم حاصل کیا جاتا ہے، اسی طرح پوچھ پوچھ کر اور سُن سُن کر بھی علم آتا ہے۔

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے علم حاصل کرنے کے یہ چار طریقے بیان فرمائے ہیں، بہر حال ہم سب کو اس فرضِ عین کی ادائیگی کی فکر کرنی چاہئے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنا یہ فرضِ عین ادا کرنے کی فکر نصیب فرمائیں، آمین۔

وَ آخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

❁❁❁

سلسلہ درسِ حیات المسلمین

علمِ دین سیکھنا

(۸)

شرحِ روحِ دوم

بیان نمبر ...... (۲۵)

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم

مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی

مکتبۃ الاسلام کراچی

موضوع : علمِ دین سیکھنا

مقام : جامع مسجد دارالعلوم کراچی ۱۴

تاریخ : ۱۱ جمادی الثانی ۱۴۳۱ھ

۲۵ مئی ۲۰۱۰ء

دن : منگل

وقت : بعد نمازِ عصر

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد للّٰہ نحمدہٗ ونستعینہٗ ونستغفرہٗ ونؤمِنُ بہ ونتوکّل علیہ ونعوذ باللّٰہِ من شرورِ أنفسنا ومن سیئاتِ أعمالنا مَن یَہدِہِ اللّٰہُ فلا مضلَّ لہٗ وَمَن یُضللہٗ فلا ہَادِیَ لَہٗ وأشہد أن لَّا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وحدہٗ لاشریک لہٗ وأشہد أنّ سیّدنا ونَبِیَّنَا ومولانَا محمداً عبدہٗ و رسولہٗ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہٖ و أصحَابِہٖ و بارکَ و سلَّمَ تسلیمًا کثیرًا کثیرًا.

أمّابعد!

فأعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرّجیم

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرّحیم

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا وَّقُوْدُھَا النَّاسُ وَالْحِجَارَۃُ عَلَیْھَا مَلٰٓئِکَۃٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّایَعْصُوْنَ اللّٰہَ مَآ اَمَرَھُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ O

(التحریم: آیت:۶)

ترجمہ

اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اُس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے۔ اُس پر سخت کڑے مزاج کے فرشتے مقرر

ہیں جو اللہ کے کسی حکم میں اُس کی نافرمانی نہیں کرتے، اور وہی کرتے ہیں جس کا اُنہیں حکم دیا جاتا ہے۔ (آسان ترجمۂ قرآن)

علمِ دین کتنا ضروری ہے؟

میرے قابلِ احترام بزرگو!

حکیم الامت، مجدّد الملت حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''حیات المسلمین'' کی دوسری روح میں جو ضروری بات بیان فرمائی ہے، وہ بقدرِ ضرورت دن کا علم سیکھنا اور سکھانا ہے، ہر مسلمان مرد و عورت کو دین کا علم حاصل کرنا ضروری ہے، ورنہ وہ گنہگار ہوگا، ایک فرضِ عین کا ترک کرنے والا بھی ہوگا، اور دین سے ناواقف ہونے کی وجہ سے بڑے عذاب اور وبال سے دوچار ہوگا۔

ایمان اور اسلام لانے کے بعد سب سے زیادہ جو چیز ضروری ہے، وہ دین کا علم حاصل کرنا ہے، اس کے نہ ہونے کی وجہ سے ہر مسلمان مرد و عورت بہت ساری پریشانیوں، مصیبتوں اور تکلیفوں کے اندر مبتلا ہیں، اگر دین کا ضروری علم آجائے تو انسان ان تکالیف سے اپنے آپ کو با آسانی بچا سکتا ہے، اور اس دنیا میں مسلمانوں کے ذلیل و خوار ہونے کے اسباب میں سے ایک سبب بقول حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے دین سے ناواقف ہونا بھی ہے۔

گذشتہ منگل کو علم دین کے دو درجے، ایک فرض عین اور ایک فرضِ کفایہ بیان کیا گیا تھا، اور ساتھ ہی علمِ دین حاصل کرنے کے مختلف طریقے بیان کیے گئے تھے کہ ہر آدمی کس طرح آسانی سے دین کا علم حاصل کرسکتا ہے؟ مرد حضرات کس طرح دین

کا ضروری علم حاصل کر سکتے ہیں، اور خواتین کس طرح حاصل کر سکتی ہیں؟ اس کی تفصیلات بیان کی گئی تھیں۔

نیت کی اصلاح ضروری ہے

علمِ دین حاصل کرنے کے کچھ فضائل اور فوائد ''حیاتُ المسلمین'' سے انشاء اللہ تعالیٰ بیان کئے جائیں گے، ان کو بیان کرنے سے پہلے میں یہ عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ ہم یہاں پر اس نیت سے آیا کریں کہ دین کی بات سُنیں گے اور سنائیں گے، انشاء اللہ تعالیٰ اس پر فوری عمل کریں گے، تاکہ یہاں آنے، بیٹھنے اور سُننے سنانے کا فائدہ حاصل ہو، اس کے سوا ہمارا اور کوئی مقصد نہیں ہونا چاہئے کہ ہماری اصلاح ہو، ہمارے اندر جو کمی ہے، وہ دور ہو، جو چیز ہمارے اندر نہیں ہے، وہ پیدا ہو، جو خرابیاں ہمارے اندر آ گئیں ہیں، وہ دور ہوں، بس اس غرض سے ہم اور آپ یہاں جمع ہوتے ہیں، یہ مقصد جب ہی حاصل ہوگا جب ہم مذکورہ نیت سے یہاں پر آئیں اور آتے ہی جو بات سنیں، اس پر عمل کرنے کا اہتمام کریں۔

صراطِ مستقیم کا وسیع مفہوم

ایمان و اسلام کے بعد سب سے بڑی نعمت دین کا علم ہے، دین اللہ جلّ شانہٗ کی بہت بڑی نعمت ہے، کیونکہ اس میں دنیا کی فلاح بھی پوشیدہ ہے، اور آخرت کی فلاح بھی پوشیدہ ہے، سارے قرآن کریم کا خلاصہ سورۂ فاتحہ ہے اور سورۂ فاتحہ کا خلاصہ اھدنا الصراط المستقیم کہ یا اللہ! ہمیں صراط مستقیم کی طرف رہنمائی

عطا فرما اور صراط مستقیم دین پر چلنے کا نام ہے، اور صراط مستقیم ہر کام میں ہے، صحیح اور سیدھی راہ، شریعت کا اتباع اور پیروی ہر کام میں ہے، کھانے میں بھی ہے، پینے میں بھی ہے، پہننے میں بھی ہے، سونے میں بھی ہے، جاگنے میں بھی ہے، نماز میں بھی ہے، روزہ میں بھی ہے، حج میں بھی ہے، زکوۃ کے اندر بھی ہے، نکاح کے اندر بھی ہے، طلاق کے اندر بھی ہے، معاشرت میں بھی ہے، معاملات میں بھی ہے، اخلاق کے اندر بھی ہے، ہر جگہ ہے، صراط مستقیم پر چل کر آدمی کامیاب ہوگا، جب علم ہی نہیں ہوگا تو دین پر کیسے چلے گا؟

صراطِ مستقیم کیسے ملے گا؟

صراط مستقیم پر چلے بغیر آدمی کامیاب نہیں ہوسکتا اور منزل تک نہیں پہنچ سکتا، اور صراط مستقیم کا پتہ کیسے چلے گا؟ دین کے علم سے پتہ چلے گا، دین بتائے گا کہ فلاں کام اس طرح کرو، فلاں کام اس طرح کرو، پھر وہی کام صراطِ مستقیم اور سیدھا راستہ ہوگا، دین و دنیا کا کوئی سا بھی کام ہو، ایک آدمی اپنی عقل سے کام کرتا ہے، دوسرا آدمی جو عالم نہیں ہے، وہ سن کر اور پوچھ کر عمل کرتا ہے، اس میں غلطی نہیں ہوتی، صحیح طریقہ یہی ہے کہ:

فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ

(النحل: آیت:۴۳)

ترجمہ

اگر تم جانتے نہیں تو جاننے والوں سے معلوم کرو۔

قرآن وحدیث سے رجوع کرو، دین کا ضروری علم حاصل کرو گے تو تم کو صراط مستقیم ملے گا، پھر اس پر عمل کرو گے تو کامیابی حاصل ہوگی، انشاء اللہ تعالیٰ، پہلی بات تو یہ ہے کہ علمِ دین بڑی اہم اور ضروری چیز ہے، اس پر ہماری دنیا وآخرت کی کامیابی کا دارومدار ہے۔

دین کی باتیں سُننے کا ثواب

دوسری بات یہ ہے کہ اس کو حاصل کرنے کا ثواب بھی بہت بیان کیا گیا ہے، چنانچہ صرف دین کی باتیں سُننے کی غرض سے نکلنے کا ثواب سنو! ایک حدیث میں ہے کہ جب کوئی آدمی دین کی باتیں سیکھنے کی غرض سے جوتا پہن کر اپنے گھر سے نکلتا ہے توجوں ہی وہ اپنے گھر کی چوکھٹ سے قدم باہر نکالتا ہے، اس کے سارے گناہِ صغیرہ معاف ہوجاتے ہیں۔

اور ایک روایت میں یہ ہے کہ جو آدمی دین کی باتیں سیکھنے کی غرض سے گھر سے باہر نکلتا ہے تو جب تک وہ راستے میں رہتا ہے، جنت کے راستے میں رہتا ہے، اس لئے کہ علم دین جنت میں لے جانے اور دوزخ سے بچانے کا ذریعہ ہے، تو جو اس کو سیکھنے کے لئے نکلے گا، اس کا نکلنا بھی جنت کے راستے میں نکلنا ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ فرشتے اس کے پاؤں کے نیچے اپنے پَر بچھاتے ہیں، آسمان میں پرندے اور سمندر کی مچھلیاں اس کے لئے استغفار کرتی ہیں، اور جو آدمی علی الصبح دین کی باتیں سیکھنے کے لئے گھر سے نکلتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو کامل ایک حج کا

ثواب عطا فرماتے ہیں، اندازہ کریں کہ علم دین سیکھنے کے لئے نکلنے کا یہ ثواب ہے۔!!

علامہ ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کا سبق آموز واقعہ

جب کوئی شخص ایسی مجلس میں جا کر بیٹھے جہاں دین کی باتیں سیکھی اور سکھائی جاتی ہوں، جائز اور ناجائز کا فرق بتایا جاتا ہو، حلال اور حرام کی تمیز سکھائی جاتی ہو، اس کی عجیب وغریب فضیلت ہے، علامہ ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں مسجد میں گیا تو میں نے دیکھا کہ مسجد میں مختلف حلقے بنے ہوئے ہیں، جیسے آج کل ہمارے مدارس میں تکرار کے لئے طلبہ کے حلقے ہوتے ہیں، کسی کتاب کا تکرار کرنے کے لئے چار پانچ طالب علم یہاں بیٹھے ہیں، چار پانچ طالب علم وہاں بیٹھے ہیں، اور سب آپس میں تکرار کر رہے ہیں، مطالعہ کر رہے ہیں اور سبق یاد کر رہے ہیں، ایسے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اور پھر بعد کے زمانوں میں بھی اسی طرح ہوتا تھا، اور یہ طریقہ اسی کی یادگار ہے۔

علامہ ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں مسجد میں گیا تو میں نے دیکھا کہ وہاں مختلف حلقے ہیں، ایک حلقہ سمیر بن عبدالرحمٰن کا ہے اور ایک حلقہ عمیر بن عبدالرحمٰن کا، دونوں کا مسجد میں الگ الگ حلقہ لگا ہوا ہے، میں نے دیکھا کہ سمیر بن عبدالرحمٰن اپنے حلقے میں نصیحت آمیز حکایتیں اور واقعات سنا کر نصیحت فرما رہے ہیں، اور عمیر بن عبدالرحمٰن اپنے حلقے میں علم کی باتیں، جائز اور ناجائز، حلال اور حرام کی تمیز، اور پاکی وناپاکی کے مسائل بیان فرما رہے ہیں۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام کا حلقہ

میں نے سوچا کہ ان میں سے کس کی مجلس میں جا کر بیٹھوں؟ دونوں مجلسیں اپنی جگہ درست، نافع اور مفید ہیں، لیکن ان میں بہتر کون سا حلقہ ہے؟، جو حلقہ ان میں بہتر ہو وہاں جا کر بیٹھوں گا، اتنے میں مجھے اُونگھ سی آئی، اسی اُونگھ میں، میں نے خواب دیکھا کہ ایک آدمی میرے پاس آیا اور مجھ سے پوچھنے لگا کہ تم یہ سوچ رہے ہو کہ ان دونوں حلقوں میں سے کس میں بیٹھوں؟ میں نے کہا کہ ہاں! میں تو یہی سوچ رہا ہوں کہ ان میں سے کون سا حلقہ بہتر ہے، تاکہ اس میں جا کر بیٹھوں؟

اس آدمی نے کہا کہ مجھے اور تو کچھ معلوم نہیں، لیکن میں یہ بتا سکتا ہوں کہ ان دونوں حلقوں میں سے کس حلقے میں حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لاتے ہیں؟ میں نے کہا، چلو! یہی بتا دو، میرے لیے یہی سب کچھ ہے، اس نے کہا کہ عمیر بن عبدالرحمٰن کے حلقے میں حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لاتے ہیں، اور جوں ہی میری اُونگھ غائب ہوئی تو سیدھا میں وہیں جا کر بیٹھ گیا، **سبحان اللّٰہ!** کیونکہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو علمی حلقہ سے مناسبت ہے، سارا دین علم ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے بواسطہ جبرئیل امین علیہ السلام اور بواسطہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہم تک پہنچایا ہے، تو کسی عالم کے پاس اس نیت سے جا کر بیٹھنا کہ مجھے علم آئے اور عمل بھی آئے، یہ بہت اونچا مقام ہے۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا واقعہ

بعض روایتوں میں خود حضور علیہ الصلاۃ والسلام سے بھی ایسا ہی ثابت ہے کہ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں تشریف لائے اور وہاں مختلف حلقے لگے ہوئے تھے، کیونکہ مسجد میں جس طرح نماز پڑھی جاتی تھی، دعائیں کی جاتی تھیں، تلاوت کی جاتی تھی، اسی طرح دین کی باتیں بھی سیکھی اور سکھائی جاتی تھیں، وہاں کسی حلقے میں قرآن شریف پڑھا اور پڑھایا جارہا تھا، کسی حلقے میں وعظ ونصیحت کی باتیں ہورہی تھیں، کسی مجلس میں حلال وحرام کی باتیں کی جارہی تھیں کہ کیا چیز جائز ہے؟ کیا چیز ناجائز ہے؟ کیا چیز حلال ہے؟ کیا چیز حرام ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حلقوں پر ایک نظر ڈال کر فرمایا کہ یہ سب حلقے صحیح ہیں، سب حق پر ہیں اور صحیح کام کررہے ہیں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس حلقے میں تشریف فرما ہوئے، جس میں علم کی باتیں ہورہی تھیں، اور فرمایا: ”إِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا“ میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں، لہٰذا جس مجلس میں علم کی باتیں ہورہی ہیں، اسے اختیار کرتا ہوں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حلقے میں بیٹھنے کو اختیار فرمایا، جس میں علم کی باتیں بیان ہورہی تھیں، اور یہی انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی میراث ہے، جس پر دین ودنیا کی فلاح موقوف ہے، آج ہم ذلیل ورسوا ہیں، پریشان حال ہیں، اس لئے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث سے محروم ہیں، دنیاداروں کی میراث تو مال ودولت ہے، انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی میراث علم وعمل ہے، مال ودولت سے سکون نہیں آتا، علم وعمل سے سکون آتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ناصحانہ انداز

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں مدینہ منورہ کے بازار میں گیا، میں نے دیکھا کہ سب لوگ اپنی اپنی دوکانوں پر بیٹھے ہوئے ہیں، اور دوکانداری کے اندر مصروف ہیں، اور خوب کاروبار ہو رہا ہے، خرید و فروخت اپنے شباب پر ہے، تو میں ایک طرف کھڑا ہو گیا اور آواز لگائی کہ تاجرو! تم یہاں بیٹھے ہو دوکانوں پر اور وہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث بٹ رہی ہے، تم کیوں نہیں حاصل کرتے؟

انہوں نے سُن کر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا کہ حضرت! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث کہاں بٹ رہی ہے؟ تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مسجد نبوی میں بٹ رہی ہے، یہ سنتے ہی سب اپنے اپنے کاؤنٹر چھوڑ کر مسجد کی طرف بھاگے کہ ارے! ہمیں پتہ ہی نہیں چلا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث تو مسجد میں بٹ رہی ہے اور لوگ یہاں بیٹھے ہیں، ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث سے محروم ہیں، وہ سب بھاگے بھاگے مسجد میں گئے، اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہیں بازار میں کھڑے رہے۔

علم، میراثِ نبوت ہے

انہوں نے مسجد میں جا کر اِدھر اُدھر دیکھا تو وہاں تو کہیں نہ ٹکے تقسیم ہو رہے تھے اور نہ پیسے! نہ سونا اور نہ چاندی، وہاں تو کچھ بھی نہیں بٹ رہا تھا، تو وہ سب چکر لگا کر

واپس آئے اور حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہنے لگے کہ آپ تو کہہ رہے تھے کہ مسجد میں حضور کی میراث بٹ رہی ہے؟ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تم نے کیا دیکھا؟ انہوں نے کہا کہ ہم نے یہ دیکھا کہ ایک جماعت نماز پڑھ رہی ہے، اور ایک جماعت قرآن شریف کی تلاوت کررہی ہے، اور ایک جماعت بیٹھی ہوئی حلال وحرام، جائز وناجائز کی باتیں کررہی ہے، نہ کوئی روپیہ تقسیم ہورہا ہے، نہ کوئی پیسے تقسیم ہورہے ہیں، ہمیں تو وہاں کچھ بٹتا ہوا نظر نہیں آیا۔

علم حاصل کرنے کی طرف توجہ کریں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث ہے، جس سے تم محروم ہو، تم دوکانداری میں ایسے مصروف ہو کہ دین سیکھا اور سکھایا جارہا ہے، اور تم اس سے محروم ہو، یہی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اصل میراث ہے۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث علم ہے، اس لئے اس کی طرف ہمیں بہت توجہ دینے کی ضرورت ہے، بس! سمجھ لیجئے کہ جیسے ایمان لانا ضروری ہے، ایمان کے بغیر نہ دنیا میں فلاح اور نہ آخرت میں فلاح، ایسے ہی دین کا ضروری علم حاصل کرنا فرض ہے، اس کو حاصل کرنے کی طرف متوجہ ہوں۔

مطالعہ کرنے کی عادت ڈالیں

علمِ دین حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اپنے اندر مطالعہ کرنے کی

عادت ڈالیں، چاہے کوئی تاجر ہو، چاہے کوئی ملازم ہو، چاہے کاشت کار، اور چاہے مرد ہو یا عورت، ہم میں سے ہر ایک میں کچھ نہ کچھ مطالعہ کرنے کی عادت ہونی چاہئے، اور مطالعہ کرنے کی عادت بھی ایسی پکی ہو، جیسے کھانے اور پانی پینے کی عادت ہے، اور کپڑا پہننے کی عادت ہے، اس کے بغیر چین نہیں آتا، اسی طرح جب تک دینی کتابوں کا کچھ مطالعہ نہ ہو جائے، طبیعت کا سکون اور قرار نہ آئے، اور یہ کیسے ہوگا؟ اپنے آپ پر مسلسل جبر کرنے سے ہوگا۔

انسان کی طبیعت یہ چاہتی ہے کہ بالکل آزاد رہوں، میں کچھ نہ کروں، بس کھاؤں پیوں اور آرام کروں، یہ انسان کی فطرت ہے، انسان بھی حیوان ہے، جیسے اور حیوان ہیں، سارے حیوان یہی چاہتے ہیں کہ ہمیں کوئی قید نہ کرے، ہمیں کوئی بند نہ کرے، بس ہم کھائیں، پئیں اور جو چاہیں کریں، انسان بھی یہی چاہتا ہے، جیسے نماز پڑھنا اس کی فطرت کے خلاف ہے اور دنیا کے کام دھندے اس کی طبیعت کے خلاف ہیں، ایسے ہی مطالعہ کرنا بھی اس کی طبیعت کے خلاف ہے۔

مطالعہ کرنے کی اہمیت

لیکن کمال حاصل کرنے کے لئے اور مقام حاصل کرنے کے لئے جیسے انسان کو ایمان لانا ضروری ہے، اسی طرح اعمال صالحہ اختیار کرنا بھی ضروری ہیں، ایسے ہی ان اعمال صالحہ کے اوپر مداومت حاصل کرنے کے لئے علم حاصل کرنا بھی ضروری ہے اور علم کے لئے مطالعہ کرنا ضروری ہے، اس کے لئے طبیعت پر جبر کرنا پڑے گا، اور

جب طبیعت مجبور ہوکر مطالعہ کرے گی، تو یہ جبر بہت دن تک نہیں رہے گا، آہستہ آہستہ یہ جبر ختم ہوتا چلا جائے گا، جوں جوں مطالعہ کرنے کی عادت پڑ جائے گی، پھر مطالعہ کرنا پھول کی طرح ہلکا معلوم ہوگا اور پھر مطالعہ چھوڑنا مشکل ہوجائے گا، ان شاء اللہ تعالیٰ، مطالعہ کرنے کی عادت اور کسی عالم کی مجلس میں جانے کی عادت علم دین کے حاصل کرنے میں بڑی معاون اور مددگار ہوتی ہیں، اس لئے مطالعہ کرنے کے ساتھ ساتھ کسی اللہ والے اور عالم باعمل کی مجلس میں بھی پابندی سے جانا چاہئے۔

''اصلاحی خطبات'' اور ''اصلاحی مجالس'' کا مطالعہ

ہمیں کون سی کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہئے؟ تو پہلے شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم کے اصلاحی خطبات کا مطالعہ کریں، یہ بہت آسان اور عام فہم ہیں، ہمارے مزاج اور ہمارے حالات کے مطابق ہیں، یہ بہت ہی زیادہ نافع اور مفید ہیں، اور ماشاء اللہ ان کی تقریروں کی اٹھارہ جلدیں چھپ چکی ہیں، یہ سیٹ ہمارے پاس ہونا چاہئے، ان کا مطالعہ کرنے کے بعد حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کی خاص مجلسیں بھی تحریری شکل میں موجود ہیں، وہ مجلسیں خاص اصلاحِ باطن سے متعلق ہیں، ان کا نام ہے ''اصلاحی مجالس''، ان کا تھوڑا تھوڑا روزانہ مطالعہ کریں گے تو ان شاء اللہ سمجھنے میں دشواری بھی نہیں ہوگی، اور علم و عمل کے اندر اضافہ ہوگا، اپنی کوتاہیوں کا پتہ چلے گا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کا علم ہوگا، بس! سمجھو کہ اس کے ذریعے بیش بہا علم، اِنْ شَاءَ اللّٰہ حاصل ہوگا۔

مواعظِ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کا مطالعہ

جب یہ دونوں سیٹ پورے ہوجائیں تو پھر اس کے بعد حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے جو آسان وعظ ہیں، جن کو "تسہیل المواعظ" کہتے ہیں، وہ لے لیں، وہ تقریباً باون وعظ ہیں، اور دو جلدوں میں ہیں، وہ آسان کر کے لکھے گئے ہیں، کیونکہ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی زبان علمی ہے تو اس میں بعض باتیں اور بعض مقام سمجھ میں نہیں آتے، لیکن اس کے باوجود وہ بے حد نافع اور بہت مفید ہیں، ان کا مطالعہ کرلیں، پھر اس کا مطالعہ کرنے کے بعد حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے اصل مواعظ اور ملفوظات کا مطالعہ شروع کریں، اس وقت تک ان شاء اللہ تعالیٰ اتنی استعداد اور قابلیّت پیدا ہوجائے گی کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے اصل مواعظ اور ملفوظات کا مطالعہ کرنا بھی آسان ہوگا، اور اگر کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو گھبرایئے نہیں، اس کو چھوڑ دیں اور جو سمجھ میں آرہا ہے وہ پڑھ لیں، جو سمجھ میں نہیں آرہا اس کو چھوڑتے چلے جائیں، لیکن مطالعہ کرنے کی عادت ڈالیں۔

مطالعہ کرنے کی نیت

اور مطالعہ کرنے کی ایک نیت بھی اپنے ذہن کے اندر کریں کہ میں اس لئے مطالعہ کررہا ہوں، تاکہ میرے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہوجائے اور مجھے دین کا ضروری علم حاصل ہوجائے، اور میں اس کے اوپر عمل کروں، میرا دین پر صحیح عمل ہوجائے اور مجھے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوجائے، اور اس کی محبت میرے دل میں

پیدا ہو جائے، اس نیت سے تھوڑا تھوڑا مطالعہ کرنا شروع کر دیں اور اسی نیت سے کسی عالم کی صحبت میں اور اس کی خدمت میں بھی جایا کریں، یہ دو ایسے بنیادی کام ہیں کہ اس سے ان شاء اللہ تعالیٰ یہ عظیم دولت با آسانی حاصل ہو جائے گی۔

مسائل سیکھنے کا ثوابِ عظیم

جس مجلس میں دین کی باتیں سیکھی اور سکھائی جاتی ہوں، اس میں شریک ہونے کے بارے میں حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فضیلت لکھی ہے،

فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اے ابوذر! اگر تم قرآن کریم کی ایک آیت سیکھ لو تو یہ تمہارے لئے سو رکعت پڑھنے سے بہتر ہے، اور اگر تم علم کا ایک باب سیکھ لو، چاہے اس پر عمل ہو سکے یا نہ ہو سکے، یہ تمہارے لئے ایک ہزار رکعت نفل پڑھنے سے بہتر ہے، یعنی کسی مجلس میں جا کر کسی عالم کے سامنے ان سے جا کر آدمی دین کا ایک مسئلہ معلوم کرے، بس! تو یہ سو رکعت نفل پڑھنے سے بہتر ہے، یعنی کوئی آدمی سو رکعت پڑھے اور ایک آدمی ایک مسئلہ پوچھے، ایک مسئلہ پوچھنے والا سو رکعت نفل پڑھنے سے والے سے بہتر ہے، اور پورا ایک باب سیکھ لے، جیسے پاکی، ناپاکی کے مسائل سیکھ لے، وضو کے مسائل سیکھ لے، غسل کے مسائل سیکھ لے، نماز کے مسائل سیکھ لے، روزہ کے مسائل سیکھ لے، تو ان مسائل کو جاننا، سیکھنا، یہ ایک ہزار رکعت پڑھنے سے افضل ہے، چاہے عمل ہو یا نہ ہو، یعنی یہ فضیلت عمل پر موقوف نہیں ہے، یہ فضیلت صرف علم حاصل کرنے کی ہے، اور ایک روایت میں تو حضرت

ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ مروی ہے کہ ایک مسئلہ معلوم کرنا ایک ہزار نفل پڑھنے سے بہتر ہے۔

کیا عمل کے بغیر علم بے کار ہے

اس کے بعد حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان فضائل سے یہ معلوم ہوا کہ بعض لوگ یہ جو کہتے ہیں کہ جب عمل ہی نہ ہو تو علم سیکھنے سے اور مسائل پوچھنے سے فائدہ کیا؟ یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے کہ لوگ کہیں کہ جب ہمیں قرآن شریف کے معنی ہی معلوم نہیں ہیں تو اس کو طوطے کی طرح پڑھنے کا کیا فائدہ؟ یہ دونوں باتیں غلط ہیں، انہوں نے قرآن شریف کو اپنے کلام جیسا سمجھا ہے کہ ہمارا اور آپ کا کلام سمجھ میں آئے تو مفید ہے، ورنہ بے کار ہے، کیونکہ فی نفسہٖ اس کے اندر کوئی ثواب نہیں ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کا کلام تو اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، اور اللہ تعالیٰ کا کلام بلاشبہ بغیر سمجھے پڑھنا بھی نافع اور مفید ہے، اس میں بھی نیکی اور اجر ملتا ہے، اس پر بھی ثواب ملتا ہے، تلاوت کا ثواب الگ ہے، سمجھنے کا ثواب الگ ہے، عمل کرنے کا ثواب الگ ہے، ایسے ہی علم دین سیکھنا بذاتِ خود باعث اجر و ثواب ہے اور اس کا یہ ثواب ہے جو ابھی آپ کے سامنے بیان ہوا ہے، جو عمل کرے گا اس کا ثواب الگ ملے گا، جو صرف سیکھے گا اس کا ثواب الگ ہے، اب تک جو بیان کیا گیا ہے، وہ سارا ثواب صرف سیکھنے کا ہے۔

علم حاصل کرنے کے فائدے

لہٰذا دین کا علم حاصل کرنا ہر حال میں نافع ہے، ہر حال میں مفید ہے، فائدے

سے خالی نہیں ہے، ایک فائدہ تو علم دین حاصل کرنے سے یہ ہے کہ احادیث میں ثواب بیان کیا گیا ہے وہ حاصل ہوگا، اور دوسرا فائدہ یہ ہے کہ آج تو اس کو علم دین حاصل ہوگیا، اب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کل اللہ جلّ شانہ' اس کو عمل کی توفیق بھی عطا فرمادیں، اور جس کے پاس علم ہی نہیں ہوگا، تو اس کے پاس عمل کہاں سے آئے گا؟ بھئی عمل کرنے کے لئے پہلے علم ضروری ہے، آج علم آگیا، کل عمل بھی انشاء اللہ تعالیٰ آجائے گا۔

تیسرا فائدہ یہ ہے علم حاصل کرنے میں کہ بھئی علم حاصل کرنے کے بعد اول تو وہ خود عمل کرے گا، اور خود عمل نہیں کرے گا تو کم از کم دوسروں کو تو بتادے گا، جس کو دین کی صحیح بات معلوم ہوتی ہے، وہ عام طور پر مناسب موقع پر لوگوں کو بتادیتا ہے، کہتا ہے کہ بھئی مجھے یہ مسئلہ معلوم ہے اور وہ اس طرح سے ہے، کوئی نہ مانے وہ الگ بات ہے، لیکن جس کو علم ہوتا ہے، وہ کبھی نہ کبھی، کسی نہ کسی موقع پر، جہاں ضرورت پیش آجاتی ہے، دین کی بات دوسروں کو بھی بتادیتا ہے، بتانے کا ثواب الگ ملے گا، سیکھنے کا ثواب الگ ہے، عمل کرنے کا ثواب الگ ہے، اور دوسروں کو بتانے کا ثواب الگ ہے، اندازہ لگائیں! یہ تین فائدے صرف سیکھنے کے ہوگئے، اس لئے سیکھنے کو بے کار نہیں سمجھنا چاہئے۔

یاد نہیں رہتا، پھر مطالعہ کیا فائدہ؟

بعض لوگ اس لیے علم حاصل نہیں کرتے کہ مجھے یاد تو رہتا ہی نہیں، ارے

بھئی! کوئی آدمی حلوہ کھائے، فیرنی کھائے، کھیر کھائے، پھر کھا کر بھول جائے تو کیا یہ کھانا بے کار رہے؟ کس کو یاد ہے کہ میں نے بچپن سے لے کر اب تک کیا کیا کھانے کھائے ہیں؟ حالانکہ بچپن سے کھاتا اور منہ چلاتا آرہا ہے، اور نہ جانے کیسے کیسے بڑھیا کھانے کھائے ہیں؟ کتنے عمدہ عمدہ مشروب پیے ہیں؟ لیکن کوئی بتا سکتا ہے کہ میں نے زندگی میں اتنا دودھ پیا ہے؟ اتنا روح افزاء کا شربت پیا ہے؟ اتنا قورمہ کھایا ہے؟ اتنی بریانی کھائی ہے؟ فلاں دن یہ کھایا تھا؟ یہ کسی کو بھی یاد نہیں ہے، تو کیا وہ سب کھانا بیکار تھا، اگر بے کار ہوتا تو آج زندہ ہوتا؟ کب کا مرگیا ہوتا؟ جیسے یاد نہ رہے تب بھی کھانا مفید ہے، ایسے ہی علم حاصل کرنا بھی مفید ہے، چاہے یاد نہ رہے، اس لیے کوئی اس وجہ سے علم حاصل کرنے سے محروم نہ رہے کہ مجھے تو یاد ہی نہیں ہوتا۔

مرتے دم تک کرنے کا عمل

علم حاصل کرنے میں لگے رہو، جیسے قرآن شریف کے بارے میں ہمارے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ یاد رکھو! قرآن شریف ختم کرنے کی چیز نہیں ہے، بلکہ عمر ایسی چیز ہے جسے قرآن شریف میں ختم کر دینا چاہئے، ہم قرآن شریف پڑھتے پڑھتے دنیا سے چلے جائیں گے، قرآن شریف تو جیسا آیا ہے، ویسے کا ویسا ہی رہے گا، ایسے ہی دین جیسا ہے، ویسے کا ویسا ہی رہے گا، ہزاروں عالم اس میں اپنی زندگیاں خرچ کر کے چلے گئے، زندگیاں خرچ کر رہے ہیں اور خرچ کر کے چلے جائیں گے، اور پھر دوسرے آئیں گے، وہ دین سیکھیں گے، اور

دین کا علم پھیلائیں گے، دین ویسے کا ویسا اپنی جگہ قائم اور برقرار رہے گا۔

ہمارے اندر بس علمِ دین حاصل کرنے کی زبردست لگن اور تڑپ پیدا ہوجانی چاہئے، اور ہمیں اپنی جہالت کا علاج کرنے کی طرف متوجہ ہوجانا چاہئے کہ ہمارے اندر دین کا علم آجائے اور ہمیں پتہ چلے کہ کیا جائز ہے؟ کیا ناجائز ہے؟ کیا حلال ہے؟ کیا حرام ہے؟ اس کے اوپر ہماری گھریلو زندگی کی خوشگواری موقوف ہے، معاملات کی درستگی موقوف ہے، اخلاق کی درستگی موقوف ہے، یہ اتنی اہم اور ضروری چیز ہے۔

فقیہ، ہزار عابدوں سے بھاری کیوں ہے؟

حدیث میں آتا ہے کہ فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد، ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے بھاری ہے، یعنی اس کے لئے ایک ہزار عابدوں کو بہکانا آسان ہے اور ایک عالم کو بہکانا مشکل ہے، فقیہ سے مراد عالم باعمل ہے، اور عالم سے مراد وہ ہے جو قرآن وحدیث کا علم جانتا ہو، اور عابد وہ ہے جس کے پاس زیادہ علم نہیں ہے، بقدرِ ضرورت علم ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ عالم اور عابد بے خبر رہتا ہے، اس لئے وہ اس کے بہکاوے میں جلدی آجاتا ہے، عالم بہکاوے میں نہیں آتا۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا واقعہ

اس پر مجھے ایک واقعہ یاد آیا، حضرت شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ نے اپنے والد ماجد کا یہ واقعہ لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سفر کررہے تھے، اس زمانے میں پیدل سفر زیادہ ہوتا تھا، سواریاں بھی ہوتی تھیں،

لیکن سواریاں اتنی زیادہ عام نہ تھیں، وہ جنگل سے گزر رہے تھے، اور جنگل میں چلتے چلتے ایک ایسی جگہ پہنچے، جہاں دوپہر کو بھی اتنے گھنے درخت تھے کہ سورج کی روشنی اندر بالکل نہیں آرہی تھی، ایسے اوپر تلے درخت کی شاخیں تھیں کہ درختوں کے نیچے، جہاں سے راستہ تھا، وہاں اندھیرا تھا، حالانکہ وہ دوپہر کا وقت تھا، حضرت کو فکر لاحق ہوئی کہ یہاں سے گزروں کیسے؟ اندھیرے میں کیسے چلوں؟

اسی فکر ہی فکر میں یکایک کیا دیکھا کہ ایک دم وہاں روشنی نکل گئی، حضرت بڑے حیران ہوئے کہ یہاں روشنی کا کیسے انتظام ہوگیا؟ یہاں پر روشنی کیسے ہوگئی؟ ابھی حیران ہی تھے کہ اس روشنی میں سے یہ آواز آئی کہ اے عبدالقادر! میں تمہارا خدا بول رہا ہوں، یہ روشنی میں نے کی ہے، تم نے میری بہت عبادت کی ہے، اب میں تمہاری عبادت سے خوش ہوگیا ہوں، لہٰذا اب مزید عبادت کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اب میں تم سے باقی عبادت معاف کرتا ہوں، اب نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ ادا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

شیطان کی شرارت کیسے سمجھی؟

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سمجھ گئے کہ یہ تو شیطان ہی ہوسکتا ہے، اللہ تعالیٰ تو ایسا حکم نہیں دے سکتے، اس لئے کہ جب اللہ پاک نے کسی نبی اور پیغمبر سے مرتے دم تک اپنی عبادت معاف نہیں کی، تو میں کون ہوتا ہوں کہ مجھے معاف کردیں گے؟ حضرت سمجھ گئے کہ یہ شیطان کی چال ہے، فوراً لاحول ولاقوۃ الا باللّٰہ، اور اعوذ

باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم، پڑھی لاحول اوراعوذ باللّٰہ پڑھنے سے شیطان بھاگتا ہے، یہ اُس کی موت ہے۔

وہ روشنی اندھیرے میں بدل گئی اور اندھیرے میں سے شیطان نکل کر بھاگا اور یہ کہتا ہوا نکلا کہ اے عبدالقادر! یہ وہ جگہ ہے جہاں آپ سے پہلے میں نے ستر عابدوں کو لاکر اسی طرح گمراہ کیا ہے جیسے میں نے آپ کو گمراہ کرنے کی کوشش کی ہے، وہ کہیں کے نہ رہے، کیونکہ وہ سمجھے کہ یہ سچ مچ اللہ تعالیٰ کلام فرمارہے ہیں، جب اللہ تعالیٰ نماز، روزہ معاف کرر ہے ہیں تو اب عبادت کی کیا ضرورت ہے؟ اس لئے انہوں نے عبادت چھوڑ دی، اس طریقہ سے وہ تباہ و برباد ہو گئے۔

میں اللہ کے فضل سے بچا

آخر میں شیطان نے کہا کہ اے عبدالقادر! آپ پہلے شخص ہو کہ آپ کو آپ کے علم نے بچالیا، شیخ سنبھلے اور سنبھل کر فرمایا کہ کم بخت! اب بھی داؤ مار رہا ہے، مجھ کو اپنے علم نے کہاں بچایا؟ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے بچایا، اگر عمل کے بغیر خالی علم ہوتا تو وہ شیطان کو بچالیتا، شیطان اپنے علم سے نہیں بچ سکا تو میں کیا بچ سکتا ہوں؟ یہ تو مجھ پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہو گیا، دیکھو! شیطان کس کس طریقے سے وار کرتا ہے، اس لئے ضروری ہے کہ آدمی دین کا علم بھی حاصل کرے اور کسی اللہ والے کی صحبت بھی اختیار کرے، کیونکہ انسان صحبت سے علم کو صحیح استعمال کرنے کا طریقہ سیکھتا ہے، اور نفس وشیطان کی چالوں سے زیادہ واقف ہو جاتا ہے، اور وہ نفس وشیطان کے بہکاوے میں نہیں

آتا، اور اگر انسان خالی عالم ہو اور صحبت یافتہ نہ ہو تو بعض مرتبہ وہ بھی بہک جاتا ہے اور بھٹک جاتا ہے، اس لئے حدیث میں حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کہ ایک فقیہ ہزار عابدوں سے بڑھ کر ہے، عالم تو عام ہے، چاہے باعمل ہو یا نہ ہو، اور فقیہ کا مطلب ہے عالم باعمل۔

ساٹھ سال کی عبادت کا ثواب

ایک روایت میں ہے کہ جس مجلس کے اندر دین کی باتیں سیکھی اور سکھائی جاتی ہیں، اس مجلس میں کوئی آدمی جا کر شریک ہو تو اسے ساٹھ سال کی عبادت کا ثواب ملتا ہے، ساٹھ سال کوئی معمولی عرصہ نہیں ہوتا، اب آدمی ہر روز علم دین حاصل کرنے کسی مجلس میں جائے تو روزانہ ساٹھ سال کی عبادت کا ثواب حاصل ہوگا، طلبہ کو کتنا ثواب ملتا ہوگا؟ اگر نیت صحیح ہو تو روزانہ ساٹھ سال کی عبادت کا ثواب ہوگیا، کیونکہ طلبہ علم کی مجلس میں روزانہ جاتے ہیں، ہر کتاب کی مجلس علم کی مجلس ہے، اور اگر آپ اس شغل کو اختیار کریں گے اور کسی نہ کسی علمی مجلس کے اندر بیٹھنے کا اہتمام شروع کریں گے اور علم دین حاصل کریں گے تو جب بھی اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی نیت سے جائیں گے تو آپ کو ساٹھ سال کی عبادت کا ثواب ملے گا۔

ہزار رکعت نفل، ہزار عیادتیں اور ہزار جنازے پڑھنے سے افضل

ایک روایت میں ہے کہ دین اور فقہ کی مجلس میں شامل ہونا ہزار رکعت نفل پڑھنے سے، ہزار بیماروں کی عیادت کرنے سے اور ہزار جنازے پڑھنے سے زیادہ افضل

ہے، اور جب آدمی کسی کی بیمار پُرسی کرتا ہے، تو حدیث میں آتا ہے کہ جب وہ بیمار پُرسی کرنے کے لئے جاتا ہے، تو جب تک وہ چلتا رہتا ہے جنت کے راستے میں چلتا ہے، دوسری حدیث میں ہے کہ اس کے لئے ستّر ہزار فرشتے مغفرت اور رحمت کی دعا کرتے ہیں، یہاں تک کہ وہ جہاں سے چلا تھا واپس وہیں آجائے، کسی آدمی کی بیماری پرسی کرنے کا یہ ثواب ہے، اس حدیث میں فرمایا کہ جس مجلس میں مسئلے مسائل سکھائے جاتے ہیں، وہاں پر شامل ہونا ہزار بیماروں کی بیمار پُرسی کرنے سے افضل ہے، اس سے اندازہ لگائیں کہ علم دین حاصل کرنے کا ثواب کتنا زیادہ ہے؟

آگے حدیث میں ہے کہ علم دین کی مجلس میں جانا ہزار جنازوں سے افضل ہے، اور ایک نمازِ جنازہ پڑھنے کا ثواب سنو، کوئی آدمی کسی ایک نمازِ جنازہ میں شرکت کرے تو اس کو ایک قیراط ثواب ملتا ہے، اور اگر کوئی قبرستان بھی چلا جائے تو اس کو دو قیراط ثواب ملتا ہے، اور ایک قیراط اُحد پہاڑ کے برابر ہوتا ہے، یعنی نماز جنازہ میں شامل ہونے کا ثواب اُحد پہاڑ کے وزن کے برابر ہے اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرما رہے ہیں کہ جس مجلس میں دین کی باتیں سیکھی اور سکھائی جاتی ہیں، وہاں اگر آدمی جا کر بیٹھے تو یہ ایک ہزار جنازوں کے پڑھنے سے زیادہ افضل ہے، اجر کا کوئی شمار ہے؟ کتنا نفع ہے؟ کتنا فائدہ ہے؟ کتنا اجر ہے؟ کتنی فضیلت ہے؟ اور ہم کتنے محروم ہیں؟ اب اندازہ لگاؤ کہ ہم اپنا کتنا نقصان کر چکے ہیں؟ لہٰذا اب مزید نقصان نہیں ہونا چاہئے۔

علم سیکھنے کی فضیلت

ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب صبح ہو تو تم دین کی بات سیکھنے والے بنو، یا سکھانے والے بنو، یا سُننے والے بنو، یا ان سے محبت کرنے والے بنو، پانچواں کام نہ کرنا، تو راوی نے عرض کیا کہ حضور! پانچویں بات کون سی ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ وہ پانچویں بات یہ ہے کہ تم علم سے اور اہل علم سے نفرت کرنے والے نہ بننا، ورنہ تم ہلاک ہو جاؤ گے، اور ایک حدیث میں ہے کہ جو آدمی کہیں سے دین کی ایک بات یا دو باتیں یا تین باتیں یا چار باتیں یا پانچ باتیں سیکھ لے، حدیث میں پانچ تک کا ذکر ہے، تو دین کی ایک بات سیکھے یا پانچ باتیں سیکھے، تو وہ سیکھنے کی وجہ سے جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔

افضل صدقہ کیا ہے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دین کا علم سیکھ کر دوسروں کو سکھانا افضل صدقہ ہے، یعنی آدمی ہزاروں، لاکھوں روپے جو خیرات کرتا ہے، وہ بھی صدقہ ہے، اس کا بھی ثواب ہے، لیکن سب سے افضل صدقہ یہ ہے کہ دین کی باتیں سیکھے اور دوسروں کو سکھائے، تو جہاں آدمی کو خود علم حاصل ہوگا، وہ دوسروں کو بھی بتائے گا، دوسروں کو بتائے گا تو افضل صدقے کا ثواب بھی حاصل ہوگا، اس حدیث سے ثابت ہوا کہ دین کی جو بات بھی معلوم ہو، دوسروں کو بھی بتا دیا کریں، اس کا ثواب تمام صدقہ وخیرات سے زیادہ ہے، سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ کی کتنی بڑی رحمت ہے؟ کہ ذرا سی

زبان ہلانے میں ہزاروں روپے خیرات کرنے سے بھی زیادہ ثواب مل جاتا ہے۔

بیان کا حاصل

احادیثِ طیبہ کے اندر علم دین سیکھنے اور سکھانے کے بڑے فضائل آئے ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں سیکھنے والا بنادے، بس! اب اس کا ارادہ اور اس کی نیت کرو کہ انشاء اللہ تعالیٰ ہم کسی نہ کسی طریقے سے اپنے آپ کو دین کے علم سے آراستہ کرنے کی کوشش میں لگ جائیں اور اس کے لئے ہمت کریں، وقت نکالیں اور وقت نکال کر زبردستی اپنی طبیعت پر جبر کر کے، اپنے اکابر کے مشورے سے جو کتابیں بتائی گئی ہیں، ان کا مطالعہ شروع کردیں، تو اس سے علم بھی آئے گا، عمل بھی آئے گا، تقویٰ بھی آئے گا، طہارت بھی آئے گی، پھر یہ سارے فضائل ان شاء اللہ حاصل ہوں گے، اللہ تعالیٰ توفیقِ عمل عطا فرمائیں، آمین۔

وَ آخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سلسلۂ درسِ حیاتُ المسلمین

دین کا ضروری علم حاصل کرنا

(۹)

شرحِ روحِ دوم

بیان نمبر ...... (۲۶)

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم

مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی

مکتبۃ الاسلام کراچی

موضوع : دین کا ضروری علم حاصل کرنا

مقام : جامع مسجد دار العلوم کراچی ۱۴

تاریخ : ۱۸ ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ

یکم جون ۲۰۱۰ء

دن : منگل

وقت : بعد نماز عصر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰه نحمدهٗ ونستعينهٗ ونستغفرهٗ ونؤمنُ به ونتوكّل عليه ونعوذ باللّٰهِ من شرورِ أنفسنا ومن سيئاتِ أعمالنا مَن يّهدهِ اللّٰهُ فلا مضلَّ لهٗ وَمَن يُضللهٗ فلا هَادِيَ لَهٗ وأشهد أن لّا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ وحدهٗ لاشريك لهٗ وأشهد أنّ سيّدنا ونبيّنا ومولانَا محمدًا عبدهٗ و رسولهٗ صلى اللّٰه تعالٰى عليه وعلٰى آلهٖ و أصحَابهٖ و بارك وسلَّمَ تسليمًا كثيرًا كثيرًا.

أمّا بعد!

فأعوذ باللّٰه من الشيطٰن الرّجيم

بسم اللّٰه الرحمٰن الرّحيم

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ O (التحریم: آیت: ٦)

ترجمہ

اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اُس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے۔ اُس پر سخت کڑے مزاج کے فرشتے مقرر ہیں جو اللہ کے کسی حکم میں اُس کی نافرمانی نہیں کرتے، اور وہی کرتے ہیں جس

کا اُنہیں حکم دیا جاتا ہے۔ (آسان ترجمۂ قرآن)

جہنم سے بچنے کا طریقہ

میرے قابلِ احترام بزرگو!

جہنم سے بچنے کا راستہ کیا ہے؟ ہم کس طرح اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے بچائیں؟ اس آیت کی تفسیر میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اپنے آپ کو اور اپنے بچوں کو جہنم سے بچانے کا طریقہ یہ ہے کہ خود بھی دین سیکھو اور اپنے گھر والوں کو بھی دین سکھاؤ، خود بھی علم دین حاصل کرو اور اپنے گھر والوں کو بھی علمِ دین سے آراستہ کرو، تو علمِ دین سیکھنا اور سکھانا، خود بھی دین سے واقف ہونا اور اپنے اہل وعیال کو بھی دین سے باخبر کرنا اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ سے بچانے کا واحد طریقہ ہے، یہاں سے یہ بات معلوم ہوئی کہ علمِ دین حاصل کرنا فرض ہے، ہر مسلمان کو دین کی ضروری ضروری باتیں معلوم ہونی چاہئیں، یہ فرضِ عین ہے، اگر ہم نے یہ فرض ادا کرلیا ہے اور اپنے اہل وعیال کو بھی دین کا علم سکھا دیا، تب تو ہم ایک بہت بڑے فرض سے سُبکدوش ہوگئے۔

فرضِ عین علم نہ سیکھنے پر وعید

اگر خدانخواستہ ہم نے اپنا یہ فرضِ عین ادا نہیں کیا تو جیسے نماز چھوڑنے پر دوزخ کی وعید ہے، روزہ نہ رکھنے پر دوزخ کی وعید ہے، زکوٰۃ ادا نہ کرنے پر دوزخ کی وعید ہے، حج نہ کرنے پر دوزخ کی وعید ہے، اسی طرح فرضِ عین، علمِ دین نہ سیکھنے پر بھی جہنم کی

وعید ہے، اگر کوئی فرضِ عین کا درجہ ادا نہیں کرے گا، تو پھر اس کا ٹھکانہ جہنم ہے، جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے، لہٰذا فرضِ عین کا درجہ ہر مسلمان مرد وعورت کو حاصل کرنا ضروری ہے، یہ ہمارا بہت بڑا اور بنیادی فرض ہے، اس کی طرف ہماری توجہ بہت ہی کم ہے۔

آج کل والدین کا حال

ہمارے یہاں صرف مدرسوں میں علمِ دین کے سیکھنے اور سکھانے کی طرف رجحان پایا جاتا ہے، لیکن عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے اندر تو علمِ دین کے سیکھنے اور پڑھنے پڑھانے کا خیال ہی نہیں ہے، اس پر توجہ ہی نہیں ہے، ہمارے یہاں حال یہ ہے کہ بچہ پیدا ہوتا ہے، اس کے بعد پھر ذرا بڑا ہوتا ہے، تو اسے انگریزی اسکول میں ڈال دیا جاتا ہے، ماں باپ بچوں کو دنیاوی تعلیم دلوانا تو اپنی ذمے داری سمجھتے ہیں، اور اتنا کچھ بھی، ان میں وہ لوگ کرتے ہیں، جو پڑھے لکھے ہوتے ہیں، جاہل تو اتنا بھی نہیں کرتے، لیکن بڑے بڑے سمجھدار اور پڑھے لکھے لوگ علمِ دین سکھانے کی طرف توجہ نہیں دیتے، بلکہ نہ خود دین سیکھنے کا اہتمام کرتے ہیں، اور نہ اپنے بچوں کو دین کی باتیں سکھاتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ عام مسلمان مرد وعورت کو دین کی ضروری اور عام باتیں بھی معلوم نہیں ہیں۔

کیا ہمارا وضو، نماز اور غسل صحیح ہے؟

جہاں تک وضو اور نماز کا معاملہ ہے، اس میں تو نقل چل رہی ہے، جیسے چھوٹوں

نے بڑوں کو دیکھا، اب چھوٹے بڑے ہو گئے، وہ اسی طرح کرتے چلے آرہے ہیں، اس کی فکر نہیں ہے کہ کسی عالم کو اور جاننے والے کو چیک کرائیں، کسی کو دکھائیں کہ ہمارا وضو صحیح ہے یا نہیں؟ ہماری نماز سنت کے مطابق ہے یا نہیں؟ اس میں تو خالی نقل ہی چل رہی ہے، بس! دیکھ دیکھ کر چل رہے ہیں، اس طرف توجہ نہیں ہے کہ کتابوں میں دیکھیں کہ وضو کا کیا طریقہ ہے؟ غسل کا کیا طریقہ ہے؟ نماز کا کیا طریقہ ہے؟ اس کی طرف توجہ نہیں ہے، حقیقت یہ ہیکہ ہمارے معاشرے میں سوفیصد یہ کوتاہی پائی جاتی ہے، اور جب دین کا صحیح علم نہیں ہوگا تو عمل کیسے صحیح ہوگا؟ اور جب عمل صحیح نہیں ہوگا تو نجات کیسے ہوگی؟

یہ معمولی کوتاہی نہیں ہے

یہ کوتاہی ایسی ہے کہ بچپن سے لے کر بڑھاپے تک چلی آرہی ہے، اس کی طرف ہم سب کو توجہ دینی چاہئے، اور اب تک اس میں جو کوتاہی ہوگئی ہے، وہ معمولی کوتاہی نہیں ہے، بلکہ زبردست کوتاہی ہے کہ ہم نے دین کا ضروری علم حاصل کرنے کی طرف توجہ ہی نہ دی، اور ہم آج تک اس فرض سے غافل رہے اور غافل رہنے کی وجہ سے گنہگار ہوئے، اس گناہ سے سچی توبہ کریں، سچی توبہ کر کے آئندہ اس کوتاہی سے بچیں، اس مقصد کے لئے روزانہ لازماً وقت نکالیں اور ہر روز ایک گھنٹہ یا آدھا گھنٹہ علمِ دین سیکھنے کے لئے کافی ہے، اور پھر اپنے محلے کے مدرسے میں یا محلے کی مسجد کے امام صاحب، خطیب صاحب یا کسی حافظ صاحب یا قاری صاحب سے قرآن شریف تجوید سے سیکھیں۔

تجوید سے قرآنِ کریم پڑھنے کا حکم

جیسے ہماری علمِ دین سے ناواقفیت عام ہے، اس سے زیادہ تجوید سے ناواقفیت عام ہے، آپ ایک ہزار آدمیوں کو جمع کریں، اور ان سے قرآن شریف پڑھوا کر سنیں، تو ایک ہزار کے ایک ہزار کا قرآن شریف غلط نکلے گا، ایک ہزار میں ایک آدمی بھی ایسا ملنا مشکل ہے جس کا قرآن شریف صحیح اور تجوید کے مطابق ہو، چونکہ تجوید سے پڑھنے کا رواج نہیں ہے اور اس کو کوئی اپنی ذمے داری سمجھتا ہی نہیں ہے۔ یہ بات سمجھتے ہی نہیں کہ یہ بھی فرض و واجب ہے، حالانکہ تجوید سے قرآن شریف پڑھنا بھی فرض و واجب ہے، اس طرف توجہ نہیں ہے۔

کسی کی عمر پچاس سال کی ہوگئی ہو، ساٹھ سال کی ہوگئی ہو یا ستّر سال یا اسّی سال کی ہوگئی ہو، اسے سیکھنے کا عمل جاری رکھنا چاہیے، اس میں عمر کی کوئی قید نہیں ہے، جیسے ستّر، اسّی سال کی عمر میں نماز فرض ہے، کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں ستّر، اسّی سال کا ہوگیا ہوں، میں کیسے نماز پڑھوں؟ اسی طرح کسی کا یہ عذر نہیں چل سکتا کہ میری عمر ستّر، اسّی سال کی ہوگئی ہے، میں کیسے تجوید سے قرآن شریف پڑھوں؟ چاہے کسی کی عمر زیادہ ہوگئی ہو، لیکن اس پر قرآن شریف کو تجوید سے پڑھنے کی کوشش کرتے رہنا فرض و واجب ہے۔

کسی عالم سے مسائل سیکھیں

اور دوسری بات یہ ہے کہ جو روزمرہ کے ضروری مسائل ہیں، ان کو سیکھنے کے لئے

بھی استاد تلاش کرلیں اور اگر ہمارے اندر طلب اور فکر ہوگی تو اللہ تعالیٰ اس کا انتظام فرمادیں گے ؎

ع:

اے خواجہ درد نیست و گرنہ طبیب ہست

ع:

تو ہی اگر نہ چاہے تو بہانے ہزار ہیں

پڑھنے والے کے لئے تو استاد بھی مل جاتے ہیں، لہٰذا اس کے لئے وقت بھی نکالیں اور جستجو بھی کریں کہ کوئی ایسا استاد مل جائے جو ہمیں دین کی ضروری ضروری باتیں سکھائے اور مسائل پڑھادے، جب ایسا کوئی استاد مل جائے تو اکابر سے مشورہ کرلیں کہ ہم کون سے مسائل سیکھیں؟ مسائل کی کون سی کتاب لیں؟ جس میں پاکی، ناپاکی کے، وضو کے، غسل کے، روزے کے، حج کے، زکوۃ کے، سارے ضروری ضروری مسائل اور آداب بھی آجائیں۔

اس طرح سے جب روزانہ ایک یا آدھا گھنٹہ ان کاموں کے اندر لگے گا، تو آہستہ آہستہ ان شاء اللہ تعالیٰ ضروری علمِ دین آجائے گا، اب تک ہم اس کے تارک بنے ہوئے ہیں، پھر ان شاء اللہ تعالیٰ ادا کرنے والے بن جائیں گے، اور علم حاصل کرنے کے فضائل حاصل ہوں گے، اور علم حاصل کرنے پر آخرت میں درجاتِ عالیہ حاصل ہونے کی بھی امید ہوجائے گی، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ہماری جہالت

دور ہوگی، جو سو عذابوں کا ایک عذاب ہے۔ ہماری زندگی میں جان پڑ جائے گی اور ہمارے دین سے ناواقف ہونے کی بناء پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے یا غلط کاموں کے کرنے کی وجہ سے جو وبال ہم پر آرہا ہے، اس کا سدِّ باب بھی ہو جائے گا۔

اتنے بڑے فائدے ہیں، ایک فرض ادا کرنے پر! اور اتنے بڑے بڑے نقصانات ہیں اس کو ادا نہ کرنے پر، لہذا آج سے ہم اپنے دل میں اس بات کو بٹھالیں کہ ان شاء اللہ تعالیٰ آج کے بعد سے ہم اس فرض میں کوتاہی نہیں کریں گے۔

تین صدقاتِ جاریہ

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث لکھی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مؤمن کو موت کے بعد بھی جن اعمالِ صالحہ پر اجر وثواب ملتا ہے، وہ یہ ہیں:

(۱)......علم دین جو اس نے دوسروں کو سکھلایا۔

(۲)......اس نے علم کو پھیلایا۔

(۳)......اس نے نیک اولاد چھوڑی۔

یعنی تین عمل ایسے ہیں کہ اگر انسان مر جائے اور سب جانتے ہیں کہ مرنے کے بعد مرنے والا عمل سے بالکل عاری ہو جاتا ہے، پھر وہ عمل نہیں کر سکتا، اور کرے بھی تو اس کا کوئی ثواب نہیں ہے، عمل کے ثواب یا عذاب کا تعلق دنیا میں عمل کرنے سے ہے، مرتے ہی عمل کا وقت ختم ہو جاتا ہے، دنیا میں جو عمل کیا تھا اب آگے اس کا بدلہ

ہے، نیک عمل کیے ہیں تو نیک بدلہ ملے گا، برے اعمال کیے ہیں تو برا بدلہ ملے گا، لیکن آگے عمل نہیں ہے۔

ایک صاحبِ قبر کا عبرتناک واقعہ

اس پر مجھے ایک حکایت یاد آئی، ایک بزرگ قبرستان سے گزر رہے تھے، وہاں ایک قبر پر سے گزرے، تو اُن پر صاحبِ قبر کا حال منکشف ہوگیا، انہوں نے دیکھا کہ میت قبر میں تلاوت میں مشغول ہے، یہ ذرا خوش طبع آدمی تھے، انہوں نے دو باتیں کیں، ایک تو یہ بات کی کہ ہم نے تو سُنا تھا کہ قبر میں کوئی عمل نہیں ہے، حدیث میں آیا ہے کہ مومن کو قبر میں یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ اس طرح سو جا جیسے دلہن سوتی ہے، اور تم یہاں قرآن شریف کی تلاوت میں مشغول ہو، جو کہ ایک عمل ہے، ہم نے سُنا تھا کہ عمل دنیا تک ہے، آخرت میں عمل نہیں ہے، تم کیسے عمل کر رہے ہو؟

دوسرے بطورِ مزاح کہا کہ حافظ جی! کیا رمضان شریف آگیا ہے۔ جو قرآن شریف پھیر رہے ہو، یعنی کیا رمضان عالمِ برزخ میں بھی آتا ہے؟ جیسے دنیا میں آتا تھا؟ تو اس میت نے جواب دیا کہ یہاں رمضان تو نہیں آتا، اور نہ قرآن شریف تراویح میں سنانے کی تیاری ہو رہی ہے، اور رہی پہلی بات تو یہاں پر کوئی عمل کرنے کا کوئی حکم بھی نہیں ہے، جب کوئی دنیا چھوڑ کر یہاں آتا ہے تو اس سے تین سوال کیے جاتے ہیں اور تین سوالوں کے جواب میں وہ کامیاب ہو جاتا ہے تو جہاں تک اس کی نگاہ جاتی ہے، قبر کشادہ کردی جاتی ہے۔

پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ تم یہاں پرا کیلے رہو گے، تمہارا کوئی من پسند کام ہو، کوئی شغل ہو تو بتا دو، ہم غور کرلیں گے، اگر تمہارے مناسب ہوا، تو تمہیں اس کی اجازت دے دیں گے، چنانچہ مجھ سے بھی یہی پوچھا گیا، تو میں دنیا کے اندر الحمدللہ! رمضانی حافظ نہیں تھا، واقعی حافظ تھا اور اللہ پاک نے مجھے قرآن شریف پڑھنے کا شوق اور ذوق عطا فرمایا تھا، میں دنیا میں قرآن شریف بہت پڑھا کرتا تھا، مجھے قرآن شریف پڑھنے سے خاص شغف تھا، رمضان میں بھی پڑھتا تھا، رمضان کے علاوہ بھی پڑھنے کا معمول تھا، اللہ تعالیٰ ہم سب کو نصیب فرمائے،

جب مجھ سے پوچھا گیا کہ تم اپنے وقت کو کس طرح گزارنا پسند کرو گے؟ میں نے کہا کہ مجھے قرآن شریف پڑھنے کی اجازت مل جائے تو زہے مقدر، کیونکہ یہ میرا بہت ہی پسندیدہ مشغلہ ہے، تو اس کی مجھے اجازت مل گئی، اس لئے میں قرآن شریف پڑھ رہا ہوں، اب یہاں پر نہ کھانا ہے، نہ پینا ہے، نہ سونا ہے، نہ جاگنا ہے، نہ کوئی غم اور فکر ہے، اب میں یہاں رات دن قرآن شریف پڑھتا ہوں بس! یہاں چوبیس گھنٹے میرا کام قرآن شریف کی تلاوت ہے۔

ستّر ہزار قرآن شریف کے بدلے میں صرف ایک سبحان اللہ

اس کے بعد اس نے ایک عجیب بات یہ کہی کہ جب سے میں اس دنیا سے قبر میں آیا ہوں، یہاں آکر میں نے اب تک ستّر ہزار قرآن شریف ختم کرلیے ہیں، وہ میں تمہیں دیتا ہوں، تم مجھے ایک سبحان اللہ کا ثواب بخش دو، وہ بزرگ ظریف الطبع

آدمی تھے، اس لیے انہوں نے کہا کہ بھئی اس کا کیا حساب ہے؟ تم ایسے ہی مفت میں مجھے ایک سبحان اللّٰہ کے بدلے ستّر ہزار قرآن شریف کا ثواب کیوں دے رہے ہو؟ پہلے مجھے حساب بتاؤ، اس نے کہا کہ حساب کیا دیکھنا؟ آپ کو تو میں ستّر ہزار قرآن شریف دے رہا ہوں اور ایک سبحان اللّٰہ لے رہا ہوں۔

ان بزرگ نے کہا کہ میں سمجھنا چاہتا ہوں کہ اس کا کیا جوڑ ہے؟ اس پر اس نے کہا کہ تم نہیں مانتے تو میں بتا دیتا ہوں کہ اصل بات یہ ہے کہ یہاں ستّر ہزار کا کوئی ثواب نہیں ہے، یہ ثواب تو دنیا کے اندر تھا، وہاں تو ایک کا بھی بہت تھا، چہ جائیکہ ستّر ہزار قرآن شریف کو ختم کرے، اس لئے یہاں ستّر ہزار قرآن شریف پڑھنے کا ایک دمڑی بھی ثواب نہیں ہے، اس کا ایک ٹکا کا بھی ثواب نہیں ہے، اور جہاں تم ہو، وہاں ایک سبحان اللہ کا ثواب بھی اتنا ہے کہ زمین سے آسمان تک کا خلا بھر جائے، اس لئے میں کہہ رہا ہوں کہ تم ستّر ہزار لے لو اور ایک سبحان اللّٰہ مجھے بخش دو، دنیا میں ایک سبحان اللّٰہ کا بہت ثواب ہے، اور ستّر ہزار قرآن شریف کا آخرت میں کوئی ثواب ہی نہیں ہے، تو آدمی جیسے ہی مرتا ہے، اس کے عمل کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔

صدقہ کی قسمیں

جب آدمی مر جاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے، لیکن سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ ایسے اعمال بھی بیان فرمائے ہیں کہ آدمی کا انتقال ہو جائے، تب بھی

اس کو اس کے کئے ہوئے عمل کا ثواب ملتا رہتا ہے، ایسے اعمال کو ''صدقاتِ جاریہ'' کہتے ہیں، صدقہ کی دو قسمیں ہیں، ایک عام صدقہ اور ایک صدقۂ جاریہ، عام صدقہ تو یہ ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کوئی سا بھی نیک کام کرے، تو اس کو اس کا ثواب مل جائے گا، کسی کو کھانا کھلا دے تو یہ بھی صدقہ ہے، کسی کو پانی پلا دے تو یہ بھی صدقہ ہے، کسی کو کپڑے پہنا دے تو یہ بھی صدقہ ہے، جب تک اس کے تن پر کپڑا رہے گا، پہنانے والے کو اجر ملتا رہے گا، کسی سے خندہ پیشانی سے ملنا بھی صدقہ ہے، کسی کو اچھی بات کہنا بھی صدقہ ہے، سبحان اللّٰہ کہنا بھی صدقہ ہے، الحمدللّٰہ کہنا بھی صدقہ ہے، اللّٰہ اکبر کہنا بھی صدقہ ہے، لاالٰہ الا اللّٰہ کہنا بھی صدقہ ہے اور ایک ہوتا ہے صدقۂ جاریہ، اس صدقہ کو ایک مرتبہ کرنے سے اس کا ثواب جاری ہو جاتا ہے، اور جس نے وہ کام کیا ہے اس کی زندگی میں بھی ثواب جاری رہتا ہے اور اس کے مرنے کے بعد بھی ثواب چلتا رہتا ہے، اور کرنے والے کو برابر اس کا ثواب پہنچتا رہتا ہے۔

سیکھنے اور سکھانے کا عمل

صدقاتِ جاریہ بہت سارے ہیں، ان میں سے کچھ احادیثِ طیبہ کے اندر بیان کیے گئے ہیں، نمبر ایک، کسی نے دین کا علم سیکھا اور پھر دوسروں کو سکھلا دیا، یہ بھی صدقۂ جاریہ ہے، سرکارِ دو عالم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ اللہ جل شانہ سے سیکھا، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو سکھایا، پھر صحابہ کرامؓ نے تابعین

کو سکھایا، تابعین سے تبع تابعین نے سیکھا، تبع تابعین سے پھر ان کے نیچے والے مسلمانوں نے سیکھا، آج تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے دین کی باتوں کا سیکھنا سکھانا چلا آ رہا ہے۔

یہ جتنے مدارسِ دینیہ ہیں، یہ سب صدقۂ جاریہ کے مراکز ہیں، یہاں پر قرآن شریف پڑھا اور پڑھایا جاتا ہے، یہاں پر قرآن شریف کے علوم سیکھے اور سکھائے جاتے ہیں، حدیث شریف پڑھی اور پڑھائی جاتی ہے، فقہ اور مسائل پڑھائے جاتے ہیں، احکام اور آداب سکھائے جاتے ہیں، حلال حرام کی باتیں بتائی جاتی ہیں، اور اس کی تفصیلات سیکھی اور سکھائی جاتی ہیں، یہ صدقۂ جاریہ کا ایک سلسلہ ہے، جو بہت وسیع وعریض ہے اور ساری دنیا میں پھیلا ہوا ہے، اندازہ کرو کہ سرکارِ دوعالم جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا کتنا ثواب پہنچ رہا ہوگا، بس دن رات پڑھنے پڑھانے کا ایک سمندر ہے، جس کا سارا ثواب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح کو پہنچتا ہے، پھر آگے صحابہ، تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین، علمائے امت، صلحائے امت، اور جو لوگ بھی علمِ دین سیکھنے سکھانے اور پڑھنے پڑھانے کے سلسلے میں ہیں، یہ ان سب کا صدقۂ جاریہ ہے۔

صدقۂ جاریہ کا عمل اختیار کریں

آدمی دوسروں کو کب سکھائے گا؟ جب پہلے خود سیکھے گا، اگر ہم بقدرِ ضرورتِ علم دین سیکھیں گے، تو پھر اپنے بچوں کو بھی سکھائیں گے، اپنی بیویوں کو بھی بتائیں گے،

اس طریقے سے ہم دوسروں کو سکھانے والے ہو جائیں گے، اور کیا بعید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دوسرے مسلمانوں کو علمِ دین سکھانے کا بھی موقع اور توفیق عطا فرما دیں، بس اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے دین کی صحیح صحیح باتیں سیکھیں اور سکھائیں، کیونکہ جس طرح دین کی صحیح بات سکھانے کا ثواب ہے، غلط بات سکھانے اور بتانے کا وبال بھی ہے، نیت صحیح ہو، اور جو باتیں سیکھے یا سکھائے وہ درست ہوں۔

اندازہ کرو کہ اس طرح علمائے امت زندگی بھر پڑھتے اور لوگوں کو پڑھاتے آرہے ہیں، کس طرح سے ان کا صدقۂ جاریہ دنیا کے اندر پھیلتا ہے؟ ان کے کتنے شاگرد ہوتے ہیں؟ اور پھر وہ استادوں سے سیکھنے کے بعد دوسروں کو سکھاتے ہیں، اور اکثر اسی میں ان کی عمریں گزر جاتی ہیں، تو جو لوگ دین سیکھتے ہیں، اور پھر سکھاتے ہیں، ان کے لئے کتنا بڑا صدقۂ جاریہ ہے، ہم بھی یہ صدقۂ جاریہ اختیار کر سکتے ہیں، ایسا نہیں ہے کہ یہ ہماری دسترس سے باہر ہے، اور ہم یہ نعمت حاصل نہیں کر سکتے، ہم میں سے ہر آدمی یہ نعمت حاصل کر سکتا ہے اور حاصل کر کے اپنا صدقۂ جاریہ قائم کر سکتا ہے۔

دین سکھانے کی چند مثالیں

آپ نے دوسروں کو دین کی باتیں سکھا دیں اور پھر وہ سیکھنے والا جب تک آگے لوگوں کو سکھاتا رہے گا یا پڑھ کر عمل کرتا رہے گا، سکھانے والے کو اس کا ثواب ملتا رہے گا، چاہے وہ دنیا میں زندہ ہو یا نہ ہو، جیسے کسی نے قرآنِ کریم اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے

سیکھ لیا، اس کے بعد اللہ کی رضا کے لئے کسی کو سکھا دیا، اب یہ پڑھانے اور سکھانے والا تو فوت ہو گیا، لیکن جس کو سکھایا تھا، وہ پڑھ رہا ہے اور وہ زندگی بھر پڑھتا رہے گا، تو اس کو اپنے پڑھنے کا ثواب تو ملے گا، اس کے ساتھ ساتھ پڑھانے والے کو بھی اس کے قرآن شریف پڑھنے کا ثواب ملے گا۔

قرآن شریف تو بہت بڑی بات ہے، اگر کسی نے نورانی قاعدہ بھی کسی کو پڑھا دیا اور نورانی قاعدہ بھی بڑی بات ہے، اگر کسی نے کسی کو سبحان اللہ کہنا سکھا دیا، الحمدللہ سکھا دیا، اللہ اکبر سکھا دیا، لاالہ الا اللہ سکھا دیا، جیسے عام طور پر ماں باپ اپنے بچوں کو اللہ تعالیٰ کا نام سکھاتے ہیں، سلام سکھاتے ہیں، صبح شام کی دعائیں سکھاتے ہیں، اسی طرح اساتذہ بھی سکھاتے ہیں، تو یہ بھی اسی دین سکھانے میں داخل ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ خود بھی دعائیں یاد ہونی چاہئیں اور آداب معلوم ہونے چاہئیں، اور اس کے ساتھ اپنے بچوں کو بھی سکھاتے اور بتاتے رہیں، تو اس طرح سے یہ ایک صدقۂ جاریہ ہوگا۔ آپ سیکھیں گے، پھر اپنے بچوں کو سکھائیں گے، دوسرے کے بچوں کو سکھائیں گے، اپنے بھائی، بہن، بھتیجے، بھتیجیاں، بھانجے، بھانجیاں، یہ سارے صدقۂ جاریہ کا میدان ہیں، ان سب کو دین کی باتیں سکھا کر ہم اپنا صدقۂ جاریہ قائم کر سکتے ہیں، لیکن پھر بھی دوسروں کو دین سکھانا، یہ ہر ایک کے بس کی بات نہیں ہے، یہ تو جس کو توفیق ہو جائے، اس پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل ہے، اس پر اللہ

تعالیٰ کا بہت بڑا انعام ہے، اس پر جتنا بھی شکر ادا کرے کم ہے۔

دین سکھانے والے کہاں ہیں؟

ہوسکتا ہے کہ بہت سے ایسے مسلمان ہوں کہ ان کے اندر دوسروں کو دین سکھانے کی صلاحیت ہی نہ ہو، اور یہ بات آپ کے اور ہمارے مشاہدے میں ہے کہ ہر آدمی دوسروں کو دین سکھا نہیں سکتا، دین سکھانے کے لئے سب سے پہلے تو دین معلوم ہونا ضروری ہے، اور پھر پڑھانے کی صلاحیت کا ہونا ضروری ہے، آج کل مسلمانوں کے اندر اس کی بڑی کمی ہے، جس کی وجہ سے علم دین ہی نہیں ہے، جب علم دین نہیں ہوگا تو دین پڑھانے اور سکھانے کی صلاحیت کہاں سے آئے گی؟

ہم مدرسوں میں چونکہ آتے جاتے ہیں، اس لیے ہمیں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ دین پڑھنے اور پڑھانے والے، سیکھنے اور سکھانے والے بہت سارے لوگ ہیں، یہ بات کسی قدر صحیح ہے، لیکن دنیا کے اعتبار سے دیکھو کہ یہ ماحول کہاں کہاں ہے؟ اور کتنا کتنا ہے؟ تو ساری دنیا کے اعتبار سے یہ سارے مدارس اور یہ ساری جماعتیں، جو دین کی خدمت میں لگی ہوئی ہیں، مل کر جسم میں تل کے برابر بھی نہیں ہیں، پوری دنیا کے حساب سے سب آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں ہیں، تو ہر آدمی دین کی باتیں سکھا نہیں سکتا، پڑھا نہیں سکتا۔

کتاب لکھنا ایک صدقۂ جاریہ

اس لئے دوسرا صدقۂ جاریہ یہ بیان فرمایا کہ اس نے کسی بھی طریقے سے علم دین پھیلایا، حکیم الاُمت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے علم دین پھیلانے کی چند صورتیں

بیان فرمائی ہیں، ان میں سے ایک تو یہ ہے کہ اگر خود عالم اور مصنف ہے تو مختلف موضوعات پر کتابیں لکھے، ایسی کتابیں لکھے جو مسلمانوں کی ضرورت کی ہوں، اور انہیں چھپوا کر مسلمانوں تک پہنچادے، اور اگر وہ مدارس کی ضرورت کی ہوں تو مدارس میں پہنچادے، جیسا کہ علمائے امت نے یہ فریضہ بدرجۂ اتم پورا فرمایا ہے کہ علمائے امت نے اردو میں، عربی میں، فارسی میں، انگریزی اور دوسری زبانوں میں جہاں جہاں جیسی ضرورت محسوس کی، اسی موضوع پر کتابیں لکھی ہیں، اور پھر ان کتابوں کو شائع کیا، پھیلایا، اور پھیلا رہے ہیں۔

الحمد للہ! کتابیں پھیل رہی ہیں، اور کثرت سے ایسی ایسی کتابیں چھپ کر سامنے آرہی ہیں، جو پہلے بالکل نایاب تھیں، کبھی ان کا نام بھی سُننے میں نہیں آتا تھا، یا نام ہی نام سُننے میں آتا تھا، اب وہ ماشاءاللہ دس دس، بیس بیس، تیس تیس اور پچاس پچاس جلدوں میں چھپ کر منظرِ عام پر آرہی ہیں، اور علمائے کرام کی طرف سے چھوٹے چھوٹے اَن گنت کتابچے مرتب ہو کر تقسیم کیے جارہے ہیں، اور کتب خانے والے ان کو چھاپ رہے ہیں، یہ ہے دین پھیلانا، یہ بھی صدقۂ جاریہ ہے، جب تک وہ کتابیں رہیں گی، اور لوگ ان کو پڑھتے رہیں گے اور دوسرے مسلمانوں کو دیتے رہیں گے، پھر وہ پڑھتے رہیں گے یا پڑھ کر سُناتے رہیں گے، اس کا ثواب لکھنے والے کو ملتا رہے گا۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریاؒ کا صدقۂ جاریہ

الحمد للہ! ہمارے یہاں کتابوں کا تو ایک دریا ہے، کس کس کتاب کا نام لیں،

ہمارے اکابر کی جو کتابیں بے انتہاء مقبول ہیں، بس ان کا نام بتا دیتا ہوں، مثلاً شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''فضائلِ اعمال'' ہے، اب جس محلے میں جاؤ، جس مسجد میں جاؤ، جس شہر میں جاؤ، جس دیہات میں جاؤ، جس جنگل میں جاؤ، جن پہاڑوں میں جاؤ، ہر مسجد میں کسی نہ کسی نماز کے بعد اس کی تعلیم ہوتی ہے، آپ کو بھی اس کا تجربہ اور مشاہدہ ہوگا کہ جماعت والے ماشاء اللہ پوری دنیا میں پھیلتے ہیں، لیکن یہ کتاب جماعت والوں کے ساتھ خاص نہیں ہے، بلکہ مقامی لوگ بھی باقاعدہ روزانہ اس کی تعلیم کرتے ہیں، گھروں میں بھی اس کی تعلیم ہوتی ہے، مدرسوں میں بھی اس کی تعلیم ہوتی ہے، تو اللہ تعالیٰ نے اس کو کیسی مقبولیت عطا فرمائی ہے، یہ فضائل اعمال، شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا صدقۂ جاریہ ہے، ان شاء اللہ اس کا اجر وثواب ان کو ملتا رہا ہوگا۔

تفسیر معارف القرآن، ایک صدقۂ جاریہ

ایسے ہی ہمارے حضرت، مفتیٔ اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''معارف القرآن'' ہے، اللہ پاک نے اسے تمام تفسیروں میں ایسی مقبولیت عطا فرمائی ہے کہ یہ دنیا کے کونے کونے میں پہنچی ہوئی ہے اور حضرت نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں لکھی ہے، جب اکثر ان کی طبیعت خراب رہتی تھی، طبیعت خراب ہوگئی تو لیٹ گئے، طبیعت بہتر ہوگئی تو لکھنے بیٹھ گئے، اس طرح آخری عمر میں بسترِ مرگ پر اس کتاب کو لکھا ہے، اور اللہ پاک نے اس کو بے پناہ

مقبولیت عطا فرمائی ہے، اور مقبولیت میں اس کے برابر کوئی تفسیر نظر نہیں آتی، اس کو اللہ پاک نے ایسی مقبولیت عطا فرمائی ہے کہ کوئی عالم اس سے مستغنی نہیں ہے، ہزاروں مسجدوں اور مدرسوں میں اس تفسیر کا مطالعہ کر کے درسِ قرآنِ کریم دیا جاتا ہے۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم نے ''آسان ترجمۂ قرآن'' لکھا ہے، وہ بھی مقبول ہو رہا ہے، الحمدللہ، حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''بہشتی زیور'' ہے، وہ بھی صدقۂ جاریہ اور مقبول عام ہے، پہلے ہر گھر میں جہاں قرآن شریف ہوتا تھا، وہاں بہشتی زیور بھی ہوتا تھا، اور آج بھی یہ ہر گھر کی ضرورت ہے، یہ ہماری نالائقی اور ناسمجھی ہے کہ ہم نے اس کو اپنے گھروں سے نکال دیا۔

جس گھر میں ٹی وی آ گیا، تو اس گھر سے قرآن شریف باہر چلا گیا، یہ تو ڈوب مرنے والا مقام آ گیا کہ لوگوں نے ٹی وی دیکھنے کی وجہ سے قرآن شریف پڑھنا چھوڑ دیا اور جب پڑھنا چھوڑ دیا تو لوگوں نے کہا کہ اب کوئی پڑھتا تو ہے نہیں، چلو! مسجد میں رکھوا دو۔ اس طرح قرآن شریف گھر سے نکل گیا، اس کی جگہ ٹی وی آ گیا، **العیاذ باللہ**۔ جس میں گھر بھی برباد اور آخرت بھی تباہ و برباد۔

بہشتی زیور بھی ایسی مقبول کتاب ہے کہ ایسی مقبول کتاب دیکھنے میں نہیں آئی، اور یہ بہت مستند کتاب ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ کتاب حکیم الامت حضرت تھانوی

رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں تقریباً ساٹھ سال رہی ہے، اور علماء اور دیگر حضرات کی طرف سے اس کے مسائل پر تنقید اور تفتیش ہوتی رہی ہے، اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اس کے مطابق کہیں رجوع فرماتے رہے ہیں، کہیں توجیہ فرماتے رہے ہیں، اور کہیں اصلاح فرماتے رہے ہیں۔

یہ فتویٰ کی ایسی کتاب ہے جو مصنف کی زندگی میں اتنے عرصے تک رہی ہے، اس کی تصویب و تنقیح ہوئی ہے، اس لئے یہ نہایت ہی معتبر اور مستند ہے، اب یہ اور بات ہے کہ حالات کے بدلنے سے بعض مسائل میں بھی تبدیلی آگئی ہے، لیکن فی نفسہٖ اس کے مسائل اپنی جگہ محقَّق اور نہایت ہی مضبوط ہیں، ایک عام عالم کے لئے بھی یہ کتاب نہایت کافی شافی ہے، اور ہر مسلمان مرد و عورت کے لئے تو علمِ دین کا جو درجہ فرضِ عین ہے، اس کے حاصل کرنے کے لئے ناگزیر ہے۔

اس میں ضروری ضروری ہر قسم کے مسائل ہیں، اس کے اندر عقائد کے متعلق بھی مسائل ہیں، عبادات کے متعلق بھی مسائل ہیں، معاملات کے متعلق بھی مسائل ہیں، معاشرت کے متعلق بھی مسائل ہیں، اخلاق سے متعلق بھی مسائل ہیں، یہ ہمارے دین اسلام کے پانچ شعبے ہیں، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان پانچوں شعبوں سے متعلق اس کے اندر احکام و مسائل اور آداب بیان فرمائے ہیں، تو یہ بہشتی زیور بھی ہر گھر کی ضرورت ہے، اس لئے ہر گھر میں ہونا چاہئے، اور اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہمیں علم کا فرضِ عین والا درجہ حاصل ہو جائے تو ہم بہشتی زیور کا ضرور مطالعہ کرلیں، یا اس کو کسی عالم سے

پڑھ لیں، مطالعہ کرنے سے بہتر کسی عالم سے پڑھنا ہے، لیکن اگر کوئی پڑھانے والا نہ ملے تو مطالعہ ضرور کریں، اور اس کے لیے وقت نکالیں۔

بہشتی زیور، حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا زبردست صدقۂ جاریہ ہے۔

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ وملفوظات

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک صدقۂ جاریہ ان کے مواعظ وملفوظات ہیں، تقریباً ساڑھے تین سو مواعظ چھپے ہوئے ہیں، اور ان کی ۳۲ جلدیں ہیں، اور جو چھپے نہیں ہیں، وہ الگ ہیں، اسی طرح ان کے ہزاروں ملفوظات بھی ہیں، وہ بھی بہت قیمتی ہیں، ان کی تقریباً ۳۰ جلدیں ہیں، اور ان کو ہزاروں لوگ پڑھتے ہیں، اور ان کو علماء کرام پڑھ کر بیان بھی کرتے ہیں، اور ان کی وجہ سے کتنے لوگوں کی زندگی بدل چکی ہے، سمجھ صحیح ہوگئی ہے، عقل صحیح ہوگئی ہے، علم صحیح ہوگیا ہے، اصلاح ہوگئی ہے، ہم بھی فائدے حاصل کر سکتے ہیں، بس! اللہ تعالیٰ ہماری کاہلی اور سُستی دور فرمادیں۔

ہمارے اندر طلب کی بے حد کمی ہے، یہ ساری نعمتیں ہمارے اکابر کی ہیں، ہم بھی ان سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور ان کے ذریعے اپنے صدقۂ جاریہ کے اندر حصہ لے سکتے ہیں، تو جہاں بہشتی زیور پڑھیں، وہاں حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ وملفوظات بھی پڑھیں، بس! ہمارے اندر مطالعہ کرنے کی ایسی عادت پڑ جائے، جیسے کھانے پینے کی عادت ہے، اور نہانے کی عادت ہے کہ جب تک ہم تھوڑی دیر کسی

دینی کتاب کا مطالعہ نہ کرلیں، اس وقت تک ہماری طبیعت کے اندر سکون نہ ہو، جیسے کھائے بغیر سکون نہیں ہوتا، پئے بغیر سکون نہیں ہوتا، نہائے بغیر سکون اور اطمینان نہیں ہوتا، بس! ایسے ہی مطالعہ کے بغیر سکون نہ ہو۔

اب تو رونا اس بات کا ہے کہ ہمارے اندر مطالعہ کا شوق ہی نہیں ہے، اس وجہ سے باوجود کہنے کے بھی توجہ نہیں ہوتی، مطالعہ کا شوق ہوجائے کہ ہم روزانہ کچھ دیر دینی کتابوں کا مطالعہ کیا کریں گے، تو اس کے اتنے فضائل ہیں کہ بیان نہیں کیے جاسکتے، ہم تھوڑا تھوڑا حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ کا مطالعہ کرنا شروع کریں گے تو ہمیں فائدے حاصل ہونا شروع ہوجائیں گے کہ سب سے پہلے ہماری سمجھ صحیح ہوجائے گی، عقل درست ہوجائے گی، علم صحیح آجائے گا، عمل کی فکر پیدا ہوجائے گی، عمل درست ہونا شروع ہوجائے گا، عقائد صحیح ہوجائیں گے، عبادات درست ہوجائیں گی، معاملات درست ہوجائیں گے، معاشرت درست ہوجائے گی، اخلاق صحیح ہوجائیں گے۔

یہ مواعظ وملفوظات، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا صدقۂ جاریہ ہیں۔

کتابیں خرید کر وقف کرنا

دین کی کتابیں لکھ کر مسلمانوں کے اندر پھیلانا، تاکہ لوگ ان کو پڑھیں اور پڑھ کر عمل کریں، یہ بھی ایک صدقۂ جاریہ ہے، لیکن یہ کام بھی ہر آدمی نہیں کرسکتا، یہ تو علماء ہی کا کام ہے، تو لوگوں کے لئے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک آسان راستہ یہ

بیان فرمایا ہے کہ جو کتابیں نہ لکھ سکے، وہ کتابیں خرید کر وقف کر دے، **سبحان اللّٰہ!** کسی مکتب کے اندر بچوں کو نورانی قاعدے پڑھائے جاتے ہیں، اور وہاں نورانی قاعدے نہیں ہیں، اگر کوئی مسلمان اللہ کی رضا کی خاطر نورانی قاعدے خرید کر اس مکتب میں پہنچادے، اب جتنے بھی بچے وہ نورانی قاعدے پڑھیں گے، یہ اس کا صدقۂ جاریہ ہو جائے گا، پھر جو نورانی قاعدہ پڑھے گا، اس کے بعد قرآن شریف بھی پڑھے گا، اور جب وہ قرآن شریف پڑھے گا تو ایک مرتبہ نہیں پڑھے گا، **اِن شاء اللّٰہ** عمر بھر پڑھے گا۔

اب اس نے تو نورانی قاعدہ پڑھوانے کے لئے نورانی قاعدہ دیا، دوسروں نے نورانی قاعدہ کی بدولت قرآن شریف پڑھا، اور اس کے بعد ساری عمر پڑھتا رہا، اب اس نورانی قاعدہ دینے والے کا انتقال بھی ہو گیا، لیکن اس کے پاس قبر میں قرآن شریف کے اجر وثواب کے پارسل آرہے ہیں، اسی طرح اگر کسی نے ناظرہ پڑھنے والے یا حفظ کرنے والے بچوں کو قرآن شریف لاکر دے دیا اور ان بچوں کی ملکیت میں دے دیا یا مدرسے میں وقف کر دیا، تاکہ مدرسے میں جو بھی بچہ پڑھنے آئے، وہ قرآن شریف پڑھے اور جب پڑھ چکے تو واپس دے جائے، اسی طرح جن مدارس میں علوم شرعیہ پڑھے اور پڑھائے جاتے ہیں، وہاں عام طور پر فقہ کی کتابیں، اصول فقہ کی کتابیں، حدیث شریف کی کتابیں، اصول حدیث کی کتابیں، قرآن شریف کی تفسیریں پڑھی اور پڑھائی جاتی ہیں، یہ کتابیں دینی کتب خانوں سے ملتی ہیں، تو جو شخص

ان کتابوں کو اپنے لئے، اپنے ماں باپ کے لئے، اپنے عزیز و اقارب کے لئے، اپنے اہل وعیال کے ایصال ثواب کے لئے صدقۂ جاریہ کی نیت سے خریدے اور مدرسوں میں وقف کردے، تو یہ صدقۂ جاریہ کی ایک آسان صورت ہے۔

مفتیٔ اعظم پاکستان کا صدقۂ جاریہ

ہمارے حضرت، مفتیٔ اعظم پاکستان، مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اپنا ایک بہت بڑا کتب خانہ تھا، جس سے الحمدللہ! بہت استفادہ کرنے کا موقع ملا، حضرت نے وصیت فرمائی تھی کہ جب اسے سنبھالنے کا کوئی انتظام نہ رہے، تو اس کو مدرسے میں وقف کردیا جائے، آج کل وہ دارالعلوم کی لائبریری میں وقف ہے، خود بھی کتنی کتابیں لکھیں اور زندگی بھر پڑھاتے رہے، فتویٰ دیتے رہے، اور پھر انہوں نے جو کتابیں جمع کی تھیں، وہ بھی حضرت کی طرف سے مدرسہ میں وقف ہوگئیں، یہ حضرت کا کتنا بڑا صدقۂ جاریہ ہے، یہ دارالعلوم کراچی خود حضرت کا بہت بڑا صدقۂ جاریہ ہے، ذرا غور کرو تو معلوم ہوگا کہ یہاں دین کی ہر طرح سے خدمت ہورہی ہے، تو ہمارے لئے ایک راستہ یہ ہے کہ جن جن مدرسوں میں جن کتابوں کی ضرورت ہو، وہ خریدیں اور انہیں مدرسے کے اندر وقف کردیں، اب وہ وقف کتابیں سو سال تک رہیں یا پچاس سال تک رہیں، اور ہر سال طلبہ آئے، طلبہ نے ان کتابوں میں سے پڑھا اور اساتذہ نے انہیں پڑھایا، تو کتابیں دینے والے کی تو موج ہوگئی، اس کا یہ زبردست صدقۂ جاریہ قائم ہوگیا۔

اب اس سے پڑھ پڑھ کر لوگ آگے پڑھائیں گے، انشاء اللہ تعالیٰ، اب اللہ

تعالیٰ نے ایسا سلسلہ چلایا ہے کہ یہ قیامت تک چلے گا، تو جس نے ایک کتاب دی، جس نے دس کتابیں دیں، جس نے چالیس کتابیں دیں، جس نے پچاس کتابیں دیں اور وقف کیں، تو اس کے باپ دادا کی موج ہوگئی کہ وہ اپنے سب رشتے داروں کی طرف سے نیت کرلے کہ یا اللہ! مجھے بھی اس کا ثواب ملے، میرے مرنے والوں کو بھی ملے، میری پوری نسل کو ملے، سب ہی کو ملے گا، انشاء اللہ تعالیٰ۔

عالموں کی صف میں شامل ہونے کا طریقہ

حدیث شریف میں ہے کہ جو آدمی میری امت کے فائدے کی چالیس حدیثیں میری امت کو پہنچادے، تو وہ قیامت میں عالموں کی صف میں اٹھے گا، اب یہ ایسا آسان نسخہ ہے کہ ہر آدمی عالموں کی صف میں کھڑا ہوسکتا ہے، عالم نہ سہی، لیکن اس کو عالموں کے قدموں میں تو جگہ مل جائے گی، اور عالموں کا درجہ بہت بڑا ہے، تو چالیس حدیثیں چھپی ہوئی ملتی ہیں، ہمارے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بھی ہیں، اور ہمارے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی جو چہل حدیث ہے، وہ سب سے چھوٹی اور مختصر ہے، وہ یاد بھی کرلیں اور ساتھ میں وہ کتابیں چھپوا کر آگے تقسیم کردیں، وہ مسلمانوں تک پہنچ جائیں گی تو اس کو پہنچانے کا ثواب الگ ملے گا، اور یہ اس کے لئے صدقۂ جاریہ بنے گا، یہ کتاب جہاں جائے گی، جو اسے پڑھے گا، اس کا ثواب پہنچانے والے کو ملتا رہے گا، تو دو صدقۂ جاریہ ہوگئے، ایک دین کا سکھانا، جو عام طور پر عالموں کا کام ہے، دوسرے علم دین کو پھیلانا۔

مسجد میں قرآنِ کریم رکھنے والوں کی کوتاہی

عام لوگوں کے لئے آسان طریقہ یہ ہے کہ جہاں کتابوں کی ضرورت ہو، جس کو ضرورت ہو، خرید کر وہاں پہنچائیں، لیکن یہاں ایک بات میں یہ عرض کردوں کہ مسجدوں میں قرآن شریف نہ رکھیں، اس لئے کہ اکثر مسجدوں میں مسلمانوں نے اتنے قرآن شریف رکھ دیے ہیں کہ اب ان کو دیمک کھا رہی ہے، ان کو کوئی پڑھ نہیں سکتا، مسجد کے منتظمین پریشان ہیں کہ ان قرآن شریف کا کیا کریں؟ وہ قرآن شریف اتنی تعداد میں ہیں کہ ان کو رمضان شریف میں بھی پڑھنے کی نوبت نہیں آتی، تو باقی سال میں کب آئے گی؟

قرآن شریف مسجد میں رکھنا، مدرسے میں رکھنا اور وقف کرنا فضیلت والا کام ہے، یہ بھی صدقۂ جاریہ ہے، لیکن یہ اس وقت صدقۂ جاریہ جب کوئی اسے پڑھے گا، اور جب کوئی نہیں پڑھے گا تو دیمک چاٹے گی، ان کو مسجد میں رکھنے کا کیا ثواب ملے گا؟ بلکہ یہ اُلٹا مسجد والوں کو پریشان کرنا ہوا، اس لئے کہ لوگ بغیر پوچھے رکھ دیتے ہیں، اور وہ مسجد میں جمع ہو رہے ہیں، اب ان کے پڑھنے اور پڑھانے کا کوئی انتظام نہیں ہے، مسجد والے عام حالات میں کسی دوسری جگہ دے بھی نہیں سکتے، اس لئے مسجد میں قرآن شریف وقف نہ کریں، ہاں! جس مسجد یا مدرسے میں قرآنِ کریم کی ضرورت ہو تو پھر بے شک وہاں وقف کریں۔

کس کتاب کی ضرورت ہے؟

ایسے ہی دینی کتابیں بھی اپنی عقل اور اپنی سمجھ سے وقف نہ کریں، جس مدرسے

میں کتابیں دینی ہوں، وہاں کے مہتمم صاحب اور ناظم صاحب سے جا کر ملیں اور ان سے دریافت کریں کہ آپ کو مدرسے میں کس قسم کی کتابوں کی ضرورت ہے؟ تو پھر سب سے پہلے تفسیر، پھر حدیث، حدیث کی شرح، اس کے بعد فقہ، اصولِ فقہ، پھر باقی علوم شرعیہ کی کتابیں اپنی استطاعت کے مطابق خریدیں اور وقف کردیں، اس میں نیت اپنے لئے، اپنے والد والدہ، دادا دادی، نانا نانی، ساس سُسر، اور ان کی طرف سے جہاں تک مسلمان گزرے ہیں، اور اپنے اساتذہ، اکابر ومشائخ اور اپنی اولاد اور اپنی پوری نسل کے لئے، بلکہ ہر مسلمان مرد وعورت کے لئے ایصالِ ثواب کریں، اب کتاب تو ایک دی، لیکن ان سب کو ثواب ملے گا اور برابر ملتا رہے گا۔

نیک اولاد ...ایک صدقۂ جاریہ

آدمی تو دنیا سے چلا جاتا ہے، اگر اس کی اولاد نیک ہے تو وہ اپنے ماں باپ کو یاد رکھتی ہے، ان کے لئے روزانہ ایصالِ ثواب کرتی ہے، یٰسین شریف پڑھ کر ثواب پہنچانا، چاروں قل پڑھ کر ثواب پہنچانا، صدقہ خیرات کر کے ثواب پہنچانا اور رمضان شریف میں افطاری کا انتظام کر کے ثواب پہنچانا، قربانی کرنا، اور ان کے لئے مغفرت کی دعائیں کرنا، اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے بخشش کی دعائیں مانگنا، یہ سارے نیک کام اپنے والدین کے لئے کرتی رہتی ہے، نیک اولاد اپنے والدین کو ہر طریقے سے یاد رکھتی ہے، ان کے مزار پر حاضری دینا، ان کے لئے ایصالِ ثواب کرتے رہنا، ان کے لئے دعائیں کرتے رہنا، یہ نیک اولاد کا کام ہے، اور جب آدمی اپنی اولاد کو نیک بناتا ہے

تو اولاد نیک بنتی ہے، یہ نہیں کہ خود بخود نیک ہو جاتی ہے، اولاد نیک بنانے سے نیک بنتی ہے، اس کا طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے ان کو دین سکھائیں، دین سکھانے کے ساتھ ساتھ ان کی تربیت کی طرف توجہ دے، اپنی تربیت کے ساتھ ساتھ ان کو نیک مجلس میں بزرگوں کے پاس لے کر جائے اور لے جاتا رہے، اور ان سے باقاعدہ ان کا تعلق جوڑے، اور چوتھا کام ہے دعا، سب سے پہلا کام یہ ہے کہ ان کو دین سکھائے، دین نہیں سکھائے گا تو اولاد دیندار نہیں بن سکتی، الا ماشاء اللہ، نمبر دو، ان کو دینداری اور عمل کی تربیت دے، خود بھی تربیت لے اور اپنی اولاد کو بھی تربیت دے، کوٹنا، پیٹنا اور چیز ہے، اور تربیت اور چیز ہے، ہمارے یہاں مارنے، دھاڑنے، غصہ نکالنے، تھپڑ مارنے اور گھونسہ مارنے کا نام تربیت ہے، ہم نے اس کا نام تربیت سمجھ رکھا ہے، یہ بچوں کو تباہ و برباد کرنے کا نسخہ ہے، خود اپنی تربیت کرائیں اور اس کے ساتھ اپنے بچوں کی تربیت کریں، دونوں کام ساتھ ساتھ کریں، تیسرا کام یہ ہے کہ ان کو اللہ والوں کی خدمت میں لے جائیں، اور جیسے خود ان کے پاس بیٹھیں، ان کو بھی ان کے پاس بٹھائیں، ان سے ملائیں جلائیں، ان سے رابطہ بڑھوائیں، ان کا رابطہ کروائیں، اور چوتھا کام یہ ہے کہ دل و جان سے ان کے لئے دعا کریں کہ:

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّيَّتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَاماً O (الفرقان: آیت:۷۴)

یہ دعا بھی اولاد کو نیک بنانے کا بہترین نسخہ ہے، گڑگڑا کر دعا بھی کرتے رہیں۔

نرم رویّہ اختیار کریں

ہمیشہ اپنی اولاد کے ساتھ نرم رویہ اختیار کریں، کبھی کبھار تنبیہ کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، لیکن اکثر و بیشتر محبت، شفقت اور نرمی کا معاملہ رکھیں، ان کی کسی غلط بات کو بخوشی قبول نہ کریں، اور کسی بُری بات پر تنبیہ سے بھی باز نہ رہیں، لیکن نرمی اور شفقت سے، یہاں تک کہ وہ اس بُرائی سے باز آجائیں، اس طرح سے اپنے بچوں کی تربیت کریں گے تو اولاد نیک بن جائے گی، اور نیک اولاد، ماں باپ کے لئے صدقۂ جاریہ ہے۔

اب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ان تینوں صدقاتِ جاریہ کو اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائیں، آمین۔

وَ آخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سلسلہ درسِ حیات المسلمین

علم اور ایمان کا تعلق

(۱۰)

شرحِ روحِ دوم

بیان نمبر ...... (۲۷)

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم
مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی

مکتبۃ الاسلام کراچی

موضوع : **علم اور ایمان کا تعلق**

مقام : جامع مسجد دار العلوم کراچی ۱۴

تاریخ : ۲۵ ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ

۸ جون ۲۰۱۰ء

دن : منگل

وقت : بعد نمازِ عصر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ نحمدهٗ ونستعینهٗ ونستغفرهٗ ونؤمنُ به ونتوکّل علیه ونعوذ باللّٰهِ من شرورِ أنفسنا ومن سیئاتِ أعمالنا مَن یّهدهِ اللّٰهُ فلا مضلَّ لهٗ وَمَن یُضللهُ فلا هَادِیَ لهٗ وأشهد أن لّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وحدهٗ لاشریک لهٗ وأشهد أنّ سیّدنا ونَبِیّنَا ومولانَا محمداً عبدهٗ ورسولهٗ صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وعلیٰ آلهٖ وأَصحَابهٖ وبارک وسلَّمَ تسلیمًا کثیرًا کثیرًا.

أمّابعد!

ایمان کا شکر

میرے قابلِ احترام بزرگو!

یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا فضلِ عظیم ہے کہ اس نے ہمیں ایمان عطا فرمایا، اور دین اسلام کی نعمت سے سرفراز فرمایا، صرف یہی ایک نعمت اتنی عظیم ہے کہ ہم اپنا سر قیامت تک سجدہ میں رکھ دیں، اور اللہ تعالیٰ کا شکرادا کریں، تو اس کا شکرادا نہیں ہوسکتا، لہٰذا اب ہمیں اس بات کی بھی فکر کرنی چاہئے کہ یہ نعمت مرتے دم تک ہمارے ساتھ رہے، اور ہم دنیا سے ایمان کو سلامتی کے ساتھ لے کر جائیں۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''حیاۃ المسلمین'' میں جو اعمال بیان فرمائے

ہیں، وہ ایمان کی ترقی کے لئے اور اس کو بڑھانے کے لئے ہیں، لہٰذا اس کا شکر صرف زبان سے ہی ادا کرنا کافی نہیں ہے، اس کے لئے اعمال اختیار کرنا بھی ضروری ہیں، تاکہ ہمارا ایمان کامل اور مکمل ہو، اور محفوظ بھی رہے، یہ دنیا سے ہمارے ساتھ سلامتی کے ساتھ جائے۔

علم اور ایمان کا باہمی تعلق

اس کے بعد حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے دوسرا باب قائم فرمایا ہے، جس کا نام ہے: علم دین کا حاصل کرنا، ایمان کے بعد بہت بڑی نعمت اور بہت بڑی دولت علمِ دین کی نعمت کو حاصل کرنا ہے، اس لئے کہ ہمیں علمِ دین، ایمان کے تقاضے بتاتا ہے، وہ کام بتائے گا، جن سے ایمان کامل اور مکمل ہوتا ہے، ایمان میں ترقی ہوتی ہے، اور اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی رضا والے کام معلوم ہوتے ہیں، اور وہ باتیں معلوم ہوتی ہیں، جو ایمان کے لئے زہر اور نقصان دہ ہیں، ایمان کو کمزور اور ختم کرنے والی ہیں، جن کو گناہ، نافرمانی اور فسق و فجور کہتے ہیں، اس کا علم ہوگا، تو ان سے بچنے کی توفیق بھی ہوگی۔

علم ایک صدقۂ جاریہ

ایمان لانے کے بعد ہر مسلمان، عاقل، بالغ، مرد و عورت کے ذمے لازم ہے کہ کم از کم ضروری علمِ دین حاصل کر ہی لے، اور پورا علم دین حاصل کر لے، تو سونے پہ سہاگہ ہے، اس کے کہنے ہی کیا! حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے علم دین کے فوائد اور فضائل اختصار کے ساتھ بیان فرمائے ہیں، علم دین سیکھنا اور دوسروں کو سکھانا حدیث

شریف کی رُو سے صدقۂ جاریہ ہے، اور صدقۂ جاریہ وہ درخت ہے، جو انسانوں کو مرنے کے بعد بھی پھل دیتا رہتا ہے، یعنی انسان وہ عمل کر کے دنیا سے چلا جاتا ہے، قبر میں جا کر لیٹ جاتا ہے، اور خود عمل کرنے سے عاجز ہو جاتا ہے، لیکن اس کا یہ کیا ہوا صدقۂ جاریہ اس کو برابر اجر و ثواب ملنے کا ذریعہ بنا رہتا ہے۔

تین صدقاتِ جاریہ

پچھلی مجلس میں ایک حدیث کی کچھ تشریح عرض کی گئی تھی کہ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مؤمن کو موت کے بعد بھی جن اعمال صالحہ پر اجر و ثواب ملتا رہتا ہے، وہ یہ ہیں: نمبر ایک، علم دین، جو دوسروں کو سکھلایا، اب اس کے سکھلانے کے بعد جب تک وہ اس علم دین کو پڑھتے اور پڑھاتے عمل کرتے رہیں گے، سکھانے والے کو ثواب ملتا رہے گا، نمبر دو، دین کا علم اس نے پھیلایا، یعنی کتابیں لکھیں، اور ان کو شائع کر دیا، یا کتابیں خرید کر ان کو وقف کر دیا، مسلمانوں میں کتابیں بانٹ دیں، اب جو مسلمان وہ کتاب حاصل کرے گا، پڑھے گا، پڑھتا رہے گا، دوسرے پڑھتے رہیں گے، پڑھانے والے، تقسیم کرنے والے، لکھنے والے کو برابر ثواب ملتا رہے گا، نمبر تین، نیک اولاد چھوڑ کر مرا، تو نیک اولاد بھی مرنے والے کے لئے صدقۂ جاریہ ہے۔

اولاد صدقۂ جاریہ کیسے بنے گی؟

حدیث کے اس جملہ کا مطلب توجہ سے سنیں کہ جس نے اپنی اولاد کو دیندار بنایا، حافظ بنایا، عالم بنایا، اور شریعت کی روشنی میں ان کی تربیت کی، اور ان میں حلال حرام کی

تمیز پیدا کی، تو ایسی اولاد مرنے والے کے لئے صدقۂ جاریہ ہے، وہ خود بھی تا زندگی شریعت کی پابند ہوگی، اور اس کے ساتھ ساتھ اپنے والدین کے لئے بھی مغفرت کی دعا کرتی رہے گی، اس طرح اولاد کی دعاؤں اور ایصالِ ثواب سے ماں باپ کو ثواب اور اجر ملتا رہے گا، میں اس سلسلے میں کچھ باتیں عرض کر چکا ہوں، اور کچھ باتیں آج عرض کرنا چاہتا ہوں، کیونکہ یہ کوتاہی بہت ہی زیادہ عام ہے۔

صرف دنیاوی تعلیم پر توجہ

ہمارے ماحول و معاشرہ کے اندر اولاد کا بس اتنا حق سمجھا جاتا ہے کہ اس کو دنیاوی تعلیم دلوادی جائے، اس لئے دنیاوی تعلیم دلوانے کا بچپن ہی سے اہتمام ہوتا ہے، جو بچے ذرا کھیلنے لگتے ہیں، ان کے لئے ایسی نرسریاں ہیں، جہاں کھیل ہی کھیل میں بچوں کو دنیاوی تعلیم سکھائی جاتی ہے، ماں باپ اپنی اپنی استطاعت کے مطابق اس کا اہتمام کرتے ہیں کہ بچے کے اندر جیسے ہی ذرا سا شعور اور سمجھ پیدا ہوتی ہے، تو اس کو فوراً ہی اسکول میں داخل کر دیتے ہیں، وہ شروع میں کھیل کھیل میں پڑھتا ہے، پھر وہ ذرا سمجھدار ہو جاتا ہے، تو KG-1 اور KG-2 میں پڑھتا ہے، اور پھر آہستہ عصری تعلیم حاصل کرتا رہتا ہے، یہ سب دنیاوی تعلیم ہے، اور اگر اس دوران دینی تعلیم ہوتی ہے، تو وہ ضمناً اور برائے نام ہوتی ہے، اس سے عام طور پر کسی کی اولاد نیک اور اللہ والی نہیں بنتی، تو عام طور پر لوگ اس کو اپنی اولاد کا حق سمجھتے ہیں کہ یہ ان کا حق ہے۔

بچوں کی دینی تعلیم سے محرومی

بچوں کو دنیا کی جائز تعلیم دلوانے میں کوئی مضائقہ بھی نہیں ہے، لیکن جو تعلیم

دلانا فرض ہے، اور دینی تعلیم کا ایک درجہ مستحب بھی ہے، اس کی طرف توجہ کرنے والے بہت ہی کم ہیں، آٹے میں نمک کے برابر ہیں، بلکہ آٹے میں جتنا نمک ہوتا ہے، اس کے برابر بھی نہیں ہیں، کیونکہ ہم مجموعی اعتبار سے دیکھیں، تو معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی اس طرف کوئی توجہ نہیں ہے کہ اپنے بچوں کو دین کی تعلیم دلوائیں، مدارس میں اپنی اولاد کو دینی تعلیم دلانے والے اکثر غرباء، فقراء اور مساکین ہیں، جن کے گھر میں زیادہ کھانے پینے کو نہیں ہے، وہ اپنے بچوں کو مدارس میں بھیجتے ہیں، لیکن پڑھے لکھے اور تعلیم یافتہ، کھاتے پیتے گھرانوں والے بہت کم لوگ اپنے بچوں کو مدرسوں میں تعلیم دلواتے ہیں، عام طور پر لوگ اپنے بچوں کو دین کی تعلیم نہیں دلواتے، ان میں ہم لوگ بھی شامل ہیں، ہم اپنے بچوں کو دین کی تعلیم نہیں دلواتے، یاد رکھو! ہماری آخرت میں پکڑ ہوگی، اور ہم سے باز پرس ہوگی کہ تم نے اپنے بچوں کو دین کی تعلیم کیوں نہیں دلوائی؟

فرضِ عین اور فرضِ کفایہ کا مطلب

علم دین حاصل کرنے کا ایک درجہ فرضِ عین ہے، ماں باپ پر فرضِ عین ہے کہ بقدرِ ضرورت علمِ دین حاصل کریں، اور ان پر یہ بھی فرضِ عین ہے کہ اپنی اولاد کو بقدر ضرورت علم دین سکھائیں۔

دوسرا درجہ مستحب ہے، اور وہ یہ کہ اپنی اولاد کو باقاعدہ عالم بنایا جائے، لیکن اپنی اولاد کو باقاعدہ عالم بنانا سب پر فرض عین نہیں ہے، یہ فرض کفایہ ہے، اگر کسی کو یہ نعمت ملے، تو سونے پر سہاگہ ہے، اور نہ ملے، تو کوئی حرج نہیں ہے، دوسروں کے عالم بننے سے یہ فرضِ کفایہ ادا ہو رہا ہے، ہاں! اُس صورت میں بستی، گاؤں اور شہر والے

گنہگار ہوں گے، جب علاقے میں ایک بھی صحیح عالم نہیں ہوگا، تو یہ سارے شہر والوں کا فرضِ کفایہ ادا نہیں ہوگا، اگر کوئی ایک بھی عالم بن جاتا، یا ایک بھی عالم مقیم بن جاتا، تو سب کی طرف سے فرضِ کفایہ ادا ہو جاتا، اب جب کوئی بھی شہر میں عالم نہیں ہے، شہر کا شہر، بستی کی بستی، اور گاؤں کا گاؤں اس سے خالی ہے، تو پھر وہاں کے سارے رہائشی فرضِ کفایہ چھوڑنے کی وجہ سے گنہگار رہوں گے۔

یہ مسئلہ بالکل ایسے ہی ہے، جیسے نماز جنازہ کا حکم ہے، جس جگہ پر کسی کا انتقال ہو جائے، اور وہاں کوئی بھی اس کی نماز جنازہ نہ پڑھے، تو اس محلے کے سارے لوگ گنہگار رہوں گے، اگر چند لوگ ہی نماز جنازہ پڑھ لیں گے، تو باقی کی طرف سے فرضِ کفایہ ادا ہو جائے گا۔

تو علم دین حاصل کرنے کی طرف سے بڑی غفلت پائی جاتی ہے، ہمیں اپنی اس غفلت کو دور کرنا چاہئے، اپنا فرضِ عین ادا کرنے کا بھی اہتمام کرنا چاہئے، اور اپنی اولاد کا فرض عین ادا کرنے کی بھی فکر کرنی چاہئے، اور اس فرض کے ادا کرنے کا ایک بڑا فائدہ یہ ہے کہ اس طرح بچہ نیک بنتا ہے، اور جب نیک بنے گا، تو وہ صدقۂ جاریہ بنے گا۔

حافظ اور عالم، بے عمل کیوں ہو جاتے ہیں؟

اپنی اولاد کو قاری، حافظ اور عالم بنانے کے ساتھ ساتھ سب سے اہم بات یہ ہے کہ شریعت کے مطابق ان کی تربیت بھی کی جائے، بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ ان کی اولاد حافظ بھی ہے، عالم بھی ہے، لیکن آپ دیکھیں کہ بعض حافظوں کا کیا حال ہے؟

کہ داڑھی منڈا رکھی ہے، مونچھیں بڑھا رکھی ہیں، کوٹ پتلون پہنا ہوا ہے، نہ ان کے دل میں شعبان کی کوئی قدر ہے، اور نہ ان کی نظر میں رمضان شریف کی کوئی حیثیت ہوتی ہے۔

ایسے حافظ اکثر قرآن شریف بھول جاتے ہیں، ایسے حافظ تھوڑا ہی صدقۂ جاریہ بنیں گے، وہ تو خود گرفتارِ عذاب ہو سکتے ہیں، وہ کسی کے لئے کیا صدقۂ جاریہ بنیں گے؟ ایسے ہی بہت سے لوگ اپنے بچوں کو عالم تو بنا دیتے ہیں، لیکن چونکہ انہوں نے صرف عالم بنایا، اور ان کی تربیت کرنے کی طرف توجہ نہ کی، تو نتیجہ یہ ہوا کہ وہ عالم بے عمل ہو جاتا ہے، اور از روئے حدیث عالم بے عمل ان لوگوں میں داخل ہے، جن سے جہنّم کا افتتاح ہوگا، العیاذ باللہ! اس لئے جو بھی اپنی اولاد کو عالم بنائے، تو عالم بنانے کے ساتھ ساتھ شریعت کے مطابق ان کی تربیت کرنے کا بھی اہتمام کرے۔

بچوں کی تربیت کا صحیح طریقہ

شریعت کے مطابق تربیت کرنا ہر ماں باپ پر فرض ہے، چاہے وہ اپنی اولاد میں سے بیٹوں اور بیٹیوں کو حافظ بنائے یا نہ بنائے، باقاعدہ عالم بنائے یا نہ بنائے، لیکن دینی تربیت دینا ہر ماں باپ کا فرض ہے، اور دینی تربیت کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ شروع ہی سے خود بھی دین کی باتوں پر گھر میں عمل کریں، گھر کے باہر بھی عمل کریں، خود بھی دین کے پابند رہیں، اور جو اسلام کے ضروری احکام و آداب ہیں، جن کا تعلق ہماری روزمرہ کی زندگی سے ہے، خود بھی ان کے مطابق عمل کریں، اور اپنے بچوں اور اپنی بچیوں کو بھی وہی باتیں سکھائیں، ان کو بتائیں اور ان سے عمل کروائیں، بچوں

کو دین کی باتیں سکھانے میں اور ان سے عمل کروانے میں پیار اور محبت سے کام لیں۔

ہمارے یہاں ہوتا یہ ہے کہ باپ تو ہاتھ میں ڈنڈا لے لیتا ہے، اور ماں چیخنے چلانے کی ماہر بن جاتی ہے، اور بچوں کو کوس کوس کر ان کی تربیت کرتی ہے، بات بات میں بچوں کو سنا دینا، چیخنا اور چلانا، اور اگر یہ بچہ چیخنے چلانے سے باز نہ آیا، اور دیکھا کہ اس نے کوئی غلط حرکت کی، تو پھر مار پیٹ شروع کر دیتی ہیں، عورتوں نے بچوں کی تربیت کا یہ طریقہ سمجھ رکھا ہے، اس طرح ماں باپ دونوں مل کر اپنی اولاد کا خون کر دیتے ہیں، اپنی اولاد کو تباہ و برباد کر دیتے ہیں، یہ تربیت کا صحیح طریقہ ہرگز نہیں ہے۔

تربیت کرنا تو لوہے کے چنے چبانا ہے، اس کے لئے تو نہایت صبر و تحمل ضروری ہے، ماں اور باپ دونوں کو صبر کا پہاڑ بننا ضروری ہے، دونوں کو تحمل کی عادت ڈالنا ضروری ہے، اور پھر بچہ تو بچہ ہے، آپ اس کو ایک کام دس مرتبہ بتاؤ گے، پھر بھی وہ اپنی مرضی کے مطابق کرے گا، لیکن ہر مرتبہ آپ کو پیار سے کہنا پڑے گا، کبھی کبھار تنبیہاً اور تادیباً ہلکی سی مار لگانے کی بھی گنجائش ہے، لیکن مار مار کر بچے کی تربیت نہیں ہوتی، یاد رکھو! ہم نے جو یہ طریقہ اختیار کر رکھا ہے، اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جب تک وہ بچہ رہتا ہے، تو اس وقت تک وہ برداشت کرتا رہتا ہے، اور وہ رو رو کر اپنا دل ٹھنڈا کرتا رہتا ہے، پھر جوں جوں اس میں طاقت آنی شروع ہوتی ہے، پھر وہ آنکھیں دکھانا شروع کر دیتا ہے، پھر وہ نافرمانی پر اپنی کمر کس لیتا ہے، اور پھر وہی، ماں باپ کو مارنا بھی شروع کر دیتا ہے۔

غلط تربیت کا اثر

لوگ کہتے ہیں کہ ہماری اولاد تو بگڑ گئی، ہماری اولاد تو خراب ہوگئی، یہ تو ذرا بھی نیک نہیں ہے، نہ نماز پڑھے، اور نہ کہنا مانے، بھئی! تم نے بچوں کی صحیح تربیت کہاں کی؟ جو تم نے تربیت کی ہے، وہ تمہارے سامنے آگئی ہے، تم نے جو کچھ مارا پیٹا ہے، اس کا اثر تمہارے سامنے آچکا ہے، لہٰذا تم نے جیسے بچے کی پرورش کی، ویسے ہی تمہارے سامنے پھل آگیا، تم قاعدے اور سلیقے سے اور جیسے کتابوں کے اندر لکھا ہے، اس طرح بچوں کی پرورش کرتے، تو بچوں کی پرورش صحیح ہوتی۔ حکیم الامت حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے کہ آپ نے "بہشتی زیور" ایسی کتاب لکھی ہے کہ گھر کے اندر اس سے زیادہ جامع کتاب نہیں ہوسکتی، یہاں تک کہ اس کے اندر بچوں کی تربیت کا بھی ایک باب ہے، اس کا نام ہے: اولاد کی پرورش کا بیان، اور اس کے اندر حضرت نے پورا طریقہ لکھا ہے کہ بچوں کی پرورش کس طرح ہوتی ہے؟ اگر کوئی اس کے مطابق عمل کرلے، تو اس کی اولاد نیک ہوگی، اور جب نیک ہوگی، تو پھر صدقۂ جاریہ ہوگی۔

اولاد کو ٹی وی سے دور رکھیں

اپنی اولاد کو حافظ بنائیں، یا عالم بنائیں، لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ ضروری ہے کہ ان کی صحیح تربیت بھی کریں، ان کو گھر کے اندر صحیح ماحول بھی دیں، اب گھر کے اندر تو ٹی وی چل رہا ہے، اور مختلف چینلوں پر فلمیں اور ڈرامے دیکھے جارہے ہیں، اور گھر میں بے پردگی کا ماحول ہے، تو حافظ اور عالم بچہ گھر کے اندر کیسے نیک بنے گا؟ جو مدرسے

میں پڑھے گا، اس کا اثر مدرسے میں چھوڑ کر گھر جائے گا، جب گھر جائے گا، تو گھر کا رنگ اس کے اوپر چڑھے گا، اس طرح سے اولاد بگڑتی ہے، اور خراب ہوتی ہے، خود بھی نیک بنو، ان کو بھی نیک بناؤ، خود بھی اپنی تربیت کراؤ، اور ان کی بھی تربیت کرو۔

اس کے ساتھ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''بہشتی زیور'' کے اندر لکھا ہے:

اس طرح اپنے بچوں کی تربیت کرو، تو پھر انشاء اللہ تعالیٰ اولاد نیک بنے گی، اولاد چاہے حافظ ہو یا نہ ہو، چاہے عالم ہو یا نہ ہو، لیکن نیک ہوگی، اور نیک ہوگی، تو نیک اولاد ماں باپ کے لئے صدقۂ جاریہ ہوگی۔

خواب میں مردہ عورت سے ملاقات

''نزہۃ البساتین'' میں ایک واقعہ لکھا ہوا ہے کہ ایک بزرگ ایک قبرستان سے گزرے، قبرستان کے اندر آرام کرنے کے لئے ایک جگہ تھی، جیسے تکیہ ہوتا ہے، اسی طرح قبرستان میں، جہاں لوگ بیٹھتے ہیں اور آرام کرتے ہیں، وہ وہاں پر لیٹ گئے، اور ایک خواب دیکھا کہ ایک میدان ہے، اس میں بہت سارے لوگ جمع ہیں، اور کوئی چیز چُن رہے ہیں، اور ایک طرف کونے میں ایک عورت بیٹھی ہے، وہ ان سے بالکل بے نیاز ہے، وہ کچھ بھی نہیں چن رہی، پہلے ان کی بزرگ کی سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ اور کیا چن رہے ہیں؟ اور یہ عورت کیوں بیٹھی ہے؟ اور کیوں نہیں چُن رہی؟ پھر یہ اس عورت کے پاس گئے اور اس سے جا کر کہا کہ مجھے بتائیے کہ یہ کون لوگ ہیں؟ جو یہاں پر میدان میں جمع ہیں۔

کہ داڑھی منڈا رکھی ہے، مونچھیں بڑھا رکھی ہیں، کوٹ پتلون پہنا ہوا ہے، نہ ان کے دل میں شعبان کی کوئی قدر ہے، اور نہ ان کی نظر میں رمضان شریف کی کوئی حیثیت ہوتی ہے۔

ایسے حافظ اکثر قرآن شریف بھول جاتے ہیں، ایسے حافظ تھوڑا ہی صدقۂ جاریہ بنیں گے، وہ تو خود گرفتارِ عذاب ہوسکتے ہیں، وہ کسی کے لئے کیا صدقۂ جاریہ بنیں گے؟ ایسے ہی بہت سے لوگ اپنے بچوں کو عالم تو بنا دیتے ہیں، لیکن چونکہ انہوں نے صرف عالم بنایا، اور ان کی تربیت کرنے کی طرف توجہ نہ کی، تو نتیجہ یہ ہوا کہ وہ عالم بے عمل ہوجاتا ہے، اور از روئے حدیث عالم بے عمل ان لوگوں میں داخل ہے، جن سے جہنم کا افتتاح ہوگا، العیاذ باللہ! اس لئے جو بھی اپنی اولاد کو عالم بنائے، تو عالم بنانے کے ساتھ ساتھ شریعت کے مطابق ان کی تربیت کرنے کا بھی اہتمام کرے۔

بچوں کی تربیت کا صحیح طریقہ

شریعت کے مطابق تربیت کرنا ہر ماں باپ پر فرض ہے، چاہے وہ اپنی اولاد میں سے بیٹوں اور بیٹیوں کو حافظ بنائے یا نہ بنائے، با قاعدہ عالم بنائے یا نہ بنائے، لیکن دینی تربیت دینا ہر ماں باپ کا فرض ہے، اور دینی تربیت کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ شروع ہی سے خود بھی دین کی باتوں پر گھر میں عمل کریں، گھر کے باہر بھی عمل کریں، خود بھی دین کے پابند رہیں، اور جو اسلام کے ضروری احکام و آداب ہیں، جن کا تعلق ہماری روزمرہ کی زندگی سے ہے، خود بھی ان کے مطابق عمل کریں، اور اپنے بچوں اور اپنی بچیوں کو بھی وہی باتیں سکھائیں، ان کو بتائیں اور ان سے عمل کروائیں، بچوں

کو دین کی باتیں سکھانے میں اور ان سے عمل کروانے میں پیار اور محبت سے کام لیں۔

ہمارے یہاں ہوتا یہ ہے کہ باپ تو ہاتھ میں ڈنڈا لے لیتا ہے، اور ماں چیخنے چلّانے کی ماہر بن جاتی ہے، اور بچوں کو کوس کوس کر ان کی تربیت کرتی ہے، بات بات میں بچوں کو سنا دینا، چیخنا اور چلّانا، اور اگر یہ بچہ چیخنے چلّانے سے باز نہ آیا، اور دیکھا کہ اس نے کوئی غلط حرکت کی، تو پھر مار پیٹ شروع کر دیتی ہیں، عورتوں نے بچوں کی تربیت کا یہ طریقہ سمجھ رکھا ہے، اس طرح ماں باپ دونوں مل کر اپنی اولاد کا خون کر دیتے ہیں، اپنی اولاد کو تباہ و برباد کر دیتے ہیں، یہ تربیت کا صحیح طریقہ ہرگز نہیں ہے۔

تربیت کرنا تو لوہے کے چنے چبانا ہے، اس کے لئے تو نہایت صبر و تحمل ضروری ہے، ماں اور باپ دونوں کو صبر کا پہاڑ بننا ضروری ہے، دونوں کو تحمل کی عادت ڈالنا ضروری ہے، اور پھر بچہ تو بچہ ہے، آپ اس کو ایک کام دس مرتبہ بتاؤ گے، پھر بھی وہ اپنی مرضی کے مطابق کرے گا، لیکن ہر مرتبہ آپ کو پیار سے کہنا پڑے گا، کبھی کبھار تنبیہاً اور تادیباً ہلکی سی مار لگانے کی بھی گنجائش ہے، لیکن مار مار کر بچے کی تربیت نہیں ہوتی، یاد رکھو! ہم نے جو یہ طریقہ اختیار کر رکھا ہے، اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جب تک وہ بچہ رہتا ہے، تو اس وقت تک وہ برداشت کرتا رہتا ہے، اور وہ رو رو کر اپنا دل ٹھنڈا کرتا رہتا ہے، پھر جوں جوں اس میں طاقت آنی شروع ہوتی ہے، پھر وہ آنکھیں دکھانا شروع کر دیتا ہے، پھر وہ نافرمانی پر اپنی کمر کس لیتا ہے، اور پھر وہی، ماں باپ کو مارنا بھی شروع کر دیتا ہے۔

غلط تربیت کا اثر

لوگ کہتے ہیں کہ ہماری اولاد تو بگڑ گئی، ہماری اولاد تو خراب ہوگئی، یہ تو ذرا بھی نیک نہیں ہے، نہ نماز پڑھے، اور نہ کہنا مانے، بھئی! تم نے بچوں کی صحیح تربیت کہاں کی؟ جو تم نے تربیت کی ہے، وہ تمہارے سامنے آگئی ہے، تم نے جو کچھ مارا پیٹا ہے، اس کا اثر تمہارے سامنے آچکا ہے، لہذا تم نے جیسے بچے کی پرورش کی، ویسے ہی تمہارے سامنے پھل آگیا، تم قاعدے اور سلیقے سے اور جیسے کتابوں کے اندر لکھا ہے، اس طرح بچوں کی پرورش کرتے، تو بچوں کی پرورش صحیح ہوتی۔ حکیم الامت حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے کہ آپ نے ''بہشتی زیور'' ایسی کتاب لکھی ہے کہ گھر کے اندر اس سے زیادہ جامع کتاب نہیں ہوسکتی، یہاں تک کہ اس کے اندر بچوں کی تربیت کا بھی ایک باب ہے، اس کا نام ہے: اولاد کی پرورش کا بیان، اور اس کے اندر حضرت نے پورا طریقہ لکھا ہے کہ بچوں کی پرورش کس طرح ہوتی ہے؟ اگر کوئی اس کے مطابق عمل کرلے، تو اس کی اولاد نیک ہوگی، اور جب نیک ہوگی، تو پھر صدقۂ جاریہ ہوگی۔

اولاد کو ٹی وی سے دور رکھیں

اپنی اولاد کو حافظ بنائیں، یا عالم بنائیں، لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ ضروری ہے کہ ان کی صحیح تربیت بھی کریں، ان کو گھر کے اندر صحیح ماحول بھی دیں، اب گھر کے اندر تو ٹی وی چل رہا ہے، اور مختلف چینلوں پر فلمیں اور ڈرامے دیکھے جارہے ہیں، اور گھر میں بے پردگی کا ماحول ہے، تو حافظ اور عالم بچہ گھر کے اندر کیسے نیک بنے گا؟ جو مدرسے

میں پڑھے گا، اس کا اثر مدرسے میں چھوڑ کر گھر جائے گا، جب گھر جائے گا، تو گھر کا رنگ اس کے اوپر چڑھے گا، اس طرح سے اولاد بگڑتی ہے، اور خراب ہوتی ہے، خود بھی نیک بنو، ان کو بھی نیک بناؤ، خود بھی اپنی تربیت کراؤ، اور ان کی بھی تربیت کرو۔

اس کے ساتھ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''بہشتی زیور'' کے اندر لکھا ہے:

اس طرح اپنے بچوں کی تربیت کرو، تو پھر انشاء اللہ تعالیٰ اولاد نیک بنے گی، اولاد چاہے حافظ ہو یا نہ ہو، چاہے عالم ہو یا نہ ہو، لیکن نیک ہوگی، اور نیک ہوگی، تو نیک اولاد ماں باپ کے لئے صدقۂ جاریہ ہوگی۔

خواب میں مردہ عورت سے ملاقات

''نزہۃ البساتین'' میں ایک واقعہ لکھا ہوا ہے کہ ایک بزرگ ایک قبرستان سے گزرے، قبرستان کے اندر آرام کرنے کے لئے ایک جگہ تھی، جیسے تکیہ ہوتا ہے، اسی طرح قبرستان میں، جہاں لوگ بیٹھتے ہیں اور آرام کرتے ہیں، وہ وہاں پر لیٹ گئے، اور ایک خواب دیکھا کہ ایک میدان ہے، اس میں بہت سارے لوگ جمع ہیں، اور کوئی چیز چُن رہے ہیں، اور ایک طرف کونے میں ایک عورت بیٹھی ہے، وہ ان سے بالکل بے نیاز ہے، وہ کچھ بھی نہیں چُن رہی، پہلے ان کی بزرگ کی سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ اور کیا چن رہے ہیں؟ اور یہ عورت کیوں بیٹھی ہے؟ اور کیوں نہیں چُن رہی؟ پھر یہ اس عورت کے پاس گئے اور اس سے جا کر کہا کہ مجھے بتایئے کہ یہ کون لوگ ہیں؟ جو یہاں پر میدان میں جمع ہیں۔

اس عورت نے کہا کہ یہ اس قبرستان کے مُردے ہیں، جو لوگ اس قبرستان میں مدفون ہیں، یہ وہ لوگ ہیں۔ میں نے کہا کہ یہ کیا کر رہے ہیں؟ اس نے کہا کہ دنیا والے نوافل پڑھ کر، تلاوت اور صدقہ وخیرات کر کے ان کو جو ثواب بھیج رہے ہیں، یہ اپنے اپنے حصہ کا ثواب لے کر اپنی قبروں میں جا رہے ہیں، دنیا والوں نے ان کے لئے جو استغفار اور مغفرت کی دعائیں اور ایصالِ ثواب کیا ہے، وہ اپنے حصے کا ثواب لے کر جا رہے ہیں۔

روزانہ والدہ کو تیس پاروں کا ثواب

ان بزرگ نے کہا کہ اچھا پھر تم یہاں کیوں اکیلی بیٹھی ہوئی ہو؟ تم یہ چیزیں کیوں نہیں چُن رہیں، جو یہ چن رہے ہیں؟ اس نے کہا کہ میرے پاس تو اتنا ثواب آتا ہے کہ مجھے ان کے ساتھ شریک ہو کر ثواب چُننے کی حاجت نہیں ہے، میں نے کہا کہ تمہارے پاس اتنا ثواب کیسے آتا ہے؟ اس نے کہا کہ دنیا میں میرا ایک بیٹا ہے، وہ زندہ ہے، یہ اس کا نام ہے، اور وہ فلاں محلّہ میں رہتا ہے، فلاں بازار میں فلاں قسم کا مال فروخت کرتا ہے، وہ حافظ اور بڑا نیک آدمی ہے، وہ مجھ کو روزانہ ایک قرآن شریف پڑھ کر ثواب پہنچاتا ہے، تو ایک قرآن شریف کا ثواب تو اتنا ہوتا ہے کہ یہ اس کے آگے کچھ بھی نہیں ہے، اس لئے مجھے اس کی حاجت نہیں ہے، میں نے اس کے بیٹے کا نام اور پتہ پوچھا، اور اپنی خواہش کا اظہار کیا کہ میں بھی اس سے ملوں گا، تو اس نے کہا کہ اس کو میرا سلام کہنا، اور کہنا کہ بیٹا! تمہارے ایصالِ ثواب کا صدقہ مجھے ملتا رہتا ہے، اور میں تم سے بہت خوش ہوں۔

چنانچہ وہ سویرے اٹھے، تو سارا نقشہ آنکھوں کے سامنے تھا، وہ فوراً اسی قبرستان کے قریبی شہر میں گئے، اور جا کر اس مکان پر پہنچے، جہاں کا اس نے پتہ بتایا تھا، انہوں نے گھر والوں سے اس کا نام پوچھا، تو انہوں نے کہا کہ ہاں! اس نام کا آدمی اس گھر میں رہتا ہے، لیکن ابھی وہ مارکیٹ میں سودا بیچنے گیا ہوا ہے۔

سعادت مند بیٹے سے ملاقات

یہ بزرگ بازار کا پتہ پوچھ کر وہاں گئے، پہلے انہوں نے دور سے دیکھا، تو اس کی ماں نے جو علامتیں بتائیں تھی کہ میرے بیٹے کا یہ حُلیہ ہے، وہ یہ کام کرتا ہے، وہ نشانیاں اس میں موجود تھیں۔ اور دور سے میں نے دیکھا کہ وہ ہاتھوں سے تو سودا بیچ رہا تھا، اور زبان اس کی برابر حرکت کر رہی تھی، میں سمجھ گیا کہ یہ قرآن شریف کی تلاوت کر رہا ہے، میں اس کے پاس گیا، اور میں نے اُسے سلام کیا، اور اس سے پوچھا کہ تمہاری والدہ ہیں؟ اس نے کہا کہ نہیں! میری والدہ وفات پا چکی ہیں، اور اس کے بعد پھر میں نے کہا کہ آپ اپنی والدہ کو ثواب پہنچاتے ہیں؟ اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے، اللہ تعالیٰ نے مجھے حافظِ قرآن بنایا ہے، اور مجھے قرآن شریف پڑھنے کا بہت شوق عطا فرمایا ہے، روزانہ میں ایک قرآن شریف پڑھ کر اپنی والدہ کو ثواب پہنچاتا ہوں۔

پھر جب میں نے اطمینان کر لیا، تو میں نے کہا کہ کل میں نے خواب میں تمہاری والدہ کو دیکھا، اور وہ تم سے بہت خوش ہیں، اور وہ فرماتی ہیں کہ تمہارا ثواب مجھے برابر پہنچتا ہے، اور انہوں نے سلام بھی کہا ہے، تو وہ لڑکا یہ بات سن کر بہت خوش ہوا، اور خوشی

میں اس کے آنسو ٹپکنے لگے کہ شکر ہے میری کوشش میری ماں کے کام آ رہی ہے، اس طرح سے میں نے یہ خواب دیکھا، اور اس کی تصدیق کی۔

قبرستان کا دوبارہ خواب

کچھ عرصے بعد ایک مرتبہ میرا اُسی قبرستان سے گزر ہوا، اور میں اس تکیہ میں پہنچا، اور میں آرام کرنے کے لئے لیٹا، تو پھر اللہ پاک نے مجھ پر کرم فرمایا، اور پہلے کی طرح پھر مجھے وہی خواب نظر آیا، اور میں نے یہ دیکھا کہ لوگ جمع ہیں، اور ثواب چُن رہے ہیں، اور اس دفعہ میں نے دیکھا کہ وہ بڑھیا بھی ان میں شامل ہے، میں اس کے پاس گیا، میں نے کہا کہ بڑی بی! پہلے تو آپ کہہ رہیں تھیں کہ میرا بیٹا تو مجھے ثواب پہنچا دیتا ہے، مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے، اب کیسے ضرورت پیش آ گئی؟ اس نے کہا کہ میرے بیٹے کا انتقال ہو گیا ہے، لہٰذا اب مجھے کوئی ثواب پہنچانے والا نہیں ہے، تو میں اس کی محتاج ہو گئی، اس لئے اب میں ان کے ساتھ شریک ہو گئی، تو بھئی! نیک اولاد اس طریقے سے اپنے ماں باپ کو ثواب پہنچاتی رہتی ہے۔

ایصالِ ثواب کا آسان طریقہ

آپ سوچ رہے ہوں گے کہ ہم اپنے ماں باپ کو پورا قرآن شریف کیسے پہنچائیں؟ کیونکہ روزانہ پورا قرآن شریف پڑھنا آسان بھی نہیں ہے، تو میں اس کی آسان ترکیب بتا دیتا ہوں، جو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو آدمی فجر کی نماز کے بعد بارہ مرتبہ قل

ھواللہ پڑھے، تو اس کو چار قرآن شریف ختم کرنے کا ثواب ملتا ہے، اب ہم سب اس کا معمول بنا سکتے ہیں کہ فجر کی نماز کے بعد بارہ مرتبہ قل ھواللہ پڑھ لیا کریں، اور اپنے والد والدہ کو، اپنے دادا دادی کو، اپنے نانا نانی کو، اپنے ساس سُسر کو ثواب پہنچا دیا کریں، جتنے لوگوں کو ثواب پہنچائیں گے، ان سب کو برابر ثواب ملے گا، چار قرآن شریف کا ثواب تقسیم ہو کر نہیں ملے گا، سب کو چار چار قرآن شریف کا پورا پورا ثواب ملے گا، اور پڑھنے والے کے ثواب میں بھی کوئی کمی نہیں آئے گی، یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔

دس مرتبہ قل ھو اللہ پڑھنے کی فضیلت

حدیث میں آتا ہے کہ جو آدمی دس مرتبہ قل ھو اللہ پڑھے، تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں ایک محل بنا دیتے ہیں، دس دفعہ قل ھو اللہ پڑھنے سے جنت کے اندر ایک محل بن جاتا ہے، حدیث میں یہ بھی ہے کہ جو دس مرتبہ قل ھو اللہ پڑھے تو اس کا ایک محل، بیس مرتبہ پڑھے، تو دو، تیس مرتبہ پڑھے، تو تین، چالیس مرتبہ پڑھے، تو جنت میں چار محل بن جاتے ہیں، او کما قال صلی اللہ علیہ وسلم، تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم)! پھر تو ہم بہت محل بنالیں گے، اس لئے کہ دس مرتبہ قل ھو اللہ پڑھنا تو کچھ مشکل ہی نہیں ہے، جب مشکل نہیں ہے، تو قل ھو اللہ پڑھتے رہیں گے، اور محل بنتے رہیں گے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس سے بھی زیادہ دینے پر قادر ہیں،

تو اس کا معمول بنالیں، صبح کو فجر کی نماز کے بعد بارہ مرتبہ قل ھو اللہ پڑھنے میں ہی نیت کرلیں کہ یہ جنت میں محل کے لئے، اور چار قرآن شریف کے ختم کے لئے، تو اس طرح ایک محل بھی بن جائے گا، اور چار قرآن شریف کا ثواب بھی مل سکتا ہے، اور الگ الگ پڑھنا بھی صحیح ہے۔

دس قرآن شریف کا ثواب

اگر آپ چاہتے ہیں کہ اپنے والدین کو دس قرآن شریف کا ثواب پہنچائیں، تو اس کی بھی ترکیب ہے، وہ بھی حدیث شریف سے ثابت ہے کہ جو آدمی ایک مرتبہ یٰسین شریف ختم کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو دس قرآن شریف پڑھنے کا ثواب عطا فرماتے ہیں، دس قرآن شریف کسے کہتے ہیں؟ دس تو رمضان شریف میں بھی کسی کے ختم نہیں ہوتے، اِلّا ما شاء اللہ، اس طرح روزانہ قرآن شریف ہوسکتے ہیں، تو روزانہ ایک مرتبہ سویرے یٰسین شریف پڑھ لو، اور ایک مرتبہ شام کو پڑھ لو، بیس قرآن شریف روزانہ ہو گئے، اور اپنے والدین کو بخش دو، ان کی تو عید، بقر عید آجائے گی، اور وہ آپ سے نجانے کتنے خوش ہوں گے؟

ایک یٰسین شریف اپنے والدین کے لئے پڑھیں، اور ایک یٰسین شریف حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے تک، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے لے کر آج تک، اور آج سے لے کر قیامت تک جتنے مسلمان مرد و عورت، انسان اور جنات آچکے ہیں، جتنے موجود ہیں اور جتنے آئیں گے، ان سب کے لئے، کہ یا اللہ! ان سب کی ارواح کو ان کا ثواب پہنچا دیجئے، تو سب کو پورا پورا ثواب

ملے گا، اور پڑھنے والے کے ثواب میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔

تربیت کے ساتھ دُعا بھی کریں

نیک اولاد بھی بہت بڑی نعمت ہے، اور اولاد نیک، دو کاموں سے بنتی ہے، ایک کام یہ کہ ان کی شریعت کے مطابق تربیت کی جائے، دوسرا کام یہ کہ ان کے لئے گڑگڑا کر دعا کی جائے، اور حدیث میں آتا ہے کہ تین آدمیوں کی دعا رد نہیں ہوتی، ایک باپ کی، اولاد کے حق میں، ایک مسافر کی، اور ایک مظلوم کی، تو ماں باپ اپنی اولاد کے لئے دعا اس یقین کے ساتھ کریں کہ ماں باپ کی دعا اولاد کے حق میں ضرور قبول ہوتی ہے، پھر اپنی اولاد کے لئے ضرور دعا مانگیں، لیکن صرف دعا کافی نہیں ہے، دعا کے ساتھ ساتھ کوشش کرنا بھی ضروری ہے، اس لئے شریعت کے مطابق کوشش بھی کریں، جو طریقہ شریعت نے تربیت کرنے کا بتایا ہے، اس طرح تربیت کریں، تو پھر اولاد نیک بنے گی، اور جب اولاد نیک بنے گی، تو صدقہ جاریہ بنے گی۔

اولاد کے لیے بہترین تحفہ

اُس کے بعد حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کسی باپ نے اپنی اولاد کو اچھے ادب یعنی علم دین سکھانے سے بڑھ کر کوئی تحفہ نہیں دیا، یعنی ماں باپ کا اپنی اولاد کے حق میں جو سب سے بڑا ہدیہ اور تحفہ ہے، وہ اپنی اولاد کو علمِ دین سکھانا ہے، اور ان کو نیک بنانا ہے، عام طور پر اپنی اولاد کو دنیاوی طور پر آگے بڑھانے کی فکر ہر ماں باپ کے ذہن میں ہوتی ہے، اور یہ

فکر جائز حدود میں کوئی بری بھی نہیں ہے، یہ تو ہر انسان کی فطرت اور خواہش ہوتی ہے، لیکن یہ بالکل غلط ہے کہ ان کی دنیا بنانے کی تو سب سے زیادہ فکر ہے، اور دیندار بنانے کی کوئی فکر نہیں ہے، یہ رونے کی بات ہے، اور یہ وہ کوتاہی ہے، جسے دور کرنے کی ضرورت ہے۔

حکمت کا عجیب جملہ

کافی عرصے پہلے "مجلس صیانۃ المسلمین" کا ایک کیلنڈر شائع ہوا تھا، اس میں حکمت کا ایک عجیب جملہ لکھا ہوا تھا، جب سے اب تک وہ جملہ مجھے یاد ہے کہ لوگوں کو اس بات کی تو فکر ہے کہ میرے مرنے کے بعد بچوں کا کیا ہوگا؟ لیکن اس کی فکر بہت کم ہے کہ بچوں کے مرنے کے بعد ان بچوں کا کیا ہوگا؟، ہر ماں باپ کو یہ فکر ہوتی ہے کہ ہمارے مرنے کے بعد بچوں کا کیا ہوگا؟، ہم بچوں کو پڑھائیں اور لکھائیں گے، ہنر بھی سکھائیں گے، اور انہیں اپنے پیروں پر کھڑا کر دیں گے، تو یہ ہمارے مرنے کے بعد آرام سے کھائیں گے پئیں گے، لیکن اس کی فکر کرنے والے ماں باپ بہت ہی کم ہیں کہ اگر میرے بچے مر گئے، اور ان کو قبر میں عذاب ہوا، تو پھر کیا ہوگا؟ اور اصل فکر بچوں کو نیک بنانے، دیندار بنانے، اور اللہ والا بنانے کی ہونی چاہئے، جس طرح ماں باپ دیندار بننے کی کوشش میں رہتے ہیں کہ ہمیں مرنے کے بعد قبر میں عذاب نہ ہو، اس کے ساتھ یہ بھی فکر ہونی چاہئے کہ بچے مر جائیں اور قبر میں جائیں، تو ان کو عذاب نہ ہو، تو ماں باپ کا اولاد کے لئے سب سے بڑا ہدیہ

اور تحفہ یہ ہے کہ ان کو دین کا علم سکھائیں، اور دیندار بنائیں۔

بچوں کی تربیت کے ساتھ پرورش

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بچوں کی تربیت کے سلسلے میں ایک حدیث یہ نقل فرمائی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص تین بیٹیوں یا تین بہنوں کی پرورش کرے، پھر ان کو دین کا علم سکھائے، اور ان کے ساتھ نہایت شفقت اور نرمی کا معاملہ کرے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان بچیوں کو اپنے گھر کا کردے، یعنی ان کی شادی ہوجائے، جس کی وجہ سے وہ ان کی پرورش سے بے نیاز ہوجائے، اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنّت واجب کردیتے ہیں، ایک صحابی نے پوچھا کہ حضور! جس کی دو بچیاں ہوں، اور وہ ان کی پرورش کرے؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کی بھی یہی فضیلت ہے، ایک شخص نے عرض کیا کہ حضور! اگر کسی کی ایک لڑکی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کی بھی یہی فضیلت ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے، تو جس شخص کی تین بیٹیاں ہوں، اور وہ ان کی پرورش کرے، اور دین کا علم سکھائے، اور ان کے ساتھ شفقت اور نرمی کا معاملہ کرے، یعنی ان کو اپنے اوپر بوجھ نہ سمجھے، ان کی پیدائش پر چہرہ نہ بگاڑے، دل خراب نہ کرے، اور لوگوں کے سامنے مصیبت بنا کر اس کا اظہار نہ کرے۔

لڑکی کی پیدائش پر غیر شرعی رویّہ

بعض لوگ بیٹے کی پیدائش پر تو خوب عید مناتے ہیں، اور بیٹی کی پیدائش پر غم

مناتے ہیں، اس کی پیدائش اپنے لئے مصیبت، عذاب اور وبال سمجھتے ہیں، یہاں تک کہ بعض کم بخت شوہر اپنی بیوی سے ناراض ہو جاتے ہیں، اس سے بولنا چالنا چھوڑ دیتے ہیں، اور آپ کو پتہ ہی ہے کہ کفارِ عرب لڑکی کی پیدائش پر اس قدر نفرت کرتے تھے کہ اس کو زندہ در گور ہی کر دیا کرتے تھے، جو کہ حرام اور ناجائز ہے۔

آج بھی بعض لوگ ایسے ہیں، جو اپنے گھر میں لڑکی کی پیدائش کو وبالِ جان سمجھتے ہیں، اور بیٹے کی پیدائش اور پرورش کو خوشی کا باعث سمجھتے ہیں، اس لئے جب لڑکا پیدا ہوتا ہے، تو لڈو بانٹتے ہیں، اور لڑکی پیدا ہوتی ہے، تو خبر بھی نہیں دیتے کہ کیا ہوا ہے؟ یہ زیادتی کی بات ہے، اور ناجائز ہے، اور لوگوں نے ایک غلط اور عجیب بات یہ سمجھ رکھی ہے کہ لڑکا تو کماؤ ہے، اور لڑکی کھاؤ ہے، یعنی لڑکا تو کما کر لائے گا، چاہے وہ ایک ٹکا بھی نہ دے، مگر سمجھ رکھا ہے کہ یہ لڑکا ہمارے بڑھاپے کا سہارا بنے گا، اور ہمیں کما کر لا کر دے گا، لیکن ایسا سمجھنے والوں کو پتہ چل جاتا ہے کہ یہ کیسا سہارا ہے؟

فضیلت کو تو دیکھیں!

اور لوگ لڑکی کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ ہمارے یہاں رہے گی، تو کھائے گی، اپنے شوہر کے یہاں جائے گی، تو کھائے گی، یہ کما کر لانے والی کہاں ہے؟ یہ تو کھانے والی ہے، اس لئے کہتے ہیں کہ لڑکا کماؤ ہے، اس لئے یہ اچھا ہے، اور لڑکی کھاؤ ہے، اس لئے بہت بُری ہے، اللہ بچائے! جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ فضیلت بتلا رہے ہیں کہ جو آدمی اپنی تین بیٹیوں یا تین بہنوں کی پرورش کرے گا، پرورش میں

ان کے ساتھ نرم رویہ اختیار رکھے گا، اور اپنی زبان سے یا اپنے اتار چڑھاؤ سے اس بات کا اظہار نہ کرے کہ یہ میرے لئے مصیبت اور باعثِ وبال اور باعثِ پریشانی ہے، ان کی دینی تربیت کرے، تو اللہ تعالیٰ ایسے ماں باپ پر جنت واجب کردیتے ہیں، آپ اندازہ کریں کہ بیٹیوں کی دینی تعلیم اور دینی تربیت کا یہ عظیم ثواب ہے، لہٰذا لڑکوں اور لڑکیوں کی بقدرِ ضرورت دنیاوی تعلیم کے ساتھ ساتھ زیادہ زور اور زیادہ توجہ دینی تعلیم اور تربیت کی طرف ہونی چاہئے۔

کتابوں کا مطالعہ

اس کے بعد حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے دینی تعلیم سیکھنے اور سکھانے کے پانچ طریقے بیان فرمائے ہیں، پہلا طریقہ یہ بیان فرمایا ہے کہ بہشتی زیور، بہشتی گوہر، تعلیم الدین، قصد السبیل، تبلیغ دین اور تسہیل المواعظ، کسی ماہر اُستاد سے پڑھ لیں، یہ سب حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی تصنیفات ہیں سوائے تبلیغِ دین کے، یہ سب دین کی بہت ہی نافع اور مفید کتابیں ہیں، اور ہر مسلمان مرد وعورت کے لئے ان کا پڑھنا اور سمجھنا نہایت ہی مفید ہے۔

حضرت آگے تحریر فرماتے ہیں کہ اگر کسی کو پڑھانے والا استاد نہ ملے، تو پھر اگر خود پڑھنا جانتا ہے۔ تو خود ہی مطالعہ کریں، لیکن جہاں کہیں کوئی بات سمجھ میں نہ آئے، وہاں پر پینسل سے نشان لگالیں، اور کسی عالم سے سمجھ لیں، اپنی عقل سے نہ سمجھیں، اس طرح ایک طریقہ تو یہ ہوگیا کہ کسی عالم سے باقاعدہ سبقاً سبقاً یہ کتابیں پڑھیں، اور اگر

عالم اور استاد کے میسر نہ آنے کی وجہ سے سبقاً سبقاً نہ پڑھ سکیں، تو خود مطالعہ کرلیں، اور ان کو سمجھنے کی کوشش کریں، اور سمجھ کر ان پر عمل کرنے کی فکر کریں، اور جو بات سمجھ میں نہ آئے، تو پوچھ لیا کریں۔

اَن پڑھ لوگوں کے لئے مشورہ

اگر اَن پڑھ لوگ ہوں کہ ان کو دینی کتابیں پڑھنا بھی نہیں آتا، آج کل ایسا بھی ہے، پہلے تو دیہات کے اندر ایسا ماحول ہوتا تھا، اب تو شہروں کے اندر بھی ایسا ماحول ہوگیا ہے کہ دین کی کتابیں اردو میں ہونے کے باوجود بھی بہت سے لوگ ایسے ہیں، جو اردو ہی نہیں جانتے، یا ان کی اردو اتنی کچی اور ایسی کمزور ہے کہ وہ دینی کتابیں پڑھتے ہیں، ان کو پتہ ہی نہیں چلتا کہ کیا پڑھ رہے ہیں؟ تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے دوسرا طریقہ یہ بیان فرمایا ہے کہ ایسے لوگوں کو چاہئے کہ وہ کسی تنخواہ دار اُستاد اور عالم کو اپنے پڑھانے کے لیے مقرر کریں، پہلے کسی عالم سے وقت لیں، وہ آپ کو ایک یا آدھا گھنٹہ دے، اور باقاعدہ اس کا وظیفہ مقرر کریں، اس لئے کہ جیسے دنیا کا کام مفت نہیں ہوسکتا، دین کے کام بھی اب مفت میں نہیں ہوسکتے، جو بغیر پیسے کے کام ہوگا، وہ پھر چندروز ہوگا، اس کے بعد بند ہوجائے گا۔

اس لئے حضرت فرماتے ہیں کہ جب تم دنیا کمانے کے لئے اور دنیا کے کاموں کے لئے ہزاروں روپے فیس دیتے ہو، تنخواہیں دیتے ہو، تاکہ تمہارے دنیا کے کام باقاعدہ ہوں، تو پھر دین کو کیوں ایسا لاوارث سمجھا جائے کہ اس کے لئے پیسوں کی

ضرورت ہی نہیں ہے، جس سے وقت لوگے، اُسے پیسے دوگے، وہ پیسے لے لے، تو آپ کو پابندی سے وقت دے گا، آپ آرام سے پڑھیں گے، اور آپ کا فرض ادا ہوگا۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ یہ بھی فرما رہے ہیں کہ اگر کسی استاد سے کوئی کتاب پڑھنا چاہیں، تو پہلے کسی اللہ والے سے یا کسی عالم سے اس کا انتخاب کروالیں، اپنی طرف سے کوئی کتاب منتخب نہ کریں، یہ بڑی اہم بات ہے۔

مسئلہ معلوم کرنے کی عادت ڈالیں

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے تیسرا طریقہ یہ بیان فرمایا ہے کہ اس بات کا ہر مسلمان، مرد اور عورت اہتمام کرے کہ گھر میں کام ہو، آفس میں کام ہو، ملازمت کا کوئی کام ہو، گھر کے باہر ہوں، کہیں بھی ہوں، کوئی کام سامنے آگیا، اسے کرنا ہے یا نہیں کرنا؟ جب اس کے بارے میں کسی معتبر عالم یا مفتی سے معلوم نہ کرلیں، اُسے نہ کریں، جب بھی کریں، تو پہلے پوچھیں، پھر کریں، اس طرح مسئلہ معلوم کرنے کا بہت بڑا ثواب ملے گا، جس کی فضیلت میں بیان کرچکا ہوں، اور ضروری مسئلہ معلوم کرنے سے تو فرض عین کا درجہ ادا ہوگا، دوسرے اس سے علم آئے گا، اور پھر جب اس پر عمل ہوگا، تو ثواب ہی ثواب ملے گا۔

ہمارے اندر ایک یہ بھی مرض ہے کہ اپنی عقل لڑانے کی بیماری پیدا ہوگئی ہے، ہر کام میں اپنی عقل لڑاتے ہیں، یہاں تک کہ مسائل بھی پوچھیں گے، تو عالموں اور

مفتیوں سے نہیں پوچھیں گے، آپس میں ایک دوسرے سے پوچھ لیں گے، اور جو پوچھ رہا ہے، وہ بھی جاہل ہے، اور جو بتا رہا ہے، وہ بھی جاہل ہے، تو یہاں دین کی بات کہاں سے آئے گی؟ یہاں تو شیطان اور نفس کی بات آئے گی، اور اس طرح سے اپنی عقل سے مسئلے بتانا بھی ناجائز ہے، اور بہت بڑا گناہ ہے، تو ہمارے اندر یہ بہت بڑی بیماری پیدا ہو چکی ہے، اس کو فوری طور پر دور کرنے کی ضرورت ہے۔

فون کرنے کا ادب

کسی مسئلے میں کوئی اپنی عقل نہ لڑائے، کوئی اپنی عقل سے مسئلہ نہ بتائے، بلکہ ہمیشہ ہر آدمی اس بات کا اہتمام کرے کہ وہ معتبر علماء اور اہلِ فتویٰ حضرات سے مسئلہ معلوم کرے، چاہے فون اور موبائل کے ذریعے مسئلہ معلوم کرلو، اور چاہے زبانی معلوم کرلو، جیسا موقع ہو، جس سے مسئلہ پوچھنا ہے، اس کے اوقات کا لحاظ رکھنا بھی بے حد ضروری ہے، یہ نہیں کہ ہمیں رات کے بارہ بجے مسئلے کی ضرورت پڑ گئی، تو چلو! فون کرو، رات کو دو بجے مسئلہ پیش آ گیا، تو چلو! فون کرو، کسی ڈاکٹر کے یہاں اس طرح کرکے دیکھو، کسی وکیل صاحب کے یہاں اس طرح فون کرکے دیکھو، تو پتہ چل جائے، تو اس لئے جس سے مسئلہ پوچھا جائے، اس کے اوقات کا بھی خیال رکھو، کہ کس وقت ان سے مسئلہ پوچھا جا سکتا ہے، اور کس وقت پوچھا نہیں جا سکتا؟ جو وقت ملنے کا ہے، اس وقت ملو۔

فتویٰ لے کر عمل کریں

اور اگر کوئی فون پر بھی مسئلہ پوچھ نہیں سکتا، اور زبانی بھی نہیں پوچھ سکتے،

تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ تحریری فتویٰ لے لو، یعنی سوال لکھ کر بھیج دو، وہاں سے تحریری جواب آجائے گا، اور اس کے مطابق عمل کرلو، اور اس وقت تک اپنے آپ کو روکے رکھو، اور اس وقت تک عمل نہیں کرو، کیونکہ جب تک معلوم نہ ہو کہ یہ جائز ہے یا ناجائز؟ نیکی ہے یا بدی ہے؟ حلال ہے یا حرام؟ جب فتوی آجائے، تو اس فتوی کے مطابق عمل کرلیا جائے، یہ علم حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔

اہلِ علم کی صحبت

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے علم حاصل کرنے کا چوتھا طریقہ یہ بیان فرمایا ہے کہ کبھی کبھی خود بھی معتبر عالموں اور بزرگوں کی خدمت میں جانا چاہئے، اور ان کے پاس جا کر بیٹھنا چاہئے، اس میں یہ ادب ہے کہ پہلے اس کا وقت معلوم کرو، اور اس سے پوچھو کہ میں کبھی کبھی آپ کے پاس آکر بیٹھا کروں گا، اور موقع ہوا تو مسئلہ بھی پوچھ لیا کروں گا، کوئی بات ذہن میں آگئی، تو پوچھ لوں گا، ورنہ خاموش تھوڑی دیر بیٹھ کر آیا کروں گا، پھر جو وقت وہ بتلائے، اس وقت جاؤ، اپنی فرصت مت دیکھو، اس کی فرصت دیکھو، اس کی فرصت دیکھ کر اس کے پاس جا کر بیٹھا کرو۔

ایک ہے بیان کے اندر بیٹھنا، اور بیان سننا، یہ بھی نافع اور مفید ہے، اور ایک ہے بیان کے علاوہ کسی کے پاس جا کر بیٹھنا، یہ بہت زیادہ نافع اور مفید ہے، چاہے کوئی گفتگو اور کوئی بات چیت نہ ہو، بس! قریب بیٹھنا بھی عجیب وغریب نافع اور مفید عمل ہے، تو اس کا جتنا بھی موقع ملے، تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس سے

بھی علم آتا ہے، کیونکہ بیٹھنے کی صورت میں اگر کوئی بات سمجھ میں نہ آئے، تو دریافت کرلو، ورنہ خاموش بیٹھے رہو۔

گھر والوں کے اندر وعظ کا اہتمام کریں

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے پانچواں عمل یہ بیان فرمایا ہے کہ کبھی کبھی اپنے گھر میں اپنی اور اپنے گھر والوں کی اصلاح کی غرض سے کسی عالم اور کسی بزرگ کو بلا کر وعظ کہلوایا کرو، پہلے زمانے میں تو یہ بہت ہوتا تھا، گھر گھر وعظ ہوا کرتے تھے، مسجد میں الگ وعظ ہوتا تھا، گھر میں خواتین کے لئے الگ وعظ ہوتا تھا، محلے کی عورتیں کسی گھر میں جمع ہوگئیں، درمیان میں پردہ ڈال دیا، اور اُدھر کوئی بزرگ بیٹھ گئے، اور انہوں نے کسی موضوع پر بیان کردیا، عام طور پر گھروں میں یہ ہوتا تھا، اب یہ متروک ہوگیا ہے، تو بہرحال! اب بھی اس سلسلے کی ویسی ہی ضرورت ہے، جیسے پہلے ضرورت تھی کہ اپنے اپنے گھروں کے اندر مہینے، دو مہینے میں کسی بھی معتبر عالمِ دین یا کسی بزرگ اور اللہ والے سے، جس کے پاس وقت ہو، اُس کو اپنے گھر بلائیں، اور گھر کی عورتوں کو جمع کر کے خود بھی وعظ سُنے، اور گھر کی خواتین بھی وعظ سننے کے لئے بیٹھیں۔

گھر بیٹھے بیان سننے کا طریقہ

اب تو اللہ پاک نے ایسی سہولت اور آسانیاں عطا فرمادی ہیں کہ کسی بزرگ کی کہیں مجلس ہورہی ہے، تو اُسے انٹرنیٹ سے اپنے گھر میں بھی سُن سکتے ہیں، اور دوسروں کو سنا سکتے ہیں، اس طرح سے بہت آسانی سے ان کے بیان کو اپنے گھر میں سُنا

جا سکتا ہے، اب تو بزرگوں کی کیسٹیں بھی سینکڑوں کی تعداد میں میسّر ہیں، اور تقریباً ہر موضوع پر کیسٹ ہوتی ہیں، تو جس کیسٹ کی بھی ضرورت ہو، اُسے اپنے گھر میں سنا سکتے ہیں، اور بازار میں سی ڈیز مل رہی ہیں، ایک سی ڈی کے اندر تیس تیس، چالیس چالیس، پچاس پچاس اور ستّر ستّر بیانات ہیں، ان سی ڈیوں کے ذریعے آدمی اپنے گھر کے اندر کمپیوٹر کے ذریعے بیانات سن سکتا ہے، اور سُنا سکتا ہے، تو اللہ پاک نے ہمارے حالات کے مطابق آسانیاں عطا فرما دی ہیں، اور کسی کو براہِ راست کسی بزرگ کو اپنے گھر پر بلا کر وعظ کہلوانے کا موقع ملے، تو یہ سونے پر سہاگہ ہے، اس کی، سب سے بڑھ کر تاثیر ہوتی ہے، اس کا اہتمام کریں۔

جب علم حاصل کرنے کے ان طریقوں پر عمل کیا جائے گا، تو علم دین کا فرض عین درجہ آسانی سے حاصل ہو جائے گا، اور ہماری تربیت بھی صحیح ہوگی، اور علم دین حاصل کرنے کا جو مقصد ہے، وہ حاصل ہو جائے گا۔

وَ آخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سلسلہ درسِ حیات المسلمین

علمِ دین اور دولتِ ایمان

(۱۱)

شرحِ روحِ دوم

بیان نمبر...... (۲۸)

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم
مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی

مکتبۃ الاسلام کراچی

موضوع: **علمِ دین اور دولتِ ایمان**

مقام : جامع مسجد دار العلوم کراچی ۱۴

تاریخ : ۳ ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ

۱۵ جون ۲۰۱۰ء

دن: منگل

وقت: بعد نمازِ عصر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ نحمدہٗ ونستعینہٗ ونستغفرہٗ ونؤمِنُ بہ ونتوکّل علیہ ونعوذ باللّٰہِ من شرورِ أنفسنا ومن سیئاتِ أعمالنا مَن یّھدِہِ اللّٰہُ فلا مضلَّ لہٗ وَمَن یُضللہٗ فلا ھَادِیَ لَہٗ وأشھد أن لّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وحدہٗ لاشریک لہٗ وأشھد أنّ سیّدنا ونبیّنا ومولانَا محمداً عبدہٗ و رسولہٗ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہٖ و أصحَابہٖ و بارک وسلَّمَ تسلیمًا کثیرًا کثیرًا.

أمّا بعد!

فأعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرّجیم

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرّحیم

اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ (۵) صِرَاطَ الَّذِیْنَ أنعمتَ عَلَیْھِمْ (٦) غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلاَ الضَّآلِّیْنَ (۷)

(الفاتحہ: آیات: ۶،۷)

صدق اللّٰہ العظیم

ترجمہ

ہمیں سیدھے راستے کی ہدایت عطا فرما، اُن لوگوں کے راستے کی جن پر تو نے انعام کیا ہے، نہ کہ اُن لوگوں کے راستے کی جن پر غضب نازل ہوا ہے، اور نہ

اُن کے راستے کی جو بھٹکے ہوئے ہیں۔ (آسان ترجمۂ قرآن)

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اتَّقُوْا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ (۱۱۹) (التوبۃ: آیت:۱۱۹)

ترجمہ

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، اور سچے لوگوں کے ساتھ رہا کرو۔

علم دین کی اہمیت

میرے قابلِ احترام بزرگو!

حکیم الأمت، مجدد الملت حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ”حیات المسلمین“ کی دوسری روح میں علمِ دین حاصل کرنے کی فضیلت اور اہمیت بیان فرمائی ہے، بلاشبہ علمِ دین بہت بڑی نعمت ہے، یہ بڑی فضیلت کی چیز ہے، اور یہ بڑے کام کی چیز ہے، جیسے جاہل ہونا بڑے ہی عیب اور نقصان کی بات ہے، یہ سو عذابوں کا ایک عذاب ہے، ایسے ہی دین کے علم سے اپنے آپ کو آراستہ کرنا بہت بڑی دولت ہے، اس لیے اس کی طرف ضرور توجہ کرنی چاہئے، اگر کوئی با قاعدہ عالم بنے، تو سونے پر سہاگہ ہے، بہتر ہی بہتر ہے، اور بہت ہی بڑی نعمت ہے، اللہ تعالیٰ جس کو بھی نصیب فرمائے، وہ اس کا شکر ادا کرے، لیکن عالم بننا ہر آدمی کے ذمے ضروری نہیں ہے، اور یہ آسان بھی نہیں ہے، لیکن بقدرِ ضرورت علم حاصل کرنا تو فرضِ عین ہے، اور ایسا فرضِ عین ہے کہ جو روزمرہ ہمارے ذمے ہے، جہاد بھی فرضِ عین ہوتا ہے، مگر روزانہ نہیں ہوتا، تبلیغ بھی ہر روز اور ہر دم فرضِ عین نہیں ہوتی، مگر بقدرِ ضرورت علمِ دین حاصل کرنا، ہر روز اور ہر دم

فرض ہے، جب تک حاصل نہ کرے، فرض ذمے رہے گا، علم حاصل نہ کرنے والے بہت زیادہ ہیں، اور کرنے والے نہ ہونے کے برابر ہیں، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب کے اندر علم حاصل کرنے کے آسان آسان طریقے ارشاد فرمادیے ہیں، اور ان کی تفصیل آپ کے سامنے آچکی ہے۔

اصلاح میں بڑی رکاوٹ

حضرت نے اس باب کے آخر میں دو چیزوں سے پرہیز بتایا ہے کہ علمِ دین حاصل کرنے والے مرد و خواتین علمِ دین حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ دو باتوں سے اجتناب کریں، کیونکہ ان کا نقصان بہت زبردست ہے، اور وہ نقصان دین کا بھی ہے، اور دنیا کا بھی ہے، تو ایسے نقصان کی چیز ہے، تو بچنا ہی چاہئے، اور آج کل ان دو باتوں سے بہت کم بچا جاتا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ علم دین تو حاصل ہو ہی نہیں رہا، بلکہ الٹا نقصان ہو رہا ہے، یہاں ایک بات یہ بھی عرض کروں گا کہ آج کل ہماری اصلاح کیوں نہیں؟، اس کی وجہ یہ ہے کہ جو لوگ کسی بزرگ کی خدمت میں جا رہے ہیں، ان میں خاص خاص لوگ تو ایسے ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں بہت نوازتے ہیں، اور ان کو اپنے شیخ سے دینی فائدہ ہوتا ہے، اصلاح ہوتی ہے، تربیت ہوتی ہے، تزکیہ ہوتا ہے، تعلق مع اللہ نصیب ہوتا ہے۔

لیکن اکثر و بیشتر کو فائدہ نہیں ہوتا، ان کی وہی حالت رہتی ہے، جو شروع میں تھی، کسی کو آئے ہوئے ایک سال ہوگیا، اس کا وہی حال ہے، کسی کو دو سال ہوگئے،

اس کا وہی حال ہے، کسی کو تین سال، کسی کو چار سال، کسی کو پانچ سال، کسی کو دس سال ہوگئے، لیکن جو شروع میں حالت تھی، اب بھی وہی حالت ہے، ورنہ پانچ، دس سال کے بعد تو آدمی کو کہیں سے کہیں پہنچنا چاہئے، لیکن نہ ان کا ظاہر سُدھرا، اور نہ ان کا باطن سنورا، نہ شریعت کی تابعداری کرنے کی عادت پڑی، اور نہ گناہوں سے بچنے کا اہتمام شروع ہوا، بس! جیسے پہلے حالت تھی، ویسی کی ویسی اب بھی حالت ہے، اس کی وجہ بھی وہ دو باتیں ہیں، جن سے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بچنے کے لئے فرمایا ہے، لیکن ہم بچتے نہیں ہیں، ان سے احتیاط اور اجتناب نہیں کرتے، اس کے نتیجے میں اصلاح کے اندر بھی رکاوٹ ہے۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید کا واقعہ

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ کے اندر حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ مذکور ہے، ایک شخص ان کی خدمت دس سال تک رہا، دس سال کے بعد پوچھنے لگا کہ حضرت! آپ کی خدمت میں رہتے ہوئے دس سال ہوگئے ہیں، لیکن آج تک میں نے آپ کی کوئی کرامت ہی نہیں دیکھی، یعنی وہ کرامت کے انتظار میں تھا، اور کرامت، کسی کے بزرگ ہونے کے لئے ضروری نہیں ہے، کسی بزرگ سے ساری عمر کوئی کرامت ظاہر نہ ہو، تو پھر بھی وہ اللہ والا اور بزرگ ہے، کسی کے بزرگ اور اللہ والا ہونے کے لئے صاحبِ کرامت ہونا کوئی ضروری نہیں ہے، اس کا صاحبِ کشف ہونا کوئی ضروری نہیں ہے، اس کا صاحبِ ذوق وشوق ہونا کوئی ضروری نہیں

ہے، اس کو اچھے اچھے خواب نظر آنا کوئی ضروری نہیں ہے۔

کسی کو زندگی بھر ایک بھی اچھا خواب نظر نہ آئے، ساری زندگی کبھی کیف و سرور نصیب نہ ہو، ساری زندگی کبھی الہام نہ ہو، کشف نہ ہو، کرامت ظاہر نہ ہو، پھر بھی وہ اللہ والا ہے، اور اس کے اللہ والا ہونے میں کوئی کمی نہیں ہے، بلکہ یہ اس سے بہتر ہے، جس کو یہ باتیں نصیب ہوں، تو وہ دس سال تک ان کی خدمت میں رہا، لیکن اس کو فائدہ اس لئے نہیں ہوا کہ وہ اپنی اصلاح کے لئے نہیں آیا تھا، کرامت دیکھنے کے لئے آیا ہوا تھا، تو جب کوئی کرامت صادر ہوتے ہوئے نظر نہ آئی، تو اس نے پوچھا کہ حضرت! آپ کی خدمت میں رہتے ہوئے دس سال ہو گئے ہیں، لیکن آپ کی کوئی کرامت نہیں دیکھی، آپ نے ایک چڑیا بھی زندہ نہیں کی۔

اتّباعِ سنّت اصل چیز ہے

اب حضرت نے اصل کرامت کی طرف متوجہ فرمایا، اور اس سے فرمایا کہ تم نے میری کوئی کرامت تو نہیں دیکھی، لیکن یہ بتاؤ کہ تم نے دس سال کے عرصے میں میرا کوئی عمل خلافِ سنّت بھی دیکھا؟ اس نے کہا کہ حضرت! میں نے آپ کا کوئی عمل خلافِ سنت نہیں دیکھا، پھر انہوں نے فرمایا کہ بھئی! پھر اس سے بڑی کرامت کیا دیکھوگے؟ یہ ہے اصل کرامت، جس کو بزرگوں سے حاصل کیا جاتا ہے، اب کوئی اس کو تو حاصل نہ کرے، جیسے اس نے اس کو حاصل کرنے کی طرف توجہ نہ کی، اور توجہ کی تو اس چیز کو حاصل کرنے کی طرف، جو کہ بزرگی کے لوازمات میں سے نہیں ہے، یعنی

کرامت، وہ حاصل ہو ہی نہیں سکتی تھی، اس لئے حاصل ہوئی نہیں، اس طرح اس کے دس سال ضائع ہوگئے، حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کرنے کی یہ چیز تھی کہ جیسے شیخ متبعِ سنت تھے، وہ بھی ان کو دیکھ کر متبعِ سنت بنتا، وہ بھی ان کو دیکھ دیکھ کر سنّتوں کی پیروی کرتا، یہ ہر ایک کے اختیار میں ہے، یہ چیز ہر آدمی، ہر وقت اور ہر دم آسانی سے حاصل کر سکتا ہے، یہ بھی علمِ دین حاصل کرنے کا ایک شعبہ ہے، بلکہ اس میں بھی اعلیٰ درجہ کا شعبہ ہے، تو وہ صحبت میں آیا اور رہا بھی دس سال، اور رائی کے دانے کے برابر فائدہ نہیں ہوا، کیونکہ اس کی نیت ہی کچھ اور تھی۔

خلیفہ بننے کی نیت تکبر ہے

بعض لوگ بزرگوں کی خدمت میں اس لئے جاتے ہیں، تاکہ ہم بھی خلیفہ بنیں، ان کو دو دن نہیں گزرے، اور خلافت حاصل کرنے کا ارادہ کرنا شروع کر دیتے ہیں کہ ہم بھی اس کے خلیفہ بن جائیں گے، پھر ہم بھی پیر صاحب بن جائیں گے، پھر ہماری بھی مجلس جمے گی، پھر ہمیں بھی لوگ جھک جھک کر سلام کریں گے، ہمارے ہاتھ چومیں گے، مزا آئے گا، یہ تو "غیر اللہ" ہے، یہ تو بڑا پن ہے، یہ تو تکبر کی ایک قسم ہے، جو اس نیت سے آئے گا، اسے ساری عمر فائدہ نہیں ہوگا، چاہے کسی کی خدمت میں سو سال گزار دے، کیونکہ یہ بڑا بننے کی نیت ہے، یہ بڑا بننے کا ارادہ ہے، اور اللہ والوں کی خدمت میں بڑا بننے کے لئے آنے والا کبھی کامیاب نہیں ہوسکتا، یہاں جو اپنے آپ کو مٹاتا ہے، وہ کامیاب ہوتا ہے، ہمارے حضرت، مفتیِ اعظم پاکستان، مولانا مفتی

محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی باتیں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی باتوں سے مأخوذ ہوا کرتی تھیں، حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اصلاح وتربیت کے راستے میں اور کسی اللہ والے کی صحبت میں بیٹھنے میں پہلا قدم بھی تواضع ہے، اور آخری قدم بھی تواضع ہے۔

حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ کا عجیب واقعہ

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ میں حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ لکھا ہوا ہے، یہ بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں اور وہ ظاہری طور پر بڑے مالدار رئیس تھے، وہ بادشاہ اور نوابوں کی سی زندگی گزارتے تھے، ان کی خدمت میں ایک آدمی اپنی اصلاح کی غرض سے آیا، اور وہ ان کی خدمت میں رہا، جب اس نے حضرت کی یہ ظاہری مالداری اور بادشاہت دیکھی کہ بہت خوبصورت محل کی طرح مکان ہے، جب وہ نکلتے ہیں تو بڑی اعلیٰ سواری پر سوار ہوتے ہیں، اور جب جاتے ہیں تو چاروں طرف حشم وخدم شاگرد اور مریدین ہوتے ہیں، رہنے سہنے کا ایک شاہی انداز ہے، تو اس کے دل میں خیال آیا کہ یہ اللہ والے ہیں، مگر بزرگ معلوم نہیں ہوتے، یہ تو دنیادار لگتے ہیں، انہوں نے تو دنیا کو اپنا دوست رکھا ہوا ہے ؎

نہ مردست آنکہ دنیا دوست دارد

وہ اللہ والا تھوڑا ہی ہے، جو مال ودولت کو دوست رکھے، وہ تو فقیرانہ حال میں رہتے ہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ دنیادار ہیں، مگر اس نے حضرت کے رعب اور دبدبہ کی وجہ سے زبان سے کچھ نہیں کہا اس نے دل دل میں یہ سوچا اور وہ خانقاہ میں مقیم تھا،

اور حضرت کی خدمت میں حاضر باش تھا، تو جو لوگ اخلاص سے کسی اللہ والے کی صحبت میں بیٹھتے ہیں اور اس کی خدمت میں آتے جاتے ہیں، تو پھر کبھی کبھی اللہ تعالیٰ ان کے حال ان کے شیخ کے دل میں ڈال دیتے ہیں، کیونکہ وہ شیخ بھی مخلص تھے، اور ان کا مرید بھی مخلص تھا، تو پھر:

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ (۱۲۰)

(التوبہ: آیت ۱۲)

ترجمہ

بے شک اللہ تعالیٰ نیک روش اختیار کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں فرماتے۔

اللہ تعالیٰ ان کی مراد ختم نہیں فرماتے، عطا ہی فرما دیتے ہیں، تو شیخ کے دل میں اللہ پاک نے ڈال دیا کہ یہ میرے اس ظاہری مال و دولت سے دھوکہ میں ہے، ظاہری طور پر کوئی اللہ والے مالدار ہوں، تو یہ اللہ والے ہونے کے خلاف نہیں ہے، جیسے حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ پاک نے روئے زمین کی سلطنت عطا فرمائی تھی، حضرت داؤد علیہ السلام کو سلطنت عطا فرمائی تھی، حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو بھی اللہ پاک نے حکومت عطا فرمائی تھی، اور صحابہ کرامؓ میں بھی بعض صحابہ کرامؓ بڑے مالدار تھے، جیسے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اور بھی بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین بڑے مالدار اور رئیس تھے، لیکن سب اللہ والے تھے۔

حج کے لئے وہیں سے روانگی

اِس دن حضرت خواجہ عبیداللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی اصلاح کا ارادہ فرمایا، اور حضرت کا یہ معمول تھا کہ وہ روزانہ فجر کی نماز کے بعد نہر کے کنارے ٹہلتے تھے، تو ایک دن فجر کے بعد نکلے، اور اس مرید کو ساتھ لیا، اور اس مرید سے کہا کہ بھئی چلو! ٹہلنے کے لئے چلتے ہیں، اور وہ ٹہلتے ٹہلتے اس سے باتیں بھی کرنے لگے، اور باتیں کرتے کرتے حضرت نے یہ بات شروع کی کہ میرا حج کرنے کو بڑا جی چاہتا ہے، حرمین شریفین کی حاضری کو دل تڑپتا ہے، جیسے حضرت حکیم صاحب دامت برکاتہم کا شعر ہے۔

دل تڑپتا ہے میرا سینے میں
ہائے! پہنچوں گا کب مدینے میں
یہ بھی جینے میں کوئی جینا ہے
جس کا دل نہ ہو مدینے میں
مدینے جاؤں، پھر آؤں، مدینے پھر جاؤں
الٰہی! عمر اسی میں تمام ہو جائے

تو اس مرید نے کہا کہ حضرت! میرا بھی بڑا دل چاہتا ہے، اور کیا ہی اچھا ہو کہ آپ کے ساتھ جانا نصیب ہو، تو زہے مقدّر، شیخ کے ساتھ حج، عمرہ نصیب ہو جانا بہت بڑی نعمت ہے، تو حضرت نے کہا کہ بھئی چلو! تو حضرت ایک دم وہیں سے سفرِ حج

پرروانہ ہونے کے لئے تیار ہوگئے، تو وہ مرید چونکا، لو! حضرت تو یہیں سے چل پڑے، میرے پاس تو کچھ بھی سامان نہیں ہے، سب پیسہ بھی خانقاہ میں ہے، کپڑے بھی خانقاہ میں ہیں، سارا ضروری سامان بھی وہاں پر ہے، قدم قدم پر سامان کی ضرورت پڑے گی۔

یہ گٹھڑی تمہاری دنیا ہے

اس نے کہا کہ حضرت! میرا تو سامان خانقاہ میں رکھا ہوا ہے، وہ تو کم ازکم میں لے لوں، پھر چلوں گا، انہوں نے کہا کہ بس! میرا محل نہیں دیکھا، میرا اتنا بڑا کاروبار نہیں دیکھا، اتنے حشم خدم نہیں دیکھے، انہوں نے تو مجھے حج وعمرہ کے سفر سے نہیں روکا، اور تم کو تمہاری گٹھڑی نے روک لیا، یہ گٹھڑی تمہاری دنیا ہے، جس نے تم کو حج وعمرہ سے روک دیا، اور حرمین شریفین کے مبارک سفر سے روک دیا، اور مجھے میرے محل نے نہیں روکا، اس لئے یہ دنیا نہیں ہے، یہ آخرت ہے۔

نہ مرد ست آں کہ دنیا دوست دارد
اگر دارد برائے دوست دارد

اللہ والا وہ نہیں ہے جو دنیا سے دلچسپی رکھے، ہاں! وہ اللہ والا ہوسکتا ہے، جو دنیا سے اللہ تعالیٰ کی خاطر تعلق رکھے کہ دنیا شریعت کے مطابق حاصل کرے، اس کو شریعت کے مطابق خرچ کرے، اس کو دل میں جگہ نہ دے، ہاتھ پیر دنیا میں رہیں اور دنیا میں استعمال ہوں، دل میں اللہ تعالیٰ کی یاد بسی ہوئی ہو، تو وہ دنیا دار نہیں ہے، اور

اس کے مرید کے دل میں گٹھڑی اتری ہوئی تھی، جس کے بغیر وہ جا نہیں سکتا تھا، اس لئے حضرت نے فرمایا کہ یہ تمہاری دنیا ہے کہ اس دنیا نے تمہیں اللہ کے راستے میں جانے سے روک دیا۔

دنیا کی حقیقت

دراصل دنیا مال و دولت کا نام نہیں ہے، آل اولاد کا نام نہیں ہے، دنیا کی حقیقت کیا ہے؟ دنیا کسے کہتے ہیں؟ ایک شعر میں کہا گیا ہے کہ:

چیست دنیا از خدا غافل شدہ
قماش نے و نقرہ و فرزند و زرن

دنیا، دین سے غافل ہونا، آخرت سے غافل ہونا، اور اللہ تعالیٰ سے غافل ہونے کا نام ہے، چاہے وہ ایک روپیہ ہو، چاہے وہ ایک کروڑ ہو، چاہے وہ ایک دوکان ہو، اور چاہے وہ پورا بازار ہو، اور چاہے ایک مکان ہو یا محل وقلعہ ہو، دنیا، اللہ تعالیٰ سے غافل ہونے کا نام ہے، کپڑا، چاندی، اولاد اور بیوی کا نام دنیا نہیں ہے، اگر یہ شریعت کے مطابق ہوں تو نعمت ہیں، اگر ان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی نافرمائی کرے تو یہ دنیا ہے، جو مذموم ہے۔

اصلاح کے لئے دو باتوں سے پرہیز

چنانچہ وہ حضرت خواجہ عبیداللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آیا، لیکن اس کے ذہن میں یہ تھا، اس لئے اسے فائدہ ہی نہ ہوا، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں

جو دو باتیں بیان فرمائی ہیں کہ اگر کوئی کسی بزرگ سے وابستہ ہو، اور اپنی اصلاح چاہتا ہو، لیکن ان دو چیزوں سے پرہیز نہ کرتا ہو، تو اس کی بھی اصلاح نہیں ہوگی، بہت سے لوگ ان میں مبتلا رہتے ہیں، اس وجہ سے ان کی اصلاح نہیں ہوتی، اور اللہ والے کی خدمت میں برسہابرس رہنے کے باوجود ان کے حال میں کوئی تبدیلی نہیں آتی، اور ترقی نہیں ہوتی، کیونکہ ہم وہ پرہیز تو کرتے نہیں ہیں، جو وہ بتاتے ہیں۔

فساد اور جھگڑے کا خطرہ

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے جن دو چیزوں سے پرہیز بتایا تھا، ان میں سے ایک پرہیز یہ ہے، فرمایا کہ:

> ''کافر اور گمراہ لوگوں کی مجلس اور ان کے جلسے جلوس میں ہرگز شرکت نہ کریں، کیونکہ ان کی مجالس میں شرکت کرنے کے بہت سے نقصانات ہیں، پہلی بات تو کفر اور گمراہی کی باتیں کان میں پڑنے سے دل میں ظلمت اور اندھیرا پیدا ہوتا ہے، دوسرے بعض دفعہ ایمان کے جوش میں ایسی باتوں پر غصہ بھی آجاتا ہے، اور پھر اگر غصہ ظاہر کیا، تو فساد ہوجاتا ہے، لڑائی جھگڑا ہوجاتا ہے، بعض دفعہ اس فساد سے دنیا کا بھی نقصان ہوجاتا ہے، بعض دفعہ مقدمے کا جھگڑا کھڑا ہوجاتا ہے، جس میں وقت بھی خرچ ہوتا ہے اور روپیہ بھی، یہ سب باتیں پریشانی کی ہیں، اور اگر غصہ ظاہر نہ کرسکے، تو بیٹھے بٹھائے غم خریدنے کا کیا فائدہ؟۔ (حیات المسلمین)

غیر مسلموں کی صحبت سے بچیں

اہلِ باطل کی مجلس میں شرکت سے بچنا از حد ضروری ہے، یعنی جو شخص چاہتا ہے کہ اس کو دین کا صحیح علم آئے، اور پھر اُس کو اس پر عمل کی توفیق ہو، جو شخص یہ چاہتا ہے کہ کسی اللہ والے کی صحبت میں رہے، اوراس کی اصلاح ہو، اُس کے اخلاق سُدھریں، اُس کے اعمال سنوریں، اُس کا ظاہر درست ہو، اُس کا باطن چمکے، تو اس کے لئے ضروری ہے کہ کافروں کے پاس اٹھنے بیٹھنے سے بچے، اور ان سے دوستی کرنے سے بچے، کافر کون ہوتے ہیں؟ جیسے یہودی، عیسائی، ہندو، سکھ اور ہمارے یہاں جتنے آغا خانی، بوہری، ذکری وغیرہ ہیں، یہ سب کافر ہیں، ان سب سے معاملات کرنا اور خرید وفروخت تو جائز ہے، لیکن ان سے دوستی، محبت کا گہرا تعلق، ان کے پاس اٹھنا بیٹھنا، ان سے میل جول، ان کی غمی اور خوشی میں شریک ہونے سے بچنا بے حد ضروری ہے۔

خوبیوں پر پانی پھیرنے والی چیز..... کفر

وہ ظاہری اعتبار سے کتنے ہی با اخلاق ہوں، چاہے کیسے ہی نرم مزاج ہوں، اور کسی کو کیسی ہی ان کی اچھی اچھی عادتیں پتہ ہوں، اور اچھی اچھی باتیں پسند ہوں، اور چاہے وہ ظاہری طور پر کتنے ہی اسلام اور مسلمانوں کے خیر خواہ اور ہمدرد ہوں، تب بھی ان کے اندر ایک چیز ایسی ہے، جو ان کی ساری خوبیوں پر پانی پھیرنے والی ہے، وہ ہے کفر، وہ کفر کی تاریکی میں ڈوبے ہوئے ہیں، تو جس کمرے میں اندھیرا ہوگا، روشنی

سے نکل کر جانے والا بھی تو اس اندھیرے میں ڈوبے گا، کمرے کے اندر زیرو کا بلب بھی نہیں ہے، اور باہر پانچ ہزار واٹ کا بلب جل رہا ہے، تو باہر تو کونہ کونہ چمک رہا ہے، اور اس کمرے کا تو کونہ کونہ تاریکی میں ڈوبا ہوا ہے، تو جو آدمی روشنی سے نکل کر کمرے میں جائے گا، اور دروازہ بند کرلے گا، تو وہ بھی اندھیرے میں ڈوب جائے گا، یہی مثال کافر کی صحبت میں جانے کی ہے، وہ کافر تاریکی میں ڈوبا ہوا ہے، جو مسلمان اس کے ساتھ بیٹھے گا، وہ بھی ڈوب جائے گا۔

کہیں ایمان نہ چلا جائے؟

پھر بعض مرتبہ کافر کی صحبت سے یہ ہوتا ہے کہ صاحبِ ایمان کے دل سے ایمان کا چراغ بھی گُل ہوجاتا ہے، کتنے ہی مسلمان ایسے ہیں، جو غیر مسلم ہورہے ہیں؟ اسلام چھوڑ کر عیسائی ہورہے ہیں، ہندو ہورہے ہیں، سکھ ہورہے ہیں، وہ غیر مسلم کیوں ہورہے ہیں؟ وہ محض دنیا کے مال و دولت کی وجہ سے، نوکری اور ملازمت کی وجہ سے، اوران سے تعلق رکھنے کی وجہ سے غیر مسلم ہورہے ہیں، کافروں سے تعلق رکھنے کی وجہ سے یہاں تک نوبت آجاتی ہے، جیسے بعض مرتبہ نیک صحبت سے کافر بھی صاحبِ ایمان ہوجاتا ہے، اور مؤمن کے دل سے نور کی روشنی اُس کے قلب کے اندر منتقل ہوجاتی ہے، ایسے بعض مرتبہ کفر کی ظلمت سے صاحبِ ایمان کے دل میں بھی اندھیرا اور کفر آجاتا ہے، اللہ بچائے! یہ بہت بڑا نقصان ہے، اس طرح انسان کی دنیا و آخرت تباہ ہوجاتی ہے۔

حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ کا واقعہ

نیک صحبت سے ایمان کی دولت مل جاتی ہے، اس پر مجھے اپنے اکابر میں سے حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ یاد آیا، حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ جب ہندوستان سے ہجرت کر کے پاکستان آ گئے، تو کچھ عرصے کے بعد انڈیا دوبارہ تشریف لے گئے، اور انڈیا میں تو ہندو اور مسلمان سب مل جُل کر رہتے ہیں، اُن کے آپس میں تعلقات بھی پیدا ہو جاتے ہیں، جیسے ہمارے اندرونِ سندھ کے اندر یہ معاملہ ہے کہ وہاں اکثر مسلمان اور ہندو ملے جُلے رہتے ہیں کہ ایک ہی محلے میں ہندو بھی رہ رہے ہیں، اور مسلمان بھی رہ رہے ہیں، ان کے آپس میں تعلقات بھی پیدا ہو جاتے ہیں، تو حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک ہندو سے جان پہچان اور میل ملاقات تھی، جب وہ اپنے گاؤں میں تشریف لے گئے، تو اُس ہندو کے بارے میں بھی پوچھا کہ وہ کہاں اور کس حال میں ہے؟ اور ان کو خواہش ہوئی کہ چلو! اس سے بھی مل لیں، تو جب اس ہندوں کے یہاں گئے، تو اس کے گھر والوں نے بتایا کہ وہ بیمار ہے، اور صاحبِ فراش ہے، اور اس کا بچنا مشکل ہے، حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کو خیال ہوا کہ ایک دفعہ اس سے مل لینا چاہئے، اور کافروں سے کبھی کبھار ملنے میں کوئی مضائقہ بھی نہیں ہے، ہاں! دوستی کرنا، محبت کا تعلق رکھنا، گہرا تعلق رکھنا، ناجائز اور منع ہے، ان کی صحبت میں بیٹھنا، ان کی مجلس میں جانا، ان کے جلسے جلوسوں میں جا کر شریک ہونا ممنوع ہے۔

ہندوؤں میں چھوت چھات

وہ ہندو سخت بیمار تھا، آپ کو پتہ ہے کہ ہندوؤں میں چھوت چھات بہت زیادہ ہے، یعنی کسی کو بیماری لگ جائے گی، تو اس سے بہت بچیں گے، اور ڈریں گے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کی بیماری ہمیں لگ جائے، لہٰذا جب حضرت اس کے گھر کے اندر گئے، تو عجیب ماجرا دیکھا کہ وہ ہندو، جو گھر والوں کا سربراہ تھا، ان کا باپ تھا، اس نے ساری عمر اپنی اولاد، بیوی بچوں کے لئے کمایا، ان کو برسرِ روزگار کیا، اب اخیر عمر میں بیچارہ بیمار پڑ گیا، تو اس کو ذرا خطرناک بیماری ہوگئی، تو سارے گھر والے اس سے ڈر کر ایک طرف ہوگئے، اور اس کو کمرہ سے نکال کر اپنی حویلی کے ایک کونے میں چھت کے نیچے چارپائی کے اوپر ڈال دیا کہ باپ رے باپ! یہ بڑی خطرناک بیماری میں مبتلا ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کی بیماری ہمارے چپک جائے، اور ہم بھی مر جائیں، کافر مرنے سے بہت ڈرتے ہیں، لہٰذا اس کو ایک طرف کونے میں ڈال دیا، اور کوئی گھر والا اس کے پاس نہ جائے، اور ایک لمبے بانس میں ایک بالٹی لٹکا کر اس کے اندر کھانا اور دوا ڈال دیتے تھے، اور وہ اس کے پاس پہنچا دیتے تھے، وہ ہندو بانس میں سے بالٹی اتار لیتا تھا، اور اسی میں سے کھانا کھالیتا تھا، اور دوا پی لیتا تھا، کھانا اور دوا دینے کے لئے بھی کوئی قریب نہیں آتا تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کی بیماری ہمیں چمٹ جائے۔

بیمار کے ساتھ ہمدردی

حضرت یہ سارا منظر دیکھ کر حیران رہ گئے، اور فرمانے لگے کہ بھئی! تم نے یہ کیا کر

رکھا ہے؟ انہوں نے کہا کہ آپ بھی باز رہنا، یہ بہت خطرناک بیماری میں مبتلا ہیں، جیسے آج کل کینسر سے لوگ بہت ڈرتے اور بہت گھبراتے ہیں، کہ کہیں یہ بیماری ہمیں نہ ہو جائے، جس کے لئے اللہ کا حکم ہوگا، اُس کو ہوگی، اور جس کے لئے اللہ کا حکم نہیں ہوگا، وہ اگر بیمار کے منہ میں سے نوالہ نکال کر بھی کھالے گا، تب بھی اُسے وہ بیماری نہیں ہوگی، مؤمن کا ایمان تو یہ ہونا چاہئے، تو جب آپ نے دیکھا، تو سیدھے اس کے پاس جا کر اس کے سرہانے بیٹھ گئے، ان کو دیکھ کر سارے گھر والے ڈر گئے، باپ رے باپ! یہ کیا کر رہے ہیں؟ مریں گے کیا؟ اور پھر اس بنیے نے حضرت کو دیکھا، تو وہ پہچان گیا، اور وہ ان کی آمد پر بڑا خوش ہوا، اور پرانی یاد تازہ ہوگئی۔

گھر والوں کا تکلیف دہ رویّہ

حضرت نے اس کا حال پوچھا، اس نے کہا کہ مجھے اپنی بیماری سے اتنی تکلیف نہیں ہے، جتنا اپنے گھر والوں کے اس رویّے سے تکلیف ہے کہ میں تو جیتے جی مر گیا، ایک تو بیماری کی تکلیف، اور اس تکلیف میں ایک تو نہ کھانے کو جی چاہے، نہ پینے کو جی چاہے، نہ نیند آئے، ہر وقت بے چینی رہتی ہے، اس سے بڑھ کر یہ تکلیف ہے کہ مجھ سے میرے گھر والے چھوٹ گئے، اب نہ میری بیوی میرے پاس آتی ہے، نہ میری بیٹی میرے پاس آتی ہے، نہ میرا بیٹا میرے پاس آتا ہے، نہ میرے بھائی بہن میرے پاس آتے ہیں، سب دور سے دیکھتے ہیں، اور وہیں سے خیریت پوچھ لیتے ہیں، اور چلے جاتے ہیں، اب میرا کوئی غمگسار نہیں ہے، اب مجھے کوئی تسلی دینے والا بھی نہیں ہے،

خدمت تو کون کرے گا؟ آپ نے دیکھ لیا کہ کیسے اُڑن طشتری کے ذریعے میرا کھانا اور دوا آتی ہے، پھر تھوڑی سی باتیں ہوتی رہیں۔

مجھے کلمہ پڑھوا دیجئے

تھوڑی دیر کے بعد اس بنیے نے کہا کہ مولانا صاحب! مجھے آپ کا مذہب اچھا لگتا ہے، ہمارا مذہب تو جھوٹا ہے، آپ کا مذہب سچا ہے کہ بیمار کی بیمار پُرسی کرنی چاہئے کہ اس کا بڑا ثواب ہے، اور آپ کے مذہب میں چھوت چھات نہیں ہے، ایسا کریں کہ مجھے کلمہ پڑھادیں، اللہ اکبر! تو فوراً انہوں نے اُسے کلمہ پڑھایا، اور وہ مسلمان ہوگیا، اور کُفر سے توبہ کی، تھوڑی دیر میں سانس چلا، اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کی روح پرواز کرگئی، ستّر برس کا کافر ایک منٹ میں کلمہ پڑھ کر دنیا سے چلا گیا، اللہ کا ولی بن کر گیا، کہاں تو وہ اللہ کا دشمن تھا! اور تھوڑی دیر میں حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبتِ بابرکت سے اس کو ایمان نصیب ہوگیا، اُن کے دل میں حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبتِ بابرکت سے اُس کو ایمان نصیب ہوگیا، اُن کے دل میں جو ایمان کا چراغ روشن تھا، وہ روشنی اس کے دل میں بھی منتقل ہوگئی، اور وہ دنیا سے ایمان لے کر گیا، وہ تھا تو کفر کے اندھیرے میں، گیا ایمان کا چراغ لیکر۔

غیر مسلموں کے تہوار میں شرکت کا مسئلہ

جیسے اس طرح نیک صحبت سے انسان کا باطن منوّر ہوجاتا ہے، اسی طرح بعض مرتبہ کافر کی صحبت سے مؤمن کا دل بالکل تاریک ہوجاتا ہے، اور اگر تاریک نہ بھی

ہو، تب بھی کُفر کے خبائث، اُس کی برائیاں، اور اس کے نقصانات پاس بیٹھنے والے پر منتقل ہوتے ہیں، فارسی کا شعر ہے جو مشہور ومعروف ہے۔

صحبتِ صالح تُرا صالح کند
صحبتِ طالح تُرا طالح کند

نیک آدمی کی صحبت تجھ کو نیک بنائے گی، اور برے آدمی کی صحبت تجھ کو بُرا بنائے گی، لہذا کافروں کی صحبت سے بچنا چاہئے، بعض لوگ غیر مسلموں کے مذہبی تہواروں میں شرکت کر لیتے ہیں، جیسے ہولی اور دیوالی ہوتی ہے، اور ان کے دوسرے بھی مذہبی تہوار ہوتے ہیں، ان میں شریک ہو جاتے ہیں، اُس میں شریک ہونا بھی ان کی صحبت میں بیٹھنا ہے، یہ سب زہر ہے، اس لئے آپ کے قرب وجوار کے اندر جتنے بھی کفار ومشرکین ہوں، اُن کے پاس اٹھنے بیٹھنے سے اور اُن کے ساتھ گہرا، محبت والا اور برادرانہ تعلق رکھنے سے بچنا چاہئے۔

غیر مذہب لوگوں کی صحبت کا نقصان

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اس ارشاد میں غیر مسلموں کی صحبت میں بیٹھنے کے تین نقصانات بیان فرمائے ہیں، ایک نقصان تو یہ ہے کہ ان کے پاس بیٹھنے سے، ان کی مجلس اور محفل میں جانے سے دل میں ظلمت پیدا ہوتی ہے۔

اور ان کی صحبت سے دوسرا نقصان یہ ہوتا ہے کہ جب کبھی پاس بیٹھتا ہے، تو کبھی کبھی بحث بھی ہو جاتی ہے، مسلمان اپنے مذہب کو اچھا بتائے گا، کافر اپنے مذہب

کو اچھا بتائے گا، تو مناظرہ اور بحث ومباحثہ ہو جائے گا، بحث ومباحثے سے تین نقصان ہوں گے، کبھی تو یہ نقصان ہوتا ہے کہ مسلمان اس کی بات سے قائل ہو جائے گا، وہ کہے گا کہ تم صحیح کہہ رہے ہو، میں غلط ہوں، چلو بھئی! ایمان ہی گیا، اللہ بچائے! بعض مرتبہ اس طرح بحث مباحثے کے نتیجے میں انسان کے ایمان کا طوطا اُڑ جاتا ہے، اور اگر ایمان نہ گیا، تو اس کی باتوں پر غصہ آئے گا، کیونکہ وہ مسلمانوں کے مذہب کو بُرا کہہ رہا ہے، اپنے مذہب کو اچھا کہہ رہا ہے، اور جب غصہ آئے گا، تو یا تو مسلمان غصہ میں اس کو کھری کھری سنائے گا، جتنا غصہ کرے گا اور جتنی باتیں کرے گا، اس میں گناہ در گناہ ہوتا چلا جائے گا، غصہ کے اندر اُن کو بُرا بھلا کہے گا، لعن طعن اور ملامت کرے گا، اور ہوسکتا ہے کہ ایسی باتیں بھی کہہ دے، جو اس کے اندر نہ ہوں، جھوٹ بول دے گا، یہ سارا اپنا نقصان ہو رہا ہے۔

لڑائی جھگڑے کا خطرہ

اور اس کے نتیجے میں بعض مرتبہ غصے کے اندر لڑائی بھی ہو جاتی ہے، اور پھر مقدمہ بھی ہو جاتا ہے، یہاں تک کہ عدالت کچہری کی نوبت آجاتی ہے، اب یہ سب کیوں ہوا؟ یہ سارا نقصان صحبت کی وجہ سے ہو رہا ہے، نہ اس کے پاس بیٹھتا، نہ غصہ آتا، نہ بحث ہوتی، نہ مناظرہ ہوتا، اور نہ یہ جھگڑا ہوتا، یہ سب نہ ہوتا، تو آدمی سکون سے رہتا، غیر مسلم کے ساتھ بیٹھنے کی وجہ سے یہ سارے نقصانات ہو رہے ہیں، ایک مسلمان کا کافروں کی صحبت میں بیٹھنے سے ایک نقصان یہ ہوتا ہے کہ بعض مرتبہ جانی نقصان بھی

ہو جاتا ہے، اگر قتل وغارت گری اور مار پٹائی کی نوبت آ گئی، اور تھانہ کچہری کے چکر شروع ہو گئے، تو پیسہ برباد، وقت برباد اور ذہن برباد، اس طرح ایک نہیں کئی نقصان ہو گئے۔

دل میں گھٹن کی تکلیف

اور ایک نقصان یہ ہے کہ غیر مسلم کی صحبت کی وجہ سے بعض مرتبہ یہ مسلمان خاموش رہے گا، وہ کافر تو اسلام پر اعتراض کرتا چلا جا رہا ہے، اور مسلمانوں کو ذلیل وخوار کر رہا ہے، اور یہ اس کے آگے بول نہیں سکتا، اس کی کوئی بھی وجہ ہو سکتی ہے، وہ کافر ظاہری اعتبار سے اس مسلمان سے بہت اونچے درجے کا ہے، اور مسلمان اس سے بہت نیچے درجے کا ہے، کافر، افسر ہے اور مسلمان ماتحت ہے، یا غیر مسلم زیادہ پڑھا لکھا ہے، اور مسلمان کم پڑھا لکھا ہے، اس لئے اس کے آگے بول نہیں سکتا، تو اس طرح دل کے اندر گھٹن پیدا ہوگی، طبیعت کے اندر بغض اور حسد پیدا ہوگا، وہ مسلمان اس کی غیبتیں کرے گا، اس کے اوپر الزامات اور تہمتیں لگائے گا، اب یہ بھی تو بہت بڑا نقصان ہو گیا، نہ وہ مسلمان اس کے پاس بیٹھتا، نہ بحث ومباحثہ اور مناظرہ ہوتا، اور نہ طبیعت کے اندر گھٹن پیدا ہوتی، اب یہ گھٹن اندر ہی اندر تکلیف دے رہی ہے، اس تکلیف کے نتیجے میں نہ جانے اس سے کتنے گناہ صادر ہو رہے ہیں، یہ بھی بہت بڑا نقصان ہے۔

گمراہ لوگوں کی صحبت سے بچیں

اسی طرح بعض لوگ کافر تو نہیں ہوتے، لیکن گمراہ ہوتے ہیں، جیسے بدعتی،

ہمارے ملک میں بہت سارے اہلِ بدعت پائے جاتے ہیں، اور ان کے یہاں طرح طرح کی بدعات پائی جاتی ہیں، وہ گمراہ لوگوں کے اندر شامل ہیں، اسی طرح غیر مقلد ہیں، یہ ہمارے یہاں بہت پائے جاتے ہیں، اسی طرح بعض روافض ایسے ہیں، جو مسلمان ہیں، لیکن فاسق و فاجر ہیں، یہ سب گمراہ لوگ کہلاتے ہیں، جیسے کافروں کی صحبت سے بچے، ان کی صحبت سے بھی بچیں، بعض لوگ کافروں کی صحبت سے تو بچتے ہیں، لیکن ان گمراہ لوگوں کی صحبت سے نہیں بچتے۔

بحث ومباحثے کا بُرا انجام

اور یہ لوگ ہمارے ماحول اور معاشر میں ملے جلے رہتے ہیں، بعض لوگ آئے دن ان سے بحث ومباحثہ اور مناظرہ کرتے رہتے ہیں، وہ ہم پر اعتراض کرتے رہتے ہیں، ہمارے آدمی ان پر اعتراض کرتے رہتے ہیں، وہ ہمارے بزرگوں کی کتابوں سے کانٹ چھانٹ کر بطورِ اعتراض کے پیش کرتے رہتے ہیں، تو عام لوگ اس کا جواب دینے کی کوشش کرتے ہیں، اس کے نتیجے میں جھگڑے ہوتے ہیں، لڑائی اور فساد ہوتا ہے، اور اگر فساد نہ بھی ہو، تو آدمی بیٹھے بٹھائے شک وشبہ میں مبتلا ہوجاتا ہے، شک وشبہ نہ بھی ہو، تو طبیعت پریشان ہوجاتی ہے، پھر کسی عالم کو ڈھونڈتے ہیں کہ اپنے مسلک کے کسی عالم اور بزرگ کے پاس جائیں، اور اس سے جا کر اطمینان کریں، تو کبھی کوئی عالم اور بزرگ ملتا ہے، کبھی نہیں ملتا، اور اگر ملتا بھی ہے، تو بعض مرتبہ وہ مطمئن کرتا ہے، بعض مرتبہ مطمئن نہیں کرتا، ہمارے ماحول میں یہ سب

ہوتا رہتا ہے، یہ بھی زہر ہے، اس سے آدمی کی اصلاح وتربیت میں بھی خلل واقع ہوتا ہے، علمِ دین حاصل کرنے کے اندر بھی زبردست خلل واقع ہوتا ہے، اس لئے کافر اور گمراہ لوگوں سے دور رہنا، اور ان کی صحبت سے بچنا بے حد ضروری ہے۔

بے عمل لوگوں سے دور رہیں

اور اسی طرح اس سلسلے کی ایک اور بات یاد آئی کہ آپ جس کی صحبت میں بیٹھتے ہیں، وہ کافر تو نہیں ہے، گمراہ بھی نہیں ہے، لیکن دین سے بالکل آزاد ہے، نہ نماز، نہ روزہ، نہ زکوٰۃ، نہ حج، نہ شریعت کی پاسداری، داڑھی منڈی ہوئی ہے، انگریزی لباس پہنا ہوا ہے، انگریزیت کا غلبہ ہے، دینداری کا نام نہیں ہے، لیکن وہ بڑا شریف اور ظاہراً با اخلاق ہے، بعض لوگ ایسے لوگوں سے دوستی اور میل جول رکھتے ہیں، اور ان کی صحبت میں بھی بیٹھتے ہیں، ایسے لوگ ہر ایک کے خاندان، برادری میں ہوتے ہیں، پڑوسیوں میں بھی ہوتے ہیں، اور محلے میں بھی ہوتے ہیں، وہ ہیں تو مسلمان، لیکن ان کا دین سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا، بلکہ بعض مرتبہ وہ لوگ دین پر اعتراض بھی کرتے رہتے ہیں، اور اہلِ دین علماء، صلحاء اور دینداروں کا مذاق بھی اڑاتے رہتے ہیں، تو ایسے لوگ بھی گمراہ اور بے دین لوگوں کے حکم میں ہیں، ایسے لوگوں سے صرف ایک عام مسلمان کی حد تک تعلق رکھا جاسکتا ہے کہ جب وہ ملیں، تو سلام کرلیں، یا وہ سلام کریں، تو جواب دے دیں، بیمار ہوجائیں، تو بیمار پُرسی کرلیں، لیکن ایسے لوگ بھی دوستی کرنے کے قابل نہیں ہیں، ان کی صحبت میں بیٹھنے سے بھی بچنا چاہئے، ورنہ ان کی صحبت میں بیٹھنے سے بھی وہی نقصان ہوگا، جو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے کافروں اور گمراہ لوگوں کی صحبت کا نقصان

بیان فرمایا ہے، ایک بات تو حضرت نے یہ بیان فرمائی ہے۔

ایمان سے محرومی کا ڈر

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے دوسری بات یہ بیان فرمائی ہے کہ چاہے کوئی کافر ہو، چاہے کوئی فاسق ہو، چاہے کوئی گمراہ ہو، اس سے کسی مسئلہ میں کبھی کوئی بحث نہ کریں، ان سے بحث کرنے سے بالکل پرہیز کریں، کیوں کہ کسی سے خوامخواہ بحث ومباحثہ کرنے سے اکثر اس میں بھی وہی خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں، جن کا ابھی بیان ہوا، اور ایک بڑی خرابی ان دونوں باتوں میں اور ہے، جو سب خرابیوں سے بڑھ کر ہے، وہ یہ کہ ایسے جلسوں میں جانے سے، یا بحث کرنے سے کفر کی اور گمراہی کی ایسی کوئی بات کان میں پڑ جاتی ہے، جس سے خود شبہ پیدا ہو جاتا ہے، اور اپنے پاس اتنا علم نہیں ہے جو اس شبے کو دل سے دور کر سکے، اور بعض دفعہ کسی کے پاس جا کر دریافت کرنے سے بھی وہ شبہ دور نہیں ہوتا، کیونکہ وہ جس عالم کے پاس گیا ہے، وہ علم کے اعتبار سے چھوٹا آدمی ہے، وہ اس کا شبہ دور نہیں کر سکا، جس کی وجہ سے وہ اور پکا ہو جائے گا، تو ایسا کام کیوں کرے کہ جس سے اتنا بڑا نقصان ہونے کا ڈر ہو؟ اس لئے کہ سارے ایمان کا دارومدار تو یقین پر ہے، اس ایمان ویقین میں ذرا سا شبہ ہو گیا، تو ایمان کی خیر نہیں ہے، اللہ بچائے۔

گمراہ لوگوں سے بچنے کا طریقہ

اس کے بعد حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

”اگر کوئی خوامخواہ بحث چھیڑنے لگے، تو سختی سے کہہ دو کہ ہم سے ایسی باتیں مت کرو، اگر تم کو پوچھنا ہی ضروری ہو، تو عالموں کے پاس جاؤ، اگر ان سب باتوں کا خیال رکھو گے، تو دوا اور پرہیز کو جمع کرنے سے انشاء اللہ تعالیٰ ہمیشہ دین کے تندرست رہو گے، کبھی دین کی بیماری نہ ہوگی، اللہ تعالیٰ توفیق دے۔“ (حیات المسلمین ۲۱)

اس طرح بحث ومباحثہ کرنے سے جان چھوٹ جائے گی، ہمارے معاشرے میں یہ مرض بہت زیادہ پایا جاتا ہے، بعض لوگوں کے اندر خاص طور سے بحث کرنے اور جواب دینے کی عادت ہوتی ہے، جو بحث کر رہا ہے، وہ بھی کوئی عالم نہیں ہے، اور جو جواب دے رہا ہے، وہ عام مسلمان ہے، وہ بھی کوئی عالم نہیں ہے، لیکن بحث کرنے کے لئے بیٹھ جائیں گے، کیونکہ فضول وقت ضائع کرنے کی عادت پڑی ہوئی ہے، فضول باتیں کرنے کی عادت پڑی ہوئی ہے، فضول بحثیں کرنے کی عادت پڑی ہوئی ہے۔

کیا ہم حدیث کے مطابق نہیں چلتے؟

کسی غیر مقلد سے جان پہچان ہوگئی، اب وہ غیر مقلد اپنے مذہب کے مطابق اس بات پر قائل کرنے کی کوشش کرے کہ ہم جو کچھ بھی کرتے ہیں، حدیث کے مطابق کرتے ہیں، اور تم حدیث کے خلاف کرتے ہو، یہ بات بالکل غلط ہے، وہ خود پوری طرح حدیث کے مطابق عمل نہیں کرتے، اور جو لوگ صحیح طرح حدیث کے مطابق عمل کرتے ہیں، ان کو بتاتے ہیں کہ تم حدیث کے مطابق نہیں چلتے، ہاں! ٹھیک ہے، وہ

جن حدیثوں پر عمل کرتے ہیں، ان پر وہ عمل کررہے ہیں، مگر ہم دوسری حدیثوں پر عمل کرتے ہیں، لیکن پھر بھی وہ یہ کہتے ہیں، اور لوگوں کو حدیثیں دکھلاتے ہیں، تو اس بحث کے نتیجے میں مقلد سمجھتا ہے کہ واقعی ہم تو حدیث کے خلاف چل رہے ہیں، اور یہ بالکل حدیث کے مطابق چل رہے ہیں، اور پھر وہ بھی غیر مقلد ہو جاتا ہے۔

اور اگر غیر مقلد نہ بھی ہوا، تو اس کے دل میں شبہ پیدا ہو جاتا ہے کہ ہم جو نماز پڑھتے ہیں، وہ سنت کے مطابق ہے یا نہیں؟ اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ غیر مقلد تو بالکل حدیث کے مطابق نماز پڑھتے ہیں، اب اس کو فکر پڑ جاتی ہے کہ ہم جو نماز پڑھ رہے ہیں، یہ حدیث سے ثابت ہونی چاہیے، اب اس کے پاس علم ہے نہیں، اس کو اس بات کی فکر پڑ جاتی ہے کہ میں کسی طرح ثابت کروں! اب وہ عالموں کے پاس جائے گا، کہیں اس کو تسلی ہوگی، کہیں نہیں ہوگی، تو شک وشبہ میں مبتلا ہو گیا، یا پھر غیر مقلد ہی ہو گیا، یہ کیوں ہوا؟ ان سے بحث کرنے اور بات کرنے کی وجہ سے، اور ان کی باتیں سننے اور ان کو جواب دینے کی وجہ سے۔

صاف صاف کہہ دیں

اس لئے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ یہ فرما رہے ہیں کہ گمراہ لوگوں سے بالکل دور رہو، ان سے اس طرح بچنا چاہیے، جیسے شیر کے منہ سے بچتے ہیں، ان سے اس طرح دور رہو، جیسے موت سے بچتے ہیں، اور اپنی جان بچاتے ہیں، ایسے لوگوں سے کوئی تعلق مت رکھو، بس! ایک مسلمان ہونے کی حد تک کبھی سلام دعا ہو، تو ہو، لیکن یہ نہیں

کہ ان سے دوستی کرلو، ان کے پاس بیٹھو، اور ان کی باتیں سننا شروع کردو، اگر کوئی ایسا مل جائے، اور خود ہی چپکنا شروع کردے، بعض ایسے چپکو بھی ہوتے ہیں، کیونکہ ان کا مشن ہی یہ ہے کہ غیر مقلد دوسروں کو غیر مقلد بنائیں، اور بدعتی دوسروں کو بدعتی بنائیں، اس طرح سے ہر گمراہ فرقوں کا یہی حال ہوتا ہے، تو اگر کوئی ایسا مل جائے، اور سمجھو کہ وہ قریب آنا چاہ رہا ہے، تو بس! اِک دم ہوشیار ہو جائے، اور اس سے ملنا جلنا بالکل بند کردو، اور وہ پھر ملے، تو اس سے کہو کہ بھائی! آپ مہربانی کرکے اپنی مسجد میں چلے جاؤ، ہم سے ملنے کی ضرورت نہیں ہے، ایسے لوگوں سے دور رہو، ورنہ اگر ان کے پاس بیٹھو گے، اور اگر ان سے ملو گے، تو اس سے وہی بحث ومباحثہ شروع ہوگا، اور اس سے شبہ پیدا ہوگا، اور شبے کے نتیجے میں بڑا نقصان بھی ہوسکتا ہے۔

علماء سے رابطے کا مشورہ

اور اس سے چھوٹا نقصان تو نقد ہو ہی جاتا ہے، اور کچھ نہیں، تو آپ کا دل تو جل ہی جائے گا، کیونکہ وہ آپ کے بزرگوں کو بُرا بھلا کہے گا، اور آپ لوگوں کو کہے گا کہ تم غلط ہو، اور ہم صحیح ہیں، نتیجہ یہ کہ آپ شبہ میں مبتلا ہو جائیں گے، اور پریشانی کا شکار ہو جائیں گے، بیٹھے بٹھائے اتنا بڑا نقصان مول لینا کوئی سمجھداری کی بات نہیں، اس کا بہترین حل صرف یہ ہے کہ ایسے لوگوں سے بالکل دور رہا جائے، اگر کوئی زبردستی کوئی بات کرنا بھی شروع کرے، اس سے کہو کہ میں عالم نہیں ہوں، میں قرآن وحدیث کو جانتا نہیں ہوں، ہمارے علماء مدرسے میں موجود ہیں، آپ مہربانی کرکے وہاں چلے جائیں، اور

وہاں جا کر اپنا شبہ دور کرلیں، ہمیں سنانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

سُننے سے معذرت

وہ سنانے بھی لگے، تو آپ اُسے چھوڑ کر چلے جائیں، اس کے پاس نہ بیٹھیں، اس سے نہ ملیں، وہ اپنی باتیں سنائیں، تو اس کی باتیں بالکل نہ سنیں، اور وہ کتنا ہی کچھ کہتا رہے، اس کی بات پر یقین نہ کریں، ان کا نظریہ اکثر غلط ہوتا ہے، ان کی باتیں غلط ہوتی ہیں، اس طرح سے جب آپ ان سے پرہیز کریں گے، پھر علم اپنا رنگ لائے گا، اور اس کا اثر شروع ہوگا، اور پھر جب آپ کسی اللہ والے کی صحبت میں جائیں گے، اور ان دو باتوں سے پرہیز کریں گے، تو اس کی صحبت میں بیٹھنے کا اثر دیرپا ہوگا، اور اس سے انشاء اللہ تعالیٰ ظاہر و باطن سنورے گا، اللہ تعالیٰ ان دونوں باتوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیں، آمین۔

وَ آخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

❁❁❁

سلسلہ درسِ حیاتُ المسلمین

قرآن مجید سیکھنا

(۱۲)

شرحِ روحِ سوم

بیان نمبر ...... (۲۹)

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم

مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی

مکتبۃ الاسلام کراچی

موضوع : قرآن مجید سیکھنا

مقام : جامع مسجد دار العلوم کراچی ۱۴

تاریخ : ۱۰ رجب ۱۴۳۱ھ

۲۲ جون ۲۰۱۰ء

دن : منگل

وقت : بعد نمازِ عصر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ نحمدہٗ ونستعینہٗ ونستغفرہٗ ونؤمِنُ بہ ونتوکّل علیہ ونعوذ باللّٰہِ من شرورِ أنفسنا ومن سیئاتِ أعمالنا مَن یّھدِہِ اللّٰہُ فلا مضلَّ لہٗ وَمَن یُضللہٗ فلا ھَادِیَ لَہٗ وأشھد أن لّا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ وحدہٗ لاشریک لہٗ وأشھد أنّ سیّدنا ونَبِیّنَا ومولانَا محمداً عبدہٗ و رسولہٗ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہٖ و أَصحَابِہٖ و بارک وسلَّمَ تسلیمًا کثیرًا کثیرًا.

أمّا بعد!

فأعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرّجیم

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرّحیم

وَھٰذَا کِتٰبٌ أَنزَلْنٰہُ مُبَارَکٌ فَاتَّبِعُوْہُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ O (الانعام: آیت: ۱۵۵)

ترجمہ

اور (اسی طرح) یہ برکت والی کتاب ہے جو ہم نے نازل کی ہے۔ لہٰذا اس کی پیروی کرو، اور تقویٰ اختیار کرو، تاکہ تم پر رحمت ہو۔ (آسان ترجمۂ قرآن)

قرآن کریم سیکھنا اور سکھانا

میرے قابلِ احترام بزرگو!

حکیم الأمت، مجدّد الملت حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''حیات

المسلمین'' کی تیسری روح اور باب کا آج بیان شروع ہو رہا ہے، اس میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے احادیثِ طیبہ کی روشنی میں جو تیسری اہم اور ضروری بات ارشاد فرمائی ہے، وہ قرآن کریم کا سیکھنا، پڑھنا اور پڑھانا ہے، ہر مسلمان مرد وعورت پر اتنا قرآنِ کریم سیکھنا فرض ہے، جس سے وہ اپنی نماز ادا کر سکے، اور اتنا قرآنِ کریم سیکھنا کہ آدمی باآسانی اپنی نماز کے اندر اور نماز کے باہر بھی قرآن کریم پڑھ سکے تو یہ بہتر ہے، اور اس سے بھی بہتر یہ ہے کہ ہر مسلمان مرد وعورت سارا قرآن شریف پڑھنا سیکھے، کیونکہ یہ بڑا مبارک عمل ہے، اور اس کی بڑی فضیلت ہے، اور اس سے بڑھ کر فضیلت والا عمل یہ ہے کہ آدمی قرآنِ کریم کا حافظ بن جائے، اور حافظ ہونے کے ساتھ ساتھ عمل کرنے والا بھی بن جائے تو نورٌ علیٰ نورٍ ہے۔

باعمل کے لئے قرآن کریم کی سفارش

قرآن وحدیث میں قرآنِ کریم پر عمل کرنے والوں کے بڑے فضائل آئے ہیں، کیونکہ قرآنِ کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، اور یہ قیامت کے دن اپنے اوپر عمل کرنے والوں کے حق میں اللہ تعالیٰ سے سفارش اور درخواست کرے گا کہ یا اللہ! یہ میرا پڑھنے والا بہت اچھا تھا، یہ میرے احکام پر عمل کرتا تھا، میرے حرام کو حرام سمجھتا تھا اور اس سے پرہیز کرتا تھا، اور میرے حلال کو حلال سمجھتا تھا اور اس کو اختیار کرتا تھا، یا اللہ! آپ اسے بخش دیجئے، یا اللہ! آپ اس کی مغفرت فرما دیجئے، یا اللہ! آپ اس کو جنت میں داخل فرما دیجئے، آخر کار اللہ تعالیٰ اس کی سفارش قبول فرمالیں گے، اور اس کی سفارش کے

طفیل قرآن شریف پڑھنے اور اس پر عمل کرنے والے کو جنت میں داخل فرمادیں گے، اور خدانخواستہ جو حافظ یا غیر حافظ قرآن شریف پر عمل نہیں کرتا، تو قرآن شریف اس کے خلاف دعویٰ کردے گا اور یہ کہے گا کہ یا اللہ! یہ میرا قرآن شریف پڑھنے والا بہت بُرا آدمی ہے، اس نے میرے حرام کو اختیار کیا، میرے حلال سے اجتناب کیا، اس نے میرے خلاف عمل کیا، یا اللہ! آپ اس کو دوزخ میں ڈالئے، اس طرح اللہ تعالیٰ سے زور دیتا رہے گا، دلائل دیتا رہے گا، آخرکار اللہ تعالیٰ حکم دیں گے کہ اس کو اوندھے منہ دوزخ میں ڈال دو۔

تجوید سے قرآن شریف پڑھنا

علمائے کرام نے فرمایا ہے کہ قرآن شریف کے تین حق ہیں، ہم سب کو وہ تین حق ادا کرنے چاہئیں، نمبر ایک: قرآنِ کریم، چاہے تھوڑا پڑھے یا زیادہ پڑھے، ناظرہ پڑھے یا زبانی پڑھے، زور سے پڑھے یا آہستہ پڑھے، نماز میں پڑھے یا بغیر نماز کے پڑھے، تجوید کے مطابق پڑھے، قرآن شریف کو تجوید کے مطابق پڑھنے کی کوشش کرنا واجب ہے، اور واجب عمل کے اعتبار سے فرض کے برابر ہوتا ہے، اور واجب کو چھوڑنا ایسا ہے، جیسے کسی فرض کو چھوڑنا، مثلاً عشاء کے چار فرض ہیں اور تین وتر واجب ہیں، اور یہ دونوں ضروری ہیں، جیسے عشاء کے فرضوں کو چھوڑنا جائز نہیں ہے، وتروں کو چھوڑنا بھی جائز نہیں ہے، جیسے عشاء کے فرضوں کو پڑھنا ضروری ہے، وتروں کو پڑھنا بھی ضروری ہے، اسی طرح قرآن شریف کو تجوید سے پڑھنا بھی ضروری ہے، یہ قرآن

شریف کا پہلا حق ہے۔

تجوید سے پڑھنا واجب ہے

تجوید سے قرآنِ کریم پڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ قرآن شریف کے اندر جتنے حروف ہیں، ان میں سے ہر حرف کے نکالنے کی جگہ مقرر ہے، یہ حروف منہ سے نکلتے ہیں، سارے حروف کی جگہ اللہ تعالیٰ نے منہ کے اندر مقرر کر رکھی ہے، ''ع'' کہاں سے نکلے گا؟ ''ہ'' کہاں سے نکلے گی؟ ''غ'' کہاں سے نکلے گا؟ ''ب'' کہاں سے ادا ہوگی؟ ''ج'' کہاں سے ادا ہوگا؟ ہر ایک کی جگہ مقرر ہے، ان کو ان کے مخارج سے نکالنا واجب ہے، اسی طرح غنّہ کہاں ہوگا؟ اخفاء کہاں ہوگا؟ اظہار کہاں ہوگا؟ غنّہ کسے کہتے ہیں؟ اخفاء کسے کہتے ہیں؟ اظہار کسے کہتے ہیں؟ نورانی قاعدہ پڑھنے والے کو یہ ساری باتیں بتائی اور سکھائی جاتی ہیں، حروف کو ان کی صفات سے ادا کرنا، یعنی غنّہ، اخفاء اور اظہار کرنا واجب ہے،

لیکن ہمارے ماحول اور معاشرے میں ننانوے فیصد مسلمان مرد و عورت اس واجب سے غافل ہیں، اگر سو آدمیوں کا قرآن شریف سن کر دیکھا جائے گا تو سو کے سو غلط قرآن شریف پڑھنے والے نکلیں گے، الا ماشاء اللہ، اس قدر اس واجب سے غفلت ہے، اس طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے، ورنہ کل آخرت میں ترکِ واجب کی وجہ سے مؤاخذہ ہوگا، جیسے قربانی نہ کرے تو اس پر عذاب ہوگا، فطرہ نہ دے تو اس پر عذاب ہوگا، عیدین کی نماز نہ پڑھے تو اس پر عذاب ہوگا، اسی طرح جو آدمی تجوید سے

قرآن شریف نہ پڑھے تو اس پر بھی عذاب ہوگا، اور یہ قرآنِ کریم کی حق تلفی ہے۔

بچے قرآنِ کریم غلط کیوں پڑھتے ہیں؟

اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے دلوں کے اندر اس حق کی اہمیت نہیں ہے، اور اس کی سب سے بڑی وجہ دین سے ناواقفیت اور جہالت ہے، بس! جوں ہی بچہ بڑا ہوتا ہے، اس کو اسکول میں داخل کر دیا جاتا ہے، اور پھر وہیں سے چند سورتیں لسٹم پسٹم پڑھنا سیکھ لیتا ہے، ان کو تجوید سے قرآن شریف پڑھانے کی پرواہ نہیں کی جاتی، اسی حالت میں وہ بڑا ہو جاتا ہے، یا پھر بچے مسجدوں کے اندر، یا محلوں کے مکتبوں کے اندر قرآن شریف پڑھتے ہیں، تو اکثر وہاں بھی تجوید سے پڑھانے کا انتظام نہیں ہوتا، عورتیں بھی مجہول قرآن شریف پڑھتی ہیں، اور قرآن شریف کو مجہول پڑھنا سیکھتی ہیں، اسی طرح مرد حضرات بھی غلط قرآن شریف پڑھتے ہیں، اور غلط طریقے سے قرآن شریف پڑھنا سیکھتے ہیں۔

اس میں ماں باپ کا قصور ہے کہ وہ اپنی اولاد کی دنیا کی ترقی کے لئے فکر کرتے ہیں کہ ان کے لئے یہ بھی ہو جائے، ان کے لئے وہ بھی ہو جائے، ان کے لیے کماتے ہیں، ان کو کھلاتے پلاتے ہیں، اور ان کے لیے ہر چیز کا خیال رکھتے ہیں، نہیں خیال رکھتے، تو ان کے دین کا خیال نہیں رکھتے، جیسے اکثر مسلمان بچوں کو دین کی ضروری باتوں کا علم نہیں ہے، اور اکثر عام مسلمانوں کو بھی نہیں ہے، اسی طرح اکثر مسلمان مرد و عورتوں کا قرآن شریف تجوید کے مطابق نہیں ہے، ہمارے علاقوں میں تجوید سے

قرآن شریف پڑھنے والے مسلمان مرد وعورت بہت کم ہیں۔

خوبصورت لہجہ میں پڑھنے کا مسئلہ

قرآن شریف کو خوبصورت لہجہ میں پڑھنا واجب نہیں ہے، مستحب ہے، تجوید سے پڑھنے کے ساتھ ساتھ خوب صورت انداز میں قرآن شریف پڑھنا بہتر اور افضل ہے، لہٰذا اگر کسی کی آواز خوبصورت نہ بنے تو کوئی گناہ نہیں ہے، اگر سہولت سے لہجہ اچھا بن جائے تو بہتر ہے، اور عام طور پر جب آدمی تجوید سے قرآن شریف پڑھنا سیکھتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کی آواز میں بھی خوبصورتی پیدا کرہی دیتے ہیں، اور آواز کی خوبصورتی کے لیے کسی بڑے قاری کی نقل اتارنا ضروری نہیں ہے، بلکہ یہ اچھا بھی نہیں ہے، کیونکہ وہ تو نقل ہے، حسنِ صوت یہ ہے کہ آدمی بے تکلفی کے ساتھ قرآنِ کریم تجوید سے پڑھے، اسی سے خود بخود آواز کے اندر وہ خوب صورتی آجائے گی، بس! یہ کافی ہے، یہ قرآن شریف کا پہلا حق ہے۔

قرآنِ کریم درست کرنے کا طریقہ

ہم اور آپ یہاں اپنی اصلاح کے لئے جمع ہوتے ہیں، ہمارا کوئی اور مقصد نہیں ہے، اور اصلاح سے مقصود اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا ہے کہ اللہ پاک ہم سے راضی ہو جائیں، ہماری مغفرت اور بخشش فرمادیں، دنیا وآخرت میں عافیت عطا فرمادیں، یہ مقصد اس وقت حاصل ہوگا، جب ہم ان باتوں کی روشنی میں اپنا جائزہ لیں گے، جو باتیں یہاں بیان کی جاتی ہیں، اگر ہم نے قرآن شریف کا یہ حق ادا نہیں کیا، اور ہم نے قرآن شریف

غلط پڑھا ہوا ہے، تو بلا تاخیر اس کی طرف توجہ دیں۔

اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ ہر ایک آدمی اپنے قُرب وجوار میں کوئی قاری صاحب تلاش کرے، جو تجوید سے قرآن شریف پڑھانا جانتے ہوں، پہلے ان کو اپنا جائزہ دے دیں، اور ان کو قرآن شریف پڑھ کر سنا دیں، وہ سن کر بتا دیں گے کہ یہ تجوید کے مطابق ہے یا نہیں؟ وہ کہہ دیں کہ تمہارا قرآن شریف تجوید کے مطابق ہے تو شکر ادا کرو، اور اگر وہ کہیں کہ درست نہیں ہے، یا تھوڑا بہت غلط ہے، تو نورانی قاعدہ پڑھنے کے لیے تیار ہو جائیں، اور ان قاری صاحب سے ٹائم لیں، اور با قاعدہ ان کو وظیفہ دیں، جب آپ ان کو وظیفہ دیں گے، تو وہ بھی پڑھانے کی پابندی کریں گے، اور آپ بھی پڑھنے کی پابندی کریں گے، آپ کوئی وظیفہ نہیں دیں گے، تو نہ وہ پابندی کریں گے اور نہ آپ پابندی کریں گے، جہاں تھے وہیں کے وہیں لوٹ جائیں گے، اس طرح سے ان سے نورانی قاعدہ پڑھیں، اور تجوید سیکھیں۔

بوڑھا طوطا کیا پڑھے گا؟

اس سلسلے میں کوئی اس بات سے نہ گھبرائے کہ میری عمر بہت ہوگئی ہے، اب میری زبان تو موٹی ہوگئی ہے، بوڑھا طوطا کیا پڑھے گا؟ یہ ہمارا کام نہیں ہے، ہمارا کام اپنی زندگی قرآن شریف میں ختم کرنا ہے، بس! ہمیں تا زندگی قرآن شریف کا ہی حق ادا کرنا ہے، اور یہ حق چونکہ واجب ہے، اس لئے ضروری ہے، اس لئے اس میں جتنا بھی وقت لگ جائے، تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اس میں جتنا بھی وقت لگے گا، وہ سب

عبادت میں لگے گا، دین میں لگے گا، آخرت کی تیاری میں لگے گا، قرآن شریف کا حق ادا کرنے میں لگے گا، جس کا انشاء اللہ تعالیٰ بڑا اجر ملے گا، اور اگر اسی حالت میں انتقال ہوگیا، تو اس کی پکڑ نہیں ہوگی، اس لئے کہ ہم کوشش کررہے ہیں، اور اس بات کی کوشش کرتے کرتے دنیا سے گئے ہیں کہ ہمیں قرآن شریف صحیح پڑھنا آجائے۔

کوئی یہ خیال نہ کرے کہ میں اتنا بوڑھا ہوکر اب نورانی قاعدہ پڑھنے بیٹھوں؟ ارے بھئی! اس میں بڑھاپے کو کیا دیکھنا؟ اس میں بڑے پن کو کیا دیکھنا؟ یہ اپنی کوتاہی کو دور کرنا ہے، اگر کسی نے ساری عمر وتر نہیں پڑھے، تو کیا بڑھاپے میں نہ پڑھے؟ اسے وتر پڑھنا پڑھیں گے، ساری عمر قربانی نہیں کی، اب ہوش آیا ہے، تو کیا اب بھی قربانی نہ کرے؟ قربانی کرنی پڑے گی، اب اگر کوئی یہ کہے کہ میں نے جوانی میں تو قربانی نہیں کی، اب کیا کروں؟ جوانی میں تو وتر نہیں پڑھے، اب کیا پڑھوں؟ یہ بات بالکل غلط ہے۔

جوانی میں جتنے وتر چھوڑے ہیں، وہ پڑھنے پڑیں گے، اور بڑھاپے میں بھی وتر پڑھنے ہوں گے، جتنی قربانی پہلے نہیں کی، وہ بھی کرنی پڑے گی، اور جتنی وقتی قربانی ہے، وہ بھی کرنی پڑے گی، اس لئے قرآن شریف کی پہلے جو حق تلفی ہوچکی ہے، اُس سے توبہ بھی کرنی پڑے گی، اور ساتھ ساتھ اب اس کوتاہی کو دور کرنا بھی ضروری ہے، چاہے عمر کوئی سی بھی ہوجائے، لیکن بس! اس کام کے اندر فکر کے ساتھ، اور اس کو اہم سمجھتے ہوئے، اس میں لگیں، تو پھر اس طرح ہمارا حال درست ہوگا، ہمارے

اندر بہتری آئے گی، ہماری اصلاح ہوگی، اللہ تعالیٰ کا صحیح اور سچا تعلق نصیب ہوگا۔

قرآن شریف کو سمجھنے کا پہلا طریقہ

قرآن شریف کا دوسرا حق یہ ہے کہ قرآن شریف کا ترجمہ اور مطلب سمجھا جائے، کیونکہ قرآن شریف عربی میں ہے، اور ہم عربی دان نہیں ہیں، نہ ہمیں عربی آتی ہے، اور نہ ہم عربی جانتے ہیں، اس لئے ہمیں کچھ پتہ نہیں ہوتا کہ اللہ پاک کلام پاک میں کیا فرمارہے ہیں؟ تو قرآن شریف کا یہ بھی حق ہے کہ اس کو سمجھا جائے۔

قرآنِ کریم کو سمجھنے کے تین طریقے ہیں، ایک طریقہ تو یہ ہے کہ بقدرِ ضرورت عربی سیکھی جائے، اور اس مقصد کے لئے کچھ عربی گرامر سیکھیں، اور کچھ عربی ادب سیکھیں، تو اس سے قرآن شریف کا ترجمہ سمجھنے میں آسانی ہوجائے گی، پہلے تھوڑی سی عربی سیکھیں، اس کے بعد باقاعدہ کسی استاد سے ترجمہ پڑھیں، تو انشاء اللہ تعالیٰ قرآن شریف سمجھ میں آنے لگے گا، اور پھر جب آپ قرآن شریف پڑھیں گے، یا سنیں گے، تو آپ کو عجیب وغریب مزا آئے گا، اللہ تعالیٰ کا کلام سن کر رونگٹے کھڑے ہوں گے، کہ اب اللہ پاک کیا فرمارہے ہیں؟ کس چیز سے منع فرمارہے ہیں؟ اور کس چیز کا حکم دے رہے ہیں؟ اس وقت تو ہماری یہ حالت ہے کہ ہمیں کچھ پتہ ہی نہیں ہے، ہم قرآن شریف پڑھتے رہتے ہیں، لیکن ہمیں معلوم ہی نہیں ہے کہ حق تعالیٰ شانہ کیا فرمارہے ہیں؟ کیا نہیں فرمارہے؟

قرآن شریف کو سمجھنے کا دوسرا طریقہ

قرآن شریف کو سمجھنے کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ کسی استاد سے صرف قرآن شریف کا

ترجمہ سیکھے، پھر اس کے بعد بار بار پڑھنے سے ترجمہ یاد ہو جائے گا، جب یاد ہو جائے گا تو جب کوئی آیت پڑھو گے یا سنو گے، تو استاد سے پڑھا ہوا ترجمہ یاد آئے گا، تو اس طرح قرآن شریف سمجھ میں آنے لگے گا۔

قرآن شریف کو سمجھنے کا تیسرا طریقہ

قرآن شریف کو سمجھنے کا تیسرا طریقہ یہ ہے کہ قرآن شریف کے ترجمے اور تفسیر کا خود ہی مطالعہ کرے، اور اب تو ماشاء اللہ حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم کا ''آسان ترجمۂ قرآن'' آگیا ہے، یہ پچھلے تمام ترجموں کے مقابلے میں بہت ہی آسان اور عام فہم ہے، یہ مختصر اور جامع بھی ہے، اور اس میں ترجمے کے ساتھ ساتھ حاشیے کے اندر ضروری تشریحات بھی ہیں، اس کا مطالعہ کریں، لیکن خود مطالعہ کرنے میں یہ بات ضروری ہے کہ بے شک یہ ترجمہ بہت ہی آسان اور عام فہم ہے، اور اس کا ترجمہ اور تشریح پڑھنے سے آیات کا مفہوم اچھی طرح سمجھ میں آجاتا ہے۔

لیکن ہوسکتا ہے کہ کہیں کوئی بات سمجھ میں نہ آئے، یا سمجھنے میں کسی سے کوئی غلطی ہو جائے، تو جہاں سمجھ میں نہ آئے، یا سمجھنے میں دشواری ہونے لگے، تو ایسی صورت میں وہاں پینسل سے نشان لگالیں، اور اپنی عقل کا گھوڑا نہ دوڑائیں کہ اس آیت کا یہ مطلب ہوگا اُس کا وہ مطلب ہوگا، یا اس کا مطلب یہ نہیں ہوگا، ایسا نہ کرے، بس! وہاں نشان لگا کر رکھ دے، اور پھر کسی معتبر عالم سے مل کر یا اُستاد سے مل کر اس مقام کو سمجھ لے، اس طرح اگر ہم چاہیں تو آسانی سے سیکھ سکتے ہیں، تو قرآن شریف کو سمجھنے

کے یہ تین طریقے ہوگئے۔

حضرت ڈاکٹر شاہ سلیمان رحمۃ اللہ علیہ اور تفہیمِ قرآنِ کریم

ہمارے حضرت کے ایک خلیفہ کا نام حضرت شاہ سلیمان صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھا، وہ یہاں لانڈھی میں رہتے تھے، وہ ہر سال دارالعلوم کی مسجد میں اعتکاف کیا کرتے تھے، اور وہ کوئی عالم، فاضل نہیں تھے، وہ ڈاکٹر تھے، لیکن ان کو ماشاء اللہ قرآنِ کریم سے اتنا شغف تھا، وہ باقاعدہ قرآن شریف کی تلاوت بھی کرتے تھے، اور ترجمہ وتفسیر کے ساتھ قرآن شریف پڑھتے تھے، ترجمہ اور تفسیر کے ساتھ قرآن شریف پڑھتے پڑھتے انہیں بیشتر آیات کا ترجمہ اور مطلب آتا تھا، اور وہ رمضان شریف کے آخری عشروں کی راتوں میں شبینے کے اندر قرآن شریف سنا کرتے تھے، اور وہ اس میں بالکل مست رہتے تھے، اور قرآنِ کریم کے نکات وغیرہ سنایا کرتے تھے، وہ ڈاکٹر تھے، نہ عالم تھے اور نہ فاضل تھے، اور نہ ہی انہوں نے خاص عربی پڑھی ہوئی تھی، لیکن ان کو قرآن شریف سے ایسا تعلق تھا کہ ان کا ترجمہ اور تفسیر پڑھنے کا روزانہ کا معمول تھا، اس طرح پڑھتے پڑھتے، ان کے ذہن میں کلامِ الٰہی کا ترجمہ اور اُس کی تشریح اور تفسیر نقش ہوگئی تھی، ہمیں قرآن شریف کی ترجمہ اور تفسیر آسکتی ہے، لیکن اس مقصد کے لئے کچھ کریں گے، تو ہوگا، ورنہ محض تمنّا اور آرزو سے کچھ نہیں ہوگا، مَنْ جَدَّ وَجَدَ یعنی جو محنت اور کوشش کرے گا، وہ پائے گا، جو محنت اور کوشش نہیں کرے گا، تو صرف آرزؤں سے کچھ نہیں ہوتا۔

تجویداور تفسیر پابندی سے سیکھیں

اسی طرح تجوید سے پڑھنے کی کوشش بھی کرنی چاہئے، اس کے لئے روزانہ وقت نکالنا پڑے گا، اور استاد سے باقاعدہ تجوید سیکھنی پڑے گی، تجوید صرف کتاب پڑھنے سے نہیں آتی، یہ عملی چیز ہے، یہ استاد کے ذریعے ہی آتی ہے، جیسے کوئی کتاب پڑھ کر مٹھائی نہیں بنا سکتا، یہ عملی چیز ہے، استاد کے سامنے بیٹھ کر مٹھائی بنائے گا، تب مٹھائی بنانا آئے گی، ایسے ہی تجوید بھی عملی چیز ہے، یہ صرف کتاب پڑھنے سے کبھی نہیں آتی، جب آپ استاد کے سامنے بیٹھیں گے، اور وہ حروف کو ان کے مخارج سے نکلوائے گا، تب تجوید آئے گی۔

اس کے لیے روزانہ تھوڑا سا وقت نکالنا ضروری ہے، روزانہ نکالو، یا ہفتے میں تین دن نکالو، اپنی سہولت دیکھ کر وقت نکالو، لیکن اس کے لئے باقاعدہ پابندی سے وقت نکالو، اسی طرح قرآن شریف کا ترجمہ پڑھنے کے لئے اور مطالعہ کرنے کے لئے بھی پابندی ضروری ہے، اب آپ نے ہفتہ میں ایک مرتبہ مطالعہ کرلیا، اور ایک ہفتہ چھٹی کرلی، تو اس سے فائدہ نہیں ہوگا، نتیجہ ہمیشہ اصل کے تابع ہوتا ہے، اور پابندی کرنا اصل چیز ہے، پھر یہ نتیجہ نکلے گا کہ نہ تجوید سے قرآن شریف پڑھنا آئے گا، اور نہ قرآن شریف کا ترجمہ اور مطلب سمجھ میں آئے گا۔

قرآنِ کریم پر عمل کرنا

قرآن شریف کا تیسرا حق یہ ہے کہ اس پر عمل کیا جائے، اور اس میں کوئی شبہ نہیں

ہے کہ دنیا میں قرآن شریف اس لئے ہی آیا ہے کہ اس کے اوپر عمل کیا جائے، اس میں اللہ پاک نے جن باتوں کو حلال کیا ہے، انہیں اختیار کیا جائے، جن کاموں کو حرام کیا ہے، ان سے پرہیز کیا جائے، اللہ تعالیٰ نے جن کاموں کو فرض وواجب قرار دیا ہے، ان کو بجالائے، ان کو ادا کیا جائے، اور جن کاموں کو حرام، ناجائز اور گناہ قرار دیا ہے، اس سے اجتناب کرے،

اصل کامیابی اور کامرانی قرآن شریف کے مطابق عمل کرنے میں ہے، اور اس دنیا میں قرآنِ کریم سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں ہے، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا اپنا کلام ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کی ذات سب سے بڑھ کر ہے، اللہ تعالیٰ کا کلام بھی سب سے بڑھ کر ہے، چونکہ یہ اللہ جل شانہ کا کلام ہے، اس لئے اس کا پڑھنا بھی عبادت ہے، اس کا سمجھنا بھی عبادت ہے، اس پر عمل کرنا بھی عبادت ہے، اس میں غور وفکر کرنا بھی عبادت ہے، اور اس کو دیکھنا بھی عبادت ہے، اس کو چومنا بھی عبادت ہے۔

تلاوت کرنے سے کتنی نیکیاں ملیں گی؟

ایک حدیث میں قرآن شریف کی یہ فضیلت آئی ہے کہ اگر کوئی آدمی نماز کے اندر قرآن شریف پڑھے، تو ہر حرف پر سو نیکیاں ملتی ہیں، کوئی الٓمّٓ صرف اتنا سا پڑھے، تو تین سو نیکیاں ہوگئیں، الحمد للہ کہے، تو پانچ سو نیکیاں ہوگئیں، اللہ اکبر کہے، تو پانچ سو نیکیاں ہوگئیں، اور نماز میں بیٹھ کر قرآن شریف پڑھے، جیسے بعض لوگ بیماری کی وجہ سے یا کمزوری کی وجہ سے نفل نماز بیٹھ کر پڑھتے ہیں، یا آدمی

بلا عذر نماز بیٹھ کر پڑھے، تو نفل نماز پڑھ سکتا ہے، تو جو آدمی بیٹھ کر نماز کے اندر قرآن شریف پڑھے، اسے ہر حرف پر پچاس نیکیاں ملتی ہیں، یعنی بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کو کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے کے مقابلے میں آدھا ثواب ملتا ہے، اس لئے بلا عذر نماز بیٹھ کر نہیں پڑھنی چاہئے۔

جو آدمی نماز کے باہر قرآن شریف پڑھے، تو پڑھنے والے کو ہر حرف پر دس نیکیاں ملتی ہیں، ہر حرف کی بات ہو رہی ہے، اور قرآن شریف کے اندر ہزاروں حروف ہیں، اور جو شخص قرآن شریف سنے، اس کو ایک حرف پر ایک نیکی ملتی ہے، اس لئے کہ قرآن شریف سننے میں بھی ثواب ہے، تو اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کے کلام سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں ہے، قرآن شریف پڑھنے سے اللہ تعالیٰ کا جتنا قرب حاصل ہوتا ہے، کسی اور عمل سے حاصل نہیں ہوتا۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

ہمارے حضرت، مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا یہ واقعہ سنایا کرتے تھے کہ حضرت امام حنبل رحمۃ اللہ علیہ چار مشہور اماموں میں سے چوتھے امام ہیں، ان کو خواب میں ننانوے مرتبہ اللہ تعالیٰ کی زیارت ہوئی، جب ننانوے مرتبہ اللہ جل شانہ کی زیارت ہو گئی، تو انہوں نے بیدار ہونے کے بعد اپنے دل میں سوچا کہ اگر اللہ پاک نے فضل فرمایا، اور سوویں مرتبہ بھی مجھے اپنی زیارت سے مالا مال فرمایا، تو میں اللہ تعالیٰ سے ایک سوال کروں گا، ایک بات دریافت کروں گا۔

اللہ تعالیٰ کا فضل ہوگیا اور انہیں سوویں مرتبہ بھی اللہ تعالیٰ کی زیارت نصیب ہوگئی، تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ یا اللہ! میں آپ سے ایک بات دریافت کرنا چاہتا ہوں، اللہ پاک نے فرمایا کہ پوچھئے! تو حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ پروردگار عالم! مجھے یہ بتادیجئے کہ کون سا عمل ایسا ہے، جو سب سے زیادہ بندہ کو آپ سے قریب کرنے والا ہو؟ تاکہ میں اُسے اختیار کرلوں، اللہ پاک نے فرمایا: تلاوۃُ القرآن، قرآنِ کریم کی تلاوت ایک ایسا عمل ہے، جو بندہ کو سب سے زیادہ میرے قریب کردیتا ہے، تو انہوں نے ایک سوال اور کیا کہ بفهم أو بلا فهم؟ یا اللہ! قرآن شریف کو سمجھ کر پڑھنا بندہ کو آپ کے زیادہ قریب کرتا ہے، یا بغیر سمجھے خالی الفاظ پڑھنا بندہ کو آپ کے سب سے زیادہ قریب کرتا ہے، اللہ پاک نے جواب دیا کہ بفهم أو بلا فهم، چاہے کوئی سمجھ کر پڑھے اور چاہے کوئی بغیر سمجھے خالی الفاظ پڑھے، دونوں صورتوں میں قرآن پڑھنا بندہ کو میرے سب سے زیادہ قریب کرنے والا عمل ہے۔

کیا بغیر سمجھے تلاوت کرنا بے کار ہے

اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ جب ہمیں قرآن شریف کے معانی ومطلب نہیں پتا، تو قرآن شریف کو طوطے کی طرح پڑھنے سے کیا فائدہ؟ یہ بات بالکل غلط ہے، اس لئے کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کے کلام کو معاذ اللہ! اپنے کلام جیسا کلام سمجھ لیا، ہمارا تمہارا کلام ایسا ہے کہ سمجھ میں آئے تو مفید ہے، اور سمجھ میں نہ آئے تو بے

کا رہے، یہ تو اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کا نام سمجھ میں آئے نہ آئے، لیکن اللہ تعالیٰ کا نام لینا، اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا باعثِ اجر وثواب ہے، ایسے ہی اللہ تعالیٰ کا کلامِ پاک بغیر سمجھے پڑھنا بھی باعثِ اجر وثواب ہے۔

یہ عمل بندہ کو اس دنیا میں اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ قریب کرنے والا عمل ہے، جب یہ سب سے زیادہ قریب کرنے والا عمل ہے، تو قرآنِ کریم پڑھنے اور پڑھانے والا سب سے افضل ہوا، جیسا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حدیث نقل فرمائی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں بہترین شخص وہ ہے، جو قرآن کریم سیکھے اور سکھائے۔

آیات کس قدر قیمتی ہیں؟

اور ایک حدیث میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی آدمی مسجد میں جا کر کلام اللہ کی دو آیتیں سیکھ لے، تو یہ اس کے حق میں دو اونٹنیوں کے ملنے سے بہتر ہے، اور تین آیتیں پڑھ لے، تو تین اونٹنیوں سے بہتر ہے، اور چار آیتیں پڑھ لے تو چار اونٹنیوں سے بہتر ہے، اور گنتی کے جتنے اونٹ ہوں، تو اتنی آیتیں اس سے بہتر ہیں، یعنی ایک آیت ایک اونٹ سے بہتر ہے، دو آیتیں دو اونٹ سے بہتر ہیں، تین آیتیں تین اونٹ سے بہتر ہیں، تیس آیتیں تیس اونٹوں سے بہتر ہیں۔

سو آیتیں سو اونٹوں سے بہتر ہیں، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آیتوں کے بہتر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اونٹ تو دنیا کی چیز ہے، وہ دنیا میں ختم ہو جائے

گی، اور اللہ تعالیٰ کے کلام کی آیت دنیا اور آخرت دونوں میں نافع اور مفید ہے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ کا اس لئے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے مخاطب عرب کے لوگ تھے، اور وہ لوگ اونٹ کو بڑا قیمتی سرمایہ سمجھتے تھے، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے مطابق فرمایا کہ ایک آیت ایک اونٹ سے بہتر، دس آیتیں دس اونٹوں سے بہتر ہیں، تاکہ معلوم ہو کہ تمہاری دنیا کا جو قیمتی سرمایہ ہے، اس کی ایک آیت کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں ہے، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ساری دنیا اور اس میں جو کچھ روپیہ پیسہ، مال و دولت اور سونا چاندی، الا بلا ہے، ایک آیت اس سے بھی بہتر ہے، ظاہر ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، اس کے مقابلے میں نہ دنیا کچھ ہے، اور نہ آخرت کچھ ہے، ہر آیت دنیا و آخرت سے بہتر ہے، اللہ پاک نے ہمیں اتنی قیمتی اور بہتر چیز عطا فرمائی ہوئی ہے، لیکن ہمارا اس کی طرف دھیان نہیں ہے، ہماری اس کی طرف توجہ نہیں ہے۔

کتنا قرآن کریم سیکھنا چاہئے؟

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سارا قرآن شریف پڑھا ہوا ہونا ضروری نہیں ہے، لہٰذا اگر کوئی پورا قرآن شریف نہ پڑھ سکے، تو جتنا زیادہ سے زیادہ ہو سکے، پڑھ لے، وہی بات ہے کہ بس! آدمی اس کام میں لگ جائے، اور کم از کم دو کام کر لے، ایک کام تو یہ ہے کہ پورا قرآن شریف ناظرہ پڑھ لے، اور دوسرا کام یہ ہے کہ کم از کم ایک پارہ حفظ کر لے، اور قرآن کریم کی جو مشہور مشہور سورتیں ہیں، جن کے بڑے بڑے فضائل ہیں، ان کو زبانی یاد کر لے، جیسے

بہت سارے مسلمانوں کو یٰسین شریف یاد ہوتی ہے، اس کی بڑی فضیلت ہے، اور اس کا بڑا ثواب ہے۔

یہ سورت زبانی یاد ہو جائے، تو بہتر ہے، اور پھر ہو سکے تو اسے صبح وشام پڑھے، تو یہ بہت ہی بہتر ہے، ورنہ کم از کم سویرے ایک مرتبہ پڑھ لیا کرے، سویرے یٰسین شریف پڑھنے سے اللہ تعالیٰ ہمارے اہم اہم کام اپنے ذمے لے لیتے ہیں، اللہ اکبر! یہ دنیا کا فائدہ ہو گیا، اور یٰسین شریف پڑھنے کا اپنا یہ ثواب الگ ہے کہ ہر حرف پر کم از کم دس نیکیاں ملتی ہیں، اور اسی طرح ہر مسلمان مرد وعورت کو سورۂ ملک بھی زبانی یاد ہونی چاہئے، اور اس کا معمول ہونا چاہئے۔

حافظ بننا ضروری نہیں ہے

سورۂ ملک رات کو سونے سے پہلے پڑھی جاتی ہے، اب چاہے عشاء کے بعد پڑھ لے، مسجد میں پڑھ لے یا گھر جا کر پڑھ لے، لیکن پڑھے، اور یہ قبر کے عذاب سے نجات دینے والی ہے، یہ منجیہ ہے، منجیہ نجات دینے والی کو کہتے ہیں، یٰسین شریف اور سورۂ ملک قبر کے عذاب سے بچانے والی ہیں، روزانہ یہ خاص خاص سورتیں اور ایک پارہ پڑھیں، تو انشاء اللہ تعالیٰ بس! اتنا بھی کافی ہے، کیونکہ حافظ بننا کوئی فرض وواجب نہیں ہے، کوئی حافظ بن جائے تو یہ بہت بڑی نعمت ہے، اور بہت بڑی دولت ہے، اور اس کا بڑا اجر وثواب ہے۔

سورۂ یٰسین اور سورۂ ملک نے عذابِ قبر سے بچالیا

مجھے یٰسین شریف اور سورۂ ملک پر ایک حکایت یاد آئی، ایک بزرگ ایک جنازہ کے ساتھ قبرستان گئے، جب دفنا کر فارغ ہوئے، تو ابھی چند قدم ہی چلے تھے کہ قبر میں سے ایک دھماکہ کی آواز آئی، تو جتنے بھی لوگ دفنانے آئے تھے، وہ سارے کے سارے ڈر گئے، اور گھبرا گئے کہ یہ قبر میں سے کیسی آواز آئی؟ ابھی ایک دوسرے کو دیکھ ہی رہے تھے اور خوف سے حال خراب ہورہا تھا کہ یکایک دوسری مرتبہ پہلے سے بھی زور کے دھماکہ کی آواز آئی، تو وہ بزرگ کہتے ہیں کہ قریب تھا کہ ہم لوگ ڈر کے مارے بھاگ جاتے، لیکن ہم نے ہمت کی، اور سوچنے لگے کہ بھئی! کیا ماجرا ہے؟ ابھی تو ہم نے میت کو قبر میں رکھا ہے، اور قبر میں یہ کیسی دھماکے کی آواز آرہی ہے؟ بس! ہم اسی کیفیت میں مبتلا تھے کہ تیسری مرتبہ پھر دھماکے کی آواز آئی اور قبر پھٹ گئی، اور اس کے اندر سے ایک کالا کتا نکل کر بھاگا۔

یہ بزرگ صاحبِ کشف تھے، انہوں نے کتے سے پوچھا کہ تو کون ہے؟ اور قبر میں کہاں سے آیا؟ تو اس نے جواب دیا کہ میں اس کا بدعمل ہوں، یہ دنیا میں جو گناہ کیا کرتا تھا، آج میں نے اس کی یہ شکل اختیار کی ہے، اور میں اس کو قبر میں عذاب دینے کے لئے آیا تھا، لیکن جوں ہی میں عذاب دینے کے لئے آیا، اور اپنی کارروائی شروع کی، اتنے میں قبر کے اندر سورۂ یٰسین اور سورۂ ملک آگئیں، اور انہوں نے کہا کہ خبردار! جو تو نے اس کو ہاتھ لگایا، یہ بندہ ہمیں پابندی سے پڑھا کرتا تھا، ہم تو تجھ کو اس کے قریب نہیں آنے دیں گے، لہٰذا یہاں سے دفع ہوجاؤ۔

میں نے اُن کی سُنی اَن سُنی کردی، اور میں میت کو عذاب دینے کی طرف متوجہ ہوا، تو انہوں نے میرے ایک گُرز مارا، گرز لوہے کا ایک آلہ ہوتا ہے، وہ ایسی زور سے میرے لگا کہ میں دور جاپڑا، اور جو تم نے پہلے دھماکے کی آواز سنی تھی، وہ ان کے گرز مارنے کی آواز تھی، گُرز لگنے کے بعد میں میت کے قریب آیا، اور میں نے چاہا کہ اس کو عذاب دوں، تو انہوں نے دوبارہ گُرز مارا، تو وہ دوسرے دھماکے کی آواز تھی، پھر تیسری دفعہ گرز مارا، تو وہ تیسرے دھماکے کی آواز تھی، اور آخر میں قبر سے نکلنے پر مجبور ہوگیا، اب میں بھاگ کر جارہا ہوں، تو اس کا برا عمل اس کو عذاب دینے کے لئے آیا تھا، لیکن یٰسین شریف اور سورۂ ملک نے اسے قبر کے عذاب سے بچالیا، ان بزرگ نے جا کر ایک بزرگ کو یہ واقعہ سنایا، تو انہوں نے بتایا کہ یٰسین شریف اور سورۂ ملک اس کے لئے اس لئے نجات کا سبب بن گئیں کہ وہ اس کے ساتھ کچھ نیک کام بھی کیا کرتا ہوگا، ایسا نہیں ہوسکتا کہ آدمی ساری عمر رات دن گناہ کرے، اور روزانہ یٰسین شریف اور سورۂ ملک پڑھ لیا کرے، اس طرح تو بہت آسان نسخہ ہوگیا، اس کا کوئی اور عمل بھی اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول تھا کہ اس کے ساتھ یٰسین شریف اور سورۂ ملک نے اس کو قبر کے عذاب سے نجات دے دی، تو دیکھو! یہی سورتیں یاد ہوں گی، تو پڑھنے میں بہت آسانی ہوگی۔

سورۂ واقعہ کی فضیلت

حدیث میں آتا ہے کہ جو آدمی مغرب کے بعد سورہ واقعہ پڑھے، اس کے گھر میں کبھی فاقہ نہیں آئے گا، اب معاشی تنگی کا دور دورہ ہے، مہنگائی روز بروز بڑھتی جارہی ہے، کھانے پینے کے لالے پڑ رہے ہیں، تو یہ جو کچھ ہو رہا ہے، تو ہم اس کا توڑ کیوں نہیں

کر لیتے؟ یہ عمل ہمارے ہاتھ میں ہے، اور اس کے ساتھ گناہوں سے بھی بچیں، تو جب روزانہ پابندی کے ساتھ سورۂ واقعہ پڑھیں گے، تو اس کی برکتیں ظاہر ہونی شروع ہو جائیں گی، مہنگائی بے شک آسمان سے باتیں کرے، لیکن اللہ تعالیٰ روزی کا دروازہ کھول دیں گے، تو یہ مشہور سورتیں اور عمہ پارہ زبانی یاد ہو جانا چاہئے، تا کہ ہمیں نمازوں میں، نوافل میں، تلاوت میں، تراویح میں پڑھنے میں آسانی ہو۔

قرآن شریف کی تلاوت کا معمول

ہمارے معمول میں روزانہ ناظرہ قرآن شریف بھی ہونا چاہئے، حافظوں کو تو کہنے کی ضرورت ہی نہیں ہے، ان کو اللہ پاک نے بہت بڑی دولت دے رکھی ہے کہ وہ تو زبانی بھی پڑھ سکتے ہیں، دیکھ کر بھی پڑھ سکتے ہیں، ان کو تو روزانہ قرآن شریف پڑھنا ہی چاہئے، لیکن جو ناظرہ خواں ہیں، ان کو بھی ناظرہ قرآن شریف پڑھنے کا معمول بنانا چاہئے، آج ہمارے گھروں سے قرآن شریف نکل گیا ہے، گھر کے گھر قرآن شریف پڑھنے والوں سے خالی ہو گئے ہیں، الا ماشاء اللہ، بہت کم ایسے گھر ہیں، جہاں روزانہ سویرے سب لوگ اٹھتے ہوں، اور فجر کی نماز پڑھتے ہوں، اور سب سے پہلے قرآن شریف پڑھتے ہوں، یہ پہلے تو بہت عام بات تھی، اب خال خال کہیں رہ گئی ہے۔

رات کو دیر سے سونا

اب ہمارے یہاں رات کو دیر سے سونے کا اور صبح دیر سے اٹھنے کا رواج ہو گیا ہے، اور دیر سے اٹھیں گے، تو جلدی جلدی تیاری کر کے کسی کو آفس جانا ہے، کسی کو نوکری پر جانا ہے، کسی کو دوکان پر جانا ہے، قرآن شریف پڑھنے کا موقع ہی نہیں

ہے، چلو! اگر سویرے موقع نہیں ملا، تو شام کو وقت نکال لو، سب سے بہتر تو یہ ہے کہ صبح شام قرآن شریف پڑھیں، لیکن اگر کوئی سویرے نہ پڑھ سکے، تو عصر کے بعد پڑھ لے، مغرب کے بعد پڑھ لے، عشاء کے بعد پڑھ لے، لیکن بہر حال! قرآن شریف سے اپنا تعلق جوڑیں، قرآن شریف سے ہمارا تعلق ٹوٹا ہوا ہے، یہ چیز ختم ہونی چاہئے۔

کوشش نہ چھوڑیں

آخرت میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

''لیکن یہ جو میں کہہ رہا ہوں کہ چند سورتیں، چند آیتیں ہی سیکھ لے، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ قرآن شریف پورا کرنے کی کوشش نہ کرے، بلکہ پورا قرآن شریف پڑھنے اور سیکھنے کی بھی کوشش کرتا رہے، یہاں تک کہ کم از کم سارا قرآن شریف ناظرہ اس کا مکمل ہو جائے، اس طرح سے جب ناظرہ قرآن شریف مکمل ہو جائے گا، تو پھر اس کو قرآن شریف کی بڑی دولت حاصل ہو جائے گی۔

اس لئے ہم سب کو چاہئے کہ قرآن شریف کی با تجوید تلاوت کا اہتمام کریں، اس کا ترجمہ اور تفسیر سیکھنے کا اہتمام کریں، اور اس پر عمل کرنے کی طرف توجہ دیں، اللہ تعالیٰ توفیقِ عمل عطا فرمائیں، آمین۔

وَ آخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سِلسلۂ درسِ حیات المسلمین

قرآن مجید کی تلاوت کا اہتمام

(۱۳)

شرحِ روحِ سوم

بیان نمبر ..... (۳۰)

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم
مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی

مکتبۃ الاسلام کراچی

موضوع:	قرآن مجید کی تلاوت کا اہتمام
مقام :	جامع مسجد دارالعلوم کراچی ۱۴
تاریخ :	۱۷ رجب ۱۴۳۱ھ
	۲۹ جون ۲۰۱۰ء
دن:	منگل
وقت:	بعد نمازِ عصر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ نحمدہٗ ونستعینہٗ ونستغفرہٗ ونؤمِنُ به ونتوکّل علیه ونعوذ باللّٰهِ من شرورِ أنفسنا ومن سیئاتِ أعمالنا مَن یّهدِهِ اللّٰهُ فلا مضلَّ لهٗ وَمَن یُضللهُ فلا هَادِیَ لَهٗ وأشهد أن لّآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ وحدهٗ لاشریک لهٗ وأشهد أنّ سیّدنا ونَبِیّنا ومولانَا محمداً عبدهٗ و رسولهٗ صلی اللّٰه تعالٰی علیه وعلٰی آلهٖ و أَصحَابِهٖ و بارکَ وسلَّمَ تسلیمًا کثیرًا کثیرًا.

امّابعد!

فأعوذ باللّٰه من الشیطٰن الرّجیم

بسم اللّٰه الرحمٰن الرّحیم

وَهٰذَا كِتٰبٌ أَنزَلْنٰهُ مُبَارَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ O (الانعام: آیت: ۱۵۵)

ترجمہ

اور (اسی طرح) یہ برکت والی کتاب ہے جو ہم نے نازل کی ہے۔ لہٰذا اس کی پیروی کرو، اور تقویٰ اختیار کرو، تاکہ تم پر رحمت ہو۔ (آسان ترجمۂ قرآن)

روزانہ تلاوت کی مقدار

حکیم الأمت، مجدد الملت حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ”حیات

المسلمین'' کی تیسری روح میں قرآن شریف کے فضائل بیان فرمائے ہیں، لہٰذا ہمیں چاہئے کہ آج ہی سے زیادہ سے زیادہ قرآن شریف کی تلاوت کو اپنا معمول بنالیں، اور روزانہ کم سے کم ایک پارہ پڑھنے کا معمول تو ہونا ہی چاہئے، اس سے زیادہ ہو، تو بہتر ہے، اور صبح وشام کی جو خاص خاص سورتیں ہیں، وہ بھی معمول میں ہونی چاہئیں، جیسے روزانہ یٰسین شریف پڑھنا، سورۂ ملک پڑھنا، سورۂ واقعہ پڑھنا، ہر نماز کے بعد آیۃ الکرسی اور چاروں قل پڑھ کر دم کرنا، رات کو سوتے وقت الم سے مفلحون تک اور امن الرسول سے ختم سورہ تک پڑھنا، سورۂ کہف کی آخری آیتیں پڑھنا وغیرہ، تاکہ ہمارا کوئی دن قرآن شریف کی تلاوت سے خالی نہ جائے۔

قرآن شریف کے حقوق کی ادائیگی

جو لوگ قرآن شریف پڑھے ہوئے نہیں ہیں، وہ قرآن شریف سیکھنا شروع کردیں، جنہوں نے قرآن شریف صحیح نہیں پڑھا ہے، وہ صحیح پڑھنا سیکھیں، اور ہر مسلمان، مرد وعورت کو ناظرہ قرآن شریف تجوید کے مطابق آنا چاہئے، اور اگر کوئی حافظ ہوجائے، تو سونے پر سہاگہ، اور نورٌ علی نور ہے، اس کا تو بڑا ہی ثواب اور اجر ہے، لیکن صرف حافظ نہ ہو، حافظ ہونے کے ساتھ ساتھ اس کو سمجھنے کی بھی کوشش کرے، اور باعمل بننے کا بھی اہتمام کرے، حافظ باعمل کا بڑا اجر ہے، اس کا بڑا درجہ ہے، ہر مسلمان کا قرآن شریف سے گہرا تعلق ہونا چاہئے، کوئی دن کوئی رات، قرآن شریف کی تلاوت سے خالی نہ جانی چاہئے، آج ہم لوگ قرآن شریف سے تعلق توڑنے کی وجہ

سے تباہ و برباد اور ذلیل وخوار ہیں، اس دنیا کے اندر ہماری کامیابی وکامرانی، صلاح وفلاح اور عافیت وسلامتی قرآن شریف کے پڑھنے، پڑھانے، اس کی تلاوت کرنے، اس کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے پر موقوف ہے۔

روانی کے ساتھ اور اَٹک کر پڑھنے کی فضیلت

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن شریف کے فضائل بیان فرمائے ہیں کہ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص قرآنِ کریم کو صحیح تلفظ اور روانی کے ساتھ پڑھتا ہو، اس کا درجہ اور مرتبہ اعمال نامہ لکھنے والے مکرّم فرشتوں کے برابر ہوگا، جو محترم فرشتے بندہ کا اعمال نامہ لکھنے پر مقرر ہیں، ان کا اللہ تعالیٰ کے یہاں بہت اونچا مرتبہ اور بلند درجہ ہے، روانی کے ساتھ صحیح صحیح قرآن شریف پڑھنے والے کا بھی وہی درجہ ہوگا، اور جو شخص روانی کے ساتھ قرآن شریف نہیں پڑھ سکتا، قرآن شریف میں اٹکتا ہے، اور اس کو قرآن شریف پڑھنا مشکل لگتا ہو، تو اس کو دو ثواب ملیں گے: ایک قرآن شریف پڑھنے کا، دوسرے اَٹک اَٹک کر پڑھنے میں مشقت ہونے کا۔

اَٹک اَٹک کر پڑھنے کی وجہ

قرآن شریف اَٹک اَٹک کر پڑھنے کی کئی وجہ ہوتی ہیں، ایک وجہ تو یہ ہوتی ہے کہ اس کو قرآن شریف آتا نہیں ہے، اس نے پڑھا ہوا نہیں ہے، اس لئے ایک ایک لفظ پر اٹکتا ہے، صحیح نکالنے کی کوشش کرتا ہے، لیکن نہیں نکلتا ہے، پھر نکالتا ہے، پھر تھوڑا چلتا

ہے، پھر اٹکتا ہے، پھر نکالتا ہے، پھر اٹکتا ہے، صحیح پڑھنا نہیں آتا، اس لئے اٹک اٹک کر پڑھتا ہے، بعض مرتبہ زبانی یاد ہوتا ہے، لیکن کچا ہوتا ہے، اب جب وہ زبانی پڑھتا ہے، تو بار بار اٹکتا ہے، متشابہ لگتا ہے، کبھی کہیں اٹکتا ہے، کبھی کہیں اٹکتا ہے، کہیں بار بار پیچھے سے دُہرانا پڑتا ہے، پھر تھوڑا سا پڑھتا ہے، تو پھر کہیں نہ کہیں غلطی نکل جاتی ہے، اس طرح اٹکتا رہتا ہے، لیکن پڑھتا ہے، چھوڑتا نہیں، یا اُس نے تجوید سے نہیں پڑھا، تو اس کو تجوید سے پڑھنے میں بار بار دُہرانا پڑتا ہے، کیونکہ تجوید سے پڑھنے میں تو مشق ہی مشق کرنی پڑتی ہے، اور مشق کرنے میں ایک لفظ کو بار بار کہنا پڑتا ہے، ایک لفظ کو بار بار دُہرانا پڑتا ہے، بار بار صحیح مخرج سے نکالنا پڑتا ہے۔

قرآنِ کریم میں عمر ختم کرنی ہے

بعض مرتبہ آدمی بڑھاپے کی وجہ سے، یا مرض کی وجہ سے اٹک اٹک کر پڑھتا ہے، کیونکہ بڑھاپے میں، یا مرض کی وجہ سے زبان میں یہ خرابی ہو جاتی ہے کہ وہ روانی سے نہیں پڑھ نہیں سکتی، ناظرہ پڑھتا ہے، تو زبان اٹک جاتی ہے، پھر پڑھتا ہے، پھر اٹک جاتا ہے، پھر پڑھتا ہے، پھر اٹک جاتا ہے، لیکن وہ ہمت نہیں ہارتا، قرآن شریف میں برابر لگا رہتا ہے، حوصلہ نہیں ہارتا، ہمت کرتا رہتا ہے چاہے کچھ بھی ہو، مجھے تو پڑھنا ہے، چاہے مجھ کو ایک لفظ کو پڑھنے کے لئے سو مرتبہ پڑھنا پڑھے، یا سو دن تک پڑھنا پڑھے، مجھے چھوڑنا نہیں ہے، مجھے تو پڑھنا ہی پڑھنا ہے، قرآن شریف ختم ہو، یا نہ ہو، اس میں میری زندگی ختم ہو جائے اور میرا قرآنِ کریم ختم ہو، نہ ہو، مجھے تو اس کی

پروانہیں ہے، مجھے تو پڑھنا ہے، تو جس آدمی کو قرآن شریف پڑھنے میں مشقت اور دشواری ہوتی ہے، اس کو قرآن شریف پڑھنے میں دوگنا ثوب ملتا ہے، سبحان اللہ، ایک قرآن شریف پڑھنے کا ثواب ملتا ہے، دوسرے اس میں محنت اور مشقت اٹھانے کی وجہ سے ثواب ملتا ہے، لہذا جن لوگوں کی قرآن شریف پڑھنے میں زبان رواں نہیں ہے، وہ فکر نہ کریں، برابر قرآن پڑھنے میں لگے رہیں، لگے رہیں، چاہے اسی میں زندگی پوری ہو جائے۔

مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کی اہم بات

ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ قرآن شریف ختم کرنے کی چیز نہیں ہے، عمر کو قرآن شریف میں ختم کر دینا ہے، آپ ہر سال رمضان شریف میں دیکھتے ہیں کہ قرآن شریف ختم ہوتا ہے، تو ایک رکعت میں ختم ہوتا ہے، اور دوسری رکعت میں شروع ہو جاتا ہے، اس لئے جس کا قرآن شریف کچا ہے، وہ نہ گھبرائے، برابر پڑھتا رہے، یہاں تک کہ اس کا انتقال ہو جائے، لیکن برابر پڑھتا رہے۔

حفظ کرنے کا آسان طریقہ

حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ اکثر اپنے بیان میں یہ حدیث سنایا کرتے تھے، اور اس کا عنوان ہے: ''قرآن شریف حفظ کرنے کا آسان طریقہ'' اور وہ فرماتے تھے کہ دیکھو! تم قرآن شریف حفظ کرنا شروع کر دو، چاہے ایک لفظ ہی یاد کرو، چاہے دو دو لفظ یاد کرو، چاہے آدھی آدھی آیت یاد کرو اور چاہے ایک ایک آیت

یاد کرو، بس میں کہتا ہوں کہ روزانہ ایک آیت یاد کیا کرو۔

ظاہر ہے کہ ایک آیت یاد کرنا کس کے لئے مشکل ہے؟ بچے کے لئے بھی آسان ہے، جوان کے لئے بھی آسان ہے، ادھیڑ عمر کے لئے بھی آسان ہے، بوڑھے آدمی کے لئے بھی آسان ہے، عورت کے لئے بھی آسان ہے، اور اگر کسی کو ایک آیت یاد کرنا مشکل ہے، تو آدھی آیت یاد کرلے، کسی کو آدھی آیت یاد کرنا مشکل معلوم ہو رہی ہے، تو آدھی سے بھی کم یاد کرے، ایک ایک کلمہ یاد کرلے، بس الحمد، الحمد کہتا رہے، جب الحمد یاد ہو جائے گا، تو لِلّٰہ لِلّٰہ یاد کرتا رہے، پھر رب العلمین، رب العلمین یاد کرتا رہے، الحمد للہ رب العلمین یاد ہو گیا، حضرت فرماتے ہیں کہ بس اسی طرح تھوڑا تھوڑا یاد کرتے رہو، چاہے روزانہ ایک آیت بھی یاد نہ ہو، تو تم غم نہ کرو، اگر تین دن میں یاد ہو، تو تین دن میں یاد کرو، ایک ہفتہ میں یاد ہو، تو ایک ہفتہ میں کرو، مہینہ میں یاد ہو، تو مہینہ میں یاد کرو، اس سے زیادہ آسان کونسا طریقہ ہوگا؟

بس اس طرح یاد کرنا شروع کرو، تم بہت سے بہت یوں کہو گے کہ اس طرح تو زندگی ختم ہو جائے گی، قرآن شریف کہاں حفظ ہوگا؟ حضرت فرماتے ہیں کہ تم اس کا بھی کوئی غم نہ کرو، کہ یہ میری زندگی میں پورا نہیں ہوا، چاہے زندگی میں ایک پارہ بھی حفظ نہ ہو، آدھا پارہ بھی حفظ نہ ہو، مگر حفظ کرتے کرتے جاؤ۔

قبر میں حفظ کی تکمیل

پھر وہ یہ حدیث سناتے تھے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو آدمی

قرآن شریف حفظ کرتا ہوا قبر میں آئے گا، یعنی حفظ کرتے کرتے اس کا انتقال ہو گیا اور دنیا میں اس کا حفظِ قرآن شریف مکمل نہ ہوا، تو اللہ تعالیٰ اس کی قبر کے اندر ایک فرشتہ مقرر کر دیں گے، جو اس کو قرآن شریف حفظ کروائے گا، اور جب وہ قیامت میں اپنی قبر سے اٹھے گا، تو پورا حافظ ہو کر اٹھے گا، اب ہمارے پاس کیا بہانہ ہے؟ ہمارے اوپر پورا قرآن شریف حفظ کرنے کی ذمے داری نہیں ہے، بس! قرآن شریف حفظ کرنے میں لگ جائیں، دنیا میں پورا ہو گیا فبہا، نہیں تو قبر میں پورا ہو جائے گا، انشاء اللہ تعالیٰ، اور آخرت میں حافظوں کی لائن میں اٹھے گا۔

حافظ کے لئے کے لئے دو خصوصی انعام

اور حافظ کی فضیلت سنو، حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا:
جو شخص قرآن شریف پڑھے اور زبانی یاد کرے، پھر قرآن شریف نے جن چیزوں کو حلال قرار دیا ہے، ان کے حلال ہونے کا، اور جن کو حرام قرار دیا ہے، ان کے حرام ہونے کا عقیدہ رکھے، اور ان کے مطابق عمل کرے، یعنی جو آدمی قرآن شریف حفظ اور اس کے مطابق عمل بھی کرے، تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل فرما دیں گے، ایک فضیلت یہ ہے، اور دوسری فضیلت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے خاندان کے ایسے دس افراد کے حق میں اس کی سفارش قبول فرمائے گا، جن پر جہنّم واجب ہو چکی تھی۔

یعنی قرآن شریف کے حفظ کرنے والے کو جنّت میں بھی داخل کریں گے، اور جنت میں داخل کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے خاندان کے ایسے دس افراد کی اس کی

سفارش کی وجہ سے مغفرت فرمادیں گے، جن پر جہنم واجب ہوگئی تھی، یعنی اس کی سفارش سے خاندان کے دس آدمی بخشے جائیں گے۔

گھر والوں کی بخشش کا سبب

اس حدیث سے حافظِ قرآن کی دو فضیلتیں معلوم ہوئیں، ایک تو یہ کہ وہ جنت میں جائے گا، اس سے بڑی فضیلت کیا ہوگی؟، دوسری فضیلت یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کے خاندان کے دس افراد کو اس کی سفارش سے دوزخ سے بری فرمادیں گے، اور اس کے خاندان میں قریب کے لوگ تو اس کے ماں باپ، اس کے بیوی اور بچے، اور اس کے بہن بھائی ہیں، تو اگر کسی خاندان میں ایک آدمی حافظ ہوجائے گا، یا ایک عورت حافظ ہوجائے گی، تو اس کے گھر والوں کا کام بن جائے گا، انشاء اللہ، وہ خود بھی جنت میں جائے گا، اور اپنے گھر والوں کو بھی دوزخ سے بری کراکر جنت میں لے جائے گا، تو ہمیں قرآن شریف حفظ کرنے کا آسان نسخہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے معلوم ہوگیا، اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی اس کتاب سے حفظ کرنے کی فضیلت معلوم ہوگئی، بس! اب عمل کرنا باقی ہے، اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے، آمین۔

کہیں ہمارا دل اُجڑا ہوا گھر تو نہیں؟

ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے سینے میں قرآنِ کریم کا کوئی حصہ محفوظ نہ ہو، وہ ایسا ہے جیسے اُجڑا ہوا گھر، اب وہ مسلمان کان

کھولیں، جو قرآن شریف نہیں پڑھے ہوئے، کتنے ہی مسلمان مرد اور کتنی ہی مسلمان عورتیں ایسی ہیں کہ جو بیچاری بالکل بھی قرآن شریف پڑھی ہوئی نہیں ہیں؟ یہاں تک کہ ان کو مشہور و معروف سورتوں کا بھی پتہ نہیں ہے، انہوں نے قرآن شریف پڑھا ہی نہیں، ان کو اس وعید سے ڈرنا چاہئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ جس کے دل میں قرآن شریف نہ ہو، اس کا دل اُجڑے ہوئے گھر کی طرح ہے، جیسے ویران گھر ہوتا ہے، جس میں کوئی سکون نہیں ہوتا، جس میں کوئی آرام نہیں ملتا، جس میں کوئی راحت نہیں ہوتی، ڈر ہی ڈر لگتا ہے، کوئی وہاں پر آسانی سے نہیں رہ سکتا، بس! ایسے ہی سمجھو کہ جس کے دل میں قرآن شریف نہیں ہے، وہ بس! اُجڑا ہوا گھر ہے، اس کے دل میں وحشت رہے گی، سکون نہیں ہوگا، راحت اور آرام نہیں ملے گا، جہاں بے چینی اور کرب کے بہت سے اسباب ہیں، وہاں ایک سبب قرآن کا نہ پڑھنا بھی ہے، اس لئے ہم کو چاہئے کہ قرآن شریف درست پڑھنے کے لئے روزانہ با قاعدہ وقت نکالیں، اور نورانی قاعدہ پڑھیں، اور نورانی قاعدہ پڑھنے کے بعد تجوید سے قرآن شریف پڑھیں، اور قرآن شریف کے فضائل اور اس کے انوار و برکات سے سینہ معمور کریں۔

ہر حرف پر دس نیکیاں

آگے حدیث ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس نے قرآن شریف کا ایک حرف پڑھا، اس کو ایک نیکی ملتی ہے، اور ہر نیکی دس نیکی کے برابر ہوتی ہے، تو اس حساب سے ایک ایک حرف پر دس دس نیکیاں ملتی ہیں، اور میں یوں نہیں

کہتا کہ ''الٓـــم'' ایک حرف ہے، بلکہ اس میں ''ا'' ایک حرف ہے، ''ل'' ایک حرف ہے، ''م'' ایک حرف ہے، اس لحاظ سے ''الٓم'' پڑھنے پر تیس نیکیاں ہوگئیں۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ یہ ایک مثال ہے، جو حدیث شریف میں بیان کی گئی ہے، اسی طرح پڑھنے والا الحمد کہے، تو اس میں پانچ حرف ہیں، اور **الحمد** پڑھنے سے پچاس نیکیاں ملیں گی، **اللّٰــہ اکبر**! یہ قرآنِ کریم کی تلاوت کی کتنی بڑی فضیلت ہے! کتنا افسوس ہے ایسے آدمی پر کہ جو سُستی اور غفلت کی وجہ سے اتنی بڑی فضیلت سے محروم رہے، قرآن شریف پڑھنے پر یہ کتنا بڑا ثواب ہے کہ ہر ہر حرف پر دس دس نیکیاں ملتی ہیں، قرآن شریف میں لاکھوں حروف ہیں، اور ہر حرف کے بدلے دس دس نیکیوں کے حساب سے کروڑوں، اربوں نیکیاں ملیں گی۔

روحانی ناشتہ کرنا نہ بھولیں

یہ اللہ جل شانہ کا کلام ہے، اور اس کو پڑھنے سے بندہ اللہ تعالیٰ کے قریب ہوتا ہے، اس کے ساتھ آدمی کو بے شمار نیکیاں بھی ملتی ہیں، اس لئے ہمارے معمول میں روزانہ تلاوت ہونی چاہئے، ہر مسلمان مرد وعورت کو چاہئے کہ جب تک وہ قرآن شریف کی تلاوت نہ کرے، کسی اور کام میں نہ لگے، حضرت عارفی رحمۃ اللہ علیہ اکثر یہ بات فرمایا کرتے تھے کہ جب تک سویرے روحانی ناشتہ نہ کرلو، تمہیں جسمانی ناشتہ کرنے کا حق نہیں ہے، اور روحانی ناشتے کا مطلب یہ ہے کہ فجر کی نماز جماعت سے پڑھو، صبح کی تسبیحات پڑھو، قرآن شریف کی تلاوت کرو، مناجاتِ مقبول کی ایک منزل

پڑھو، اشراق، چاشت پڑھو، ہو گیا روحانی ناشتہ، اس کے بعد بے شک! حلوہ کھالو، اپنی پسند کا ناشتہ کرلو۔

اسلاف میں تلاوت کا شوق

پہلے زمانے میں ہمارے اسلاف کے اندر قرآن شریف کی تلاوت کا اتنا شغف تھا کہ ان کے حالات پڑھ کر عقل حیران رہ جاتی ہے کہ وہ کس طرح اتنی تلاوت کرلیا کرتے تھے، حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ رمضان شریف میں ۶۱ قرآن شریف ختم کرتے تھے، ایک رمضان کی ہر رات میں، ایک ہر دن میں، اور ایک تراویح میں ختم کیا کرتے تھے، اس طرح ان کے ۶۱ قرآنِ کریم ختم ہو جاتے تھے، حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں لکھا ہے کہ انہوں نے سات سال کی عمر میں قرآن شریف حفظ کرلیا تھا، اور دس سال کی عمر میں مؤطا امام مالک زبانی یاد کرلی تھی، اور حضرت کا ہر مہینے میں قرآن شریف ختم کرنے کا معمول تھا، تین نہیں تیس، اللہ اکبر! کیا شان تھی حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی! سینکڑوں مسائل کا بھی استنباط فرما رہے ہیں، اُدھر روزانہ ایک قرآن شریف بھی پڑھ رہے ہیں، اللہ ہی بہتر جانتے ہیں کہ کیسے پڑھتے تھے؟، اور وہ رمضان شریف میں ۶۰ قرآن شریف ختم کرتے تھے۔

عصر سے مغرب تک ختمِ قرآن کا واقعہ

حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت ''ارواحِ ثلاثہ'' کے اندر مذکور

ہے، حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے ہیں، حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے ہیں، اور حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہیں، تو ایک مرتبہ مولانا عبدالحی لکھنوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بیان میں حضرت کا نام لے کر کہہ دیا کہ یہ ایسا آدمی ہے کہ عصر سے لے کر مغرب تک ایک قرآن شریف ختم کر لیتا ہے، تو جب بیان ختم ہوا، تو لوگ حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ سے چمٹ گئے کہ حضرت! ہمیں بھی یہ کرامت دکھائیں، یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ عصر کے بعد قرآن شریف پڑھنا شروع کریں، اور مغرب تک ختم ہو جائے؟

لوگوں نے ایسا اصرار کیا کہ آخر حضرت نے درخواست قبول کر لی، اور وہ عصر کی نماز کے بعد گومتی کے پل پر کھڑے ہو گئے، اور لوگ بھی وہاں پہنچ گئے، وہاں پکّے پکّے حافظ بھی کھڑے ہو گئے، کچھ لوگ قرآن شریف کھول کر کھڑے ہو گئے، اور انہوں نے الٓمٓ سے پڑھنا شروع کیا، دیکھنے والے قرآن شریف میں دیکھ رہے ہیں، اور زبانی سننے والے اپنے حافظے سے سن رہے ہیں، اور والناس پر سورج ڈوب رہا ہے۔

وقت میں برکت کی مثال

کسی نے کوئی غلطی نہیں پکڑی، کسی نے یہ نہیں کہا کہ آیت چھوٹ گئی، نہ آیت چھوٹی، نہ کہیں متشابہ لگا، نہ کہیں غلطی نکلی، سب نے اپنی آنکھوں سے دیکھا، سننے والوں نے زبانی سنا، اور سب نے کہا کہ پورا ہو گیا، اب کیسے پورا ہو گیا؟ اللہ ہی بہتر جانے کہ کیسے پورا ہوا؟ اللہ تعالیٰ نے ان کے وقت میں اتنی برکت دے دی تھی، اللہ تعالیٰ بعض

بزرگوں کے وقت میں اس طرح برکت ڈال دیتے ہیں، جیسے ایک گز کی ربڑ کو کھینچو، تو وہ دس گز کی ہو جاتی ہے، اس طرح ان کا وقت کھنچ جاتا ہے، ان کا ایک گھنٹہ ہمارے آٹھ گھنٹوں کے برابر ہو جاتا ہے، ہے وہی ایک گھنٹہ، لیکن ان کے وقت میں اتنی برکت ہے کہ ایک گھنٹہ آٹھ گھنٹوں کے برابر ہو گیا۔

چار سو سال تک مسلسل دن رات تلاوت

سلطان سلیم سن دس ہجری میں مصر سے تبرکات لے کر آئے، جس میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار مبارک، حضرات خلفائے راشدین اور دیگر صحابہ کرامؓ کی تلواریں، جنہیں وہ دورانِ جہاد استعمال کیا کرتے تھے، سرکارِ دو عالم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چوغہ مبارک، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دندان مبارک، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بال مبارک، اور اس طرح کے دوسرے تبرکات شامل ہیں، اور دنیا میں سب سے زیادہ معتبر اور مستند تبرکات ہیں، اور انہوں نے استنبول کے اندر محل میں ایک الگ سے ہال نما تعمیر کرایا، اور یہ سارے تبرکات اس کے اندر رکھے، اور جب تک وہ زندہ رہے، وہ خود روزانہ اس ہال کی جھاڑو لگاتے تھے، اور وہاں کی صفائی کرتے تھے، ان کے دل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات کی اتنی عقیدت اور محبت تھی، آج بھی وہ تبرکات موجود ہیں، الحمدللہ! اس ہال میں چوبیس گھنٹے کلام پاک کی تلاوت ہوتی تھی، وہاں حافظوں کی ڈیوٹیاں لگی ہوئی تھیں، ہر حافظ اپنی ڈیوٹی پر آتا تھا، اور قرآن شریف کی تلاوت کر کے چلا جاتا تھا، پھر دوسرا آ جاتا، اور وہ تلاوت شروع کر دیتا، اس

طرح اس کمرے میں مسلسل قرآن شریف کی تلاوت شروع ہوئی، اور چار سو سال تک تلاوت ہوتی رہی، چار سو سال کسے کہتے ہیں؟ دن رات میں ایک لمحہ کے لئے بھی اس کمرے میں قرآن شریف کی تلاوت موقوف نہیں ہوئی، آج بھی وہ کمرہ موجود ہے، اور چار سو سال کے بعد وہ سلسلہ منقطع ہوگیا تھا، اب دوبارہ وہ سلسلہ شروع کیا گیا ہے، کیسے کیسے قرآن شریف پڑھنے والے موجود ہیں! اس لئے بھائی! ہمیں بھی قرآن شریف سے تعلق جوڑنا چاہئے، روزانہ بلا ناغہ قرآن شریف کی تلاوت کا معمول بنانا چاہئے، چھٹی والے دن زیادہ سے زیادہ تلاوت کرنی چاہئے۔

سورج سے زیادہ روشن تاج کا حقدار

حافظ بننے کا بھی بہت ثواب ہے، لیکن جو ناظرہ قرآن شریف پڑھنے والا تلاوت کرے، اور اس کے مطابق عمل بھی کریں، تو اس کا بھی بڑا ثواب ہے، حدیث میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے قرآن شریف پڑھا، اور اس کے احکام پر عمل کیا، تو اس کے ماں باپ کو قیامت کے دن ایسا تاج پہنایا جائے گا، جس کی روشنی آفتاب کی روشنی سے بھی زیادہ ہوگی، آفتاب کسی کے گھر کے اندر طلوع ہو جائے، تو اس کے گھر میں کتنی روشنی ہوگی! اس شخص کے بارے تمہارا کیا خیال ہے، جس نے خود یہ کام کیا ہو؟، یعنی جس نے قرآن کریم پڑھا، اور خود اس پر عمل کیا، تو اس کا کتنا بڑا درجہ ہوگا!۔ (احمد وابوداؤد)

یعنی یہ فضیلت تو قرآن شریف پڑھنے والے اور اس کے مطابق عمل کرنے

والے کے والدین کے لئے ہے، تو اس کو ایسا تاج پہنایا جائے گا، وہ تاج دنیا کے اس سورج سے زیادہ روشن ہوگا، تو جس کے ماں باپ کو اتنا اونچا درجہ ملے گا، تو اس قرآن شریف پڑھنے والے کو، جس نے قرآن شریف کے مطابق عمل بھی کیا ہو، اس کو کتنا اونچا درجہ ملے گا!۔

ایک عالم کا بصیرت افروز واقعہ

ایک حکایت یاد آئی، ایک عالم تھے، اور ان کے صبح شام اور رات کے کچھ معمولات تھے، جن کو وہ پورا کر لیا کرتے تھے، ایک رات وہ اپنے سارے معمولات پورا کر کے سوئے، تو انہوں نے ایک خواب دیکھا کہ ایک صاحب آئے، انہوں نے یہ کہہ کر ان کو جگایا کہ میاں! یہ رات سونے کی ہے، جواب بھی تم غفلت کی نیند سو رہے ہو؟، یہ کیسی اچھی رات ہے! وہ یہ کہہ کر اٹھا کر چلا گیا، تو جب ان عالم صاحب کی آنکھ کھلی، تو دیکھا کہ بالکل نیا جہان ہے، گھر بھی بالکل نیا ہے، اور جگہ بھی بالکل نئی ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں باہر نکلا اور گلی میں آیا، وہ گلی بھی دوسری اور بالکل نئی، نہ اپنا گھر اور نہ اپنی گلی، تو میں چلتا چلتا گلی سے باہر آیا، تو ایک باغ میں نکلا، وہ باغ اتنا خوبصورت تھا کہ بیان سے باہر ہے۔

اول تو یہاں کسی باغ کا نام ونشان نہیں تھا، یہاں تو کوئی اور جگہ تھی، وہ باغ بہت ہرا بھرا تھا، اس میں پھل دار درخت بھی تھے، پھول دار پودے بھی تھے، ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں بھی چل رہی تھیں، ان ہواؤں سے درخت کے پتے ہل رہے تھے، ان سے

سُریلی آواز نکل رہی تھی، اور جب پودوں کے اوپر سے ہوا گزرتی، تو میٹھی میٹھی اور بھینی بھینی خوشبو آتی، اور میری جہاں تک نظر جارہی تھی، مجھے ہریالی ہی ہریالی اور سبزہ ہی سبزہ نظر آرہا تھا، اور اس باغ کے بیچ و بیچ ایک مسہری بچھی ہوئی تھی، جس کے ایک طرف پھل ہی پھل، اور دوسری طرف پھول ہی پھول تھے، اور وہاں دو عورتیں بھی کھڑی ہوئی تھیں، ان کے ایک ہاتھ میں پنکھا تھا، اور ایک ہاتھ میں پانی کا پیالہ تھا، جیسے کہ کسی کے انتظار میں کھڑی ہوئی ہوں۔

یہ باغ ایک قبر ہے

یہ خوش منظر دیکھ کر میں حیران ہوا کہ نہ جانے میں کہاں آگیا؟، یہ کون سی دنیا ہے؟، یہ کون لوگ ہیں، اور کیا کررہے ہیں؟، اور میں یہاں کیسے پہنچ گیا؟، میں اسی سوچ و بچار میں تھا کہ اتنے میں، میں نے سامنے دیکھا، تو دیکھتے ہی رہ گیا کہ ایک سفید رنگ کا نہایت خوب صورت اور عالیشان محل ہے، اور وہ عورتوں اور مردوں سے بھرا ہوا ہے، اور اس میں بڑی چہل پہل نظر آرہی ہے، ہر چیز بڑے قاعدے اور سلیقے سے رکھی ہوئی ہے، لوگ اس کے اندر آرہے ہیں، جارہے ہیں، اور تیاریاں ہورہی ہیں۔

اتنے میں جو صاحب مجھے جگانے آئے تھے، وہ مجھے نظر آگئے، میں بھاگ کر ان کے پاس گیا، میں نے کہا: بھئی! مجھے جگا کر کیوں چلے گئے؟ اور یہ نہیں بتایا کہ تم نے کیوں جگایا ہے؟ میں یہاں پر کیسے آگیا؟ یہ کون سی دنیا ہے؟ میں یہاں کیا دیکھ رہا ہوں؟ تو انہوں نے کہا کہ یہ جو تم باغ دیکھ رہے ہو، یہ ایک اللہ کے بندے کی قبر ہے، یہ

جو سامنے محل ہے، وہ جنت میں اس محل کے اندر رہے گا، اور ابھی وہ بندہ دنیا میں ہے، بس! یہاں عنقریب آنے والا ہے، یہ عورتیں اس کے آنے کے انتظار میں ہیں، جیسے ہی وہ اس دنیا میں آئے گا، وہ اس کو یہاں پر آرام کرائیں گی، پنکھا جھلیں گی، پانی پلائیں گی، خدمت کریں گی، اور جب تک قیامت قائم نہیں ہوگی، وہ اسی قبر میں رہے گا، یہ باغ اس کی قبر ہے، اور پھر حساب و کتاب کے بعد وہ سیدھا جنت کے اندر اس محل میں جائے گا، یہ اس کا محل ہے۔

تلاوتِ قرآنِ کریم کا اجر

وہ عالم کہتے ہیں کہ میں نے اُن سے پوچھا کہ شاہ صاحب! یہ کون صاحب ہیں، جو اس قبر میں تشریف لا رہے ہیں؟، وہ کون سا نیک عمل کرتے ہیں، جس کی وجہ سے اللہ پاک نے ان کو اتنا اونچا مقام عطا فرمایا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ وہ کوئی بہت بڑے بزرگ اور اللہ والے نہیں ہیں، ایک عام مسلمان ہیں، وہ باقاعدہ نماز جماعت سے پڑھتے ہیں، روزے رکھتے ہیں، نیک کام کرتے ہیں، لیکن انہیں یہ مرتبہ صرف ایک عمل کی وجہ سے ملا ہے، وہ عمل یہ ہے کہ وہ صبح شام باقاعدہ تلاوت کرتے ہیں، ان کا روزانہ بلاناغہ قرآن شریف کی تلاوت کرنے کا معمول ہے، تلاوت کرنے کی برکت سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہیں یہ مقام عطا فرمایا ہے، ہم نے قرآن شریف کو چھوڑ دیا، اس لئے ہم ذلیل وخوار ہو گئے، اس کو اپنے گھر میں لائیں، اپنے سینے سے لگائیں، اپنے دل میں بسائیں، اس کے احکام پر عمل کرنے کی عادت ڈالیں، قرآن شریف کی برکت سے اللہ تعالیٰ دل صاف کر دیتا ہے۔

دل کی صفائی کا طریقہ

میں آپ کو وہ حدیث سناتا ہوں، جو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھی ہے، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کبھی دلوں کو بھی زنگ لگ جاتا ہے، جیسے لوہے کو پانی لگنے سے زنگ لگ جاتا ہے، صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم)! کس چیز سے دلوں کی صفائی ہوگی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ موت کو کثرت سے یاد کرنا۔ اور قرآن شریف کی تلاوت کرنا۔

اس حدیث میں مثال دی گئی ہے کہ جیسے لوہے کو پانی سے زنگ لگتا ہے، اور لوہا خراب ہو جاتا ہے، لوہے سے زنگ نہ چھڑاؤ، تو پھر گھُل گھُل کر ختم ہی ہو جاتا ہے، ایسے ہی دلوں کو بھی زنگ لگ جاتا ہے، دل بھی خراب ہو جاتا ہے، تو صحابہ کرامؓ نے پوچھا کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم)! دلوں کا زنگ کیسے دور ہوگا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان دو عمل سے دلوں کا زنگ دور ہوگا، ایک موت کو کثرت سے یاد کرنا، اور دوسرا قرآن شریف کی تلاوت کرنا، ان دو کاموں کی برکت سے اللہ تعالیٰ دلوں کا زنگ دور فرما دیتے ہیں۔

کیا آپ کا دل زنگ آلودہ ہے؟

جب دل میں خرابی آتی ہے، اور دل میں زنگ لگ جاتا ہے، تو انسان کو اپنے دل کے اندر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس کو نیک کاموں کا شوق نہیں رہتا، اس کے دل میں گناہ کرنے کی چاہت پیدا ہونے لگتی ہے، اس کو برا کام اچھا لگتا ہے، اللہ بچائے! اچھے کام

برے لگتے ہیں، تسبیح پڑھنے میں دل نہیں لگے گا، تلاوت کرنے کو دل نہیں چاہے گا، دعا میں دل نہیں لگے گا، تلاوت میں جی نہیں لگے گا، اور اس کا خوب جی چاہے گا کہ آوارہ گردی کروں، یاروں کے ساتھ بیٹھوں، خوب ہنسی مذاق کروں، گپّے لگاؤں، اور بس! کھاؤں پیوں اور موج اڑاؤں، نہ نماز کا، نہ روزے کا، نہ حج کا، نہ زکوٰۃ کا، دین سے دور ہونا، اصلاح سے بیگانہ ہونا، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنا، یہ دل کے زنگ آلود ہونے کی علامت ہے، جتنا دل میں زنگ ہوگا، اتنا ہی ظاہر میں اس کا عمل خراب ہوگا، جتنا زنگ کم ہوتا جائے گا، اس کے اندر نیک اعمال آتے چلے جائیں گے۔

دل کا زنگ دور کرنے کے دو نسخے ہیں، ان دو طریقوں کو استعمال کریں گے، تو دل کا زنگ دور ہوگا، ایک اپنی موت کو زیادہ سے زیادہ یاد کریں، کیونکہ یہ سارے گناہ کی باتیں موت کو فراموش کرنے کی وجہ سے ہوتی ہیں، تو جب موت کو یاد کریں گے، تو آہستہ آہستہ یہ میل دل سے نکلے گا، اور یہ گند دل سے دور ہوگا، تو پھر گناہوں سے نفرت ہونے لگے گی، نیکیوں کا شوق پیدا ہو جائے گا، اچھے کاموں کی طرف توجہ ہوگی، اور اصلاح کی فکر ہونے لگے گی، اس لئے موت کو کثرت سے یاد کریں۔

موت کو یاد کرنے کا طریقہ

اور موت کو یاد کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ روزانہ دس منٹ نکالیں، چاہے فجر کے بعد نکالیں، یا فجر سے پہلے نکالیں، چاہے ظہر کے بعد نکالیں، یا ظہر سے پہلے نکالیں، یا چاہیں عشاء کے بعد نکالیں، یا عشاء سے پہلے نکالیں، بالکل تنہائی میں بیٹھ جائیں، چاہے

مسجد کے ایک گوشے میں جا کر بیٹھ جائیں، یا اپنے کمرے میں ایک طرف کونے میں بیٹھ جائیں، یا اپنے گھر میں ایک طرف بیٹھ جائیں، اور وہاں پر کوئی اور نہ آئے، بچہ بھی نہ آئے، وہاں تنہائی ہونی چاہئے، اور یہ تو ظاہری تنہائی ہوگئی۔

اب اندر سے بھی تنہائی لاؤ، یعنی آپ کے ذہن میں جو دنیا جہان کے خیالات بسے ہوئے ہیں، آرہے ہیں اور جارہے ہیں، ان کو بھی ذہن سے نکالو، اپنے اختیار کی حد تک ان سے ذہن کو ہٹادو، تو اب دل میں بھی خلوت ہوگئی، ظاہر میں بھی تنہائی ہوگئی، اس طرح تنہائی کے بعد اب اپنے مرنے کو سوچو، اور جیسے ایک آدمی مرنے کے قریب ہوتا ہے، ہسپتال میں داخل ہوتا ہے، تو وہاں سے سوچنا شروع کرو، کہ میرا تو ہارٹ فیل ہوگیا، لوگ مجھے ایمر جنسی میں لے گئے ہیں، اور وہاں مجھے داخل کر دیا، اور وہاں ڈاکٹر میری تفتیش کر رہے ہیں، اور بس! میں مرنے والا ہوں، یہ میرا آخری وقت ہے، اور میرے لئے موت کے فرشتے آپہنچے ہیں، اور دیکھتے ہی دیکھتے میری روح نکل گئی، اور مجھے لوگ ہسپتال سے گھر لے آئے، اب مجھے نہلا رہے ہیں، اور مجھے کفنا رہے ہیں، مجھے مسہری میں رکھ رہے ہیں، اب نمازِ جنازہ پڑھنے کے لئے لے جارہے ہیں، مجھے مسجد میں لے گئے ہیں، وہاں میرا جنازہ رکھ دیا، میری نمازِ جنازہ ہورہی ہے، لوگ مجھے اٹھا رہے ہیں، اب قبرستان لے کر جارہے ہیں، وہاں قبر تیار ہے، قبر میں اتار رہے ہیں، اور قبر میں اتارنے کا نقشہ تازہ کریں، اب سِلیں رکھی جارہی ہیں، لوگ مجھ پر مٹی ڈال رہے ہیں۔

اب قبر تیار ہوگئی، اس پر پانی چھڑکا جارہا ہے، امن الرسول پڑھ رہے ہیں، اور لوگ واپس جارہے ہیں، اور اب میں اکیلا ہوں، لوگ مجھے اکیلا چھوڑ کر چلے گئے، اب منکر نکیر آگئے، اور انہوں نے آکر مجھ سے سوالات کرنا شروع کردیئے، اور میں اکیلا، اور ڈر کے مارے میرا برا حال ہے، اس طرح سے اپنے مرنے کو سوچو، اور مزید قبر میں کیا ہوتا ہے؟ اس کے لئے ہمارے حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور کتاب ''مرنے کے بعد کیا ہوگا؟'' کا مطالعہ کریں، بس! اتنا ہی روزانہ سوچنا شروع کردیں، پہلے دن تو کچھ پتہ نہیں چلے گا، دوسرے دن تھوڑا سا اثر محسوس ہوگا، چالیس دن کے بعد پتہ چلے گا کہ میں آخرت میں ہوں، انشاء اللہ تعالیٰ۔

مراقبہ اور دیگر اعمال کے لئے مشورہ

اور اگر خدانخواستہ زیادہ ڈر لگے، تو پھر اس مراقبہ کو بند کردیجئے گا، کیونکہ بعض لوگوں پر اس کا اثر اتنا ہوتا ہے کہ اب نہ بیوی کے، نہ گھر کے، نہ در کے اور نہ کاروبار کے، بس! قبرستان میں ہی رہنے کو جی چاہ رہا ہے، کہ اب مرا، اب مرا، اس لئے کہتے ہیں کہ جو کچھ کرو، کسی اللہ والے کی رہنمائی میں کرو، جیسے کوئی ایک دوا کا اشتہار پڑھ کر دوا کھالے، تو فائدہ بھی ہوسکتا ہے، اور نقصان کا بھی خطرہ ہے، ایسے ہی یہ بھی ایک نسخہ ہے، بتا تو دیا، لیکن یہ کسی کے لئے مفید ہوسکتا ہے، اور کسی کے لئے نقصان دہ ہوسکتا ہے، اللہ والے دیکھیں گے کہ اب اس کو کتنا مراقبہ کی ضرورت ہے؟ جتنی ضرورت ہوگی، اتنا مراقبہ کروائے گا، ورنہ بند کروادے گا۔

حدیث شریف کا حاصل

بہرحال! یہ موت کو یاد کرنے کا بہترین نسخہ ہے، جتنی آدمی کو اپنی موت یاد ہوگئی، اتنا ہی اس کو گناہوں سے بچنے کی توفیق ہو جائے گی، اس کی توجہ نیک کاموں کی طرف بڑھ جائے گی، اس طرح اس کا دل آئینہ بن جائے گا۔

اور دوسرا نسخہ یہ ہے کہ روزانہ بلاناغہ قرآن شریف کی تلاوت کرتے رہیں، اللہ پاک نے اس میں بھی تاثیر رکھی ہے کہ یہ عمل دل کا زنگ دور کر دیتا ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن شریف روزانہ پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیں، آمین۔

وَ آخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

٭٭٭

سِلسلہ دُرسِ حیاتُ المسلمین

قرآن کریم سے تعلق جوڑیں

(۱۴)

شرحِ روحِ سوم

بیان نمبر ......(۳۱)

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم

مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی

مکتبۃ الاسلام کراچی

موضوع : قرآن کریم سے تعلق جوڑیں

مقام : جامع مسجد دارالعلوم کراچی ۱۴

تاریخ : ۱۳ جولائی ۲۰۱۰ء

دن : منگل

وقت : بعد نمازِ عصر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد للّٰہ نحمدہٗ ونستعینہٗ ونستغفرہٗ ونؤمِنُ بہ ونتوکّل علیہ ونعوذ باللّٰہِ من شرورِ أنفسنا ومن سیئاتِ أعمالنا مَن یّھدِہِ اللّٰہُ فلا مضلَّ لہٗ وَمَن یُضللہٗ فلا ھَادِیَ لَہٗ وأشھد أن لَّا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ وحدہٗ لاشریک لہٗ وأشھد أنّ سیّدنا ونَبِیّنَا ومولانَا محمداً عبدہٗ و رسولہٗ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ و أصحَابِہٖ و بارک وسلَّمَ تسلیمًا کثیرًا کثیرًا.

أمّابعد!

فأعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرّجیم

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرّحیم

وَھٰذَا کِتٰبٌ أَنزَلۡنٰہُ مُبَارَکٌ فَاتَّبِعُوۡہُ وَاتَّقُوۡا لَعَلَّکُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ○ (الانعام: آیت:۱۵۵)

ترجمہ

اور (اسی طرح) یہ برکت والی کتاب ہے جو ہم نے نازل کی ہے۔ لہٰذا اس کی پیروی کرو، اور تقویٰ اختیار کرو، تا کہ تم پر رحمت ہو۔ (آسان ترجمۂ قرآن)

میرے قابلِ احترام بزرگو!

''حیاتُ المسلمین'' کی تیسری روح کا بیان ہو رہا ہے، پہلی روح میں حضرت

تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایمان واسلام کی اہمیت اور قدر و قیمت بیان فرمائی ہے، اور دوسری روح میں علم دین حاصل کرنے کی تاکید اور ترغیب بیان فرمائی ہے، اور اس تیسری روح میں قرآنِ کریم پڑھنے، سیکھنے اور سکھانے کی تاکید و ترغیب ہے، یعنی پہلا عمل یہ ہے کہ انسان ایمان لائے، اور ایمان کی نعمت حاصل کرے، اور اسلام کے مطابق زندگی گزارے، اور ظاہر ہے کہ ایمان کے تقاضے اور اسلام کے مطابق عمل کرنے کے لئے دین کا علم ضروری ہے۔

اس لئے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے علم کی فضیلت اور اس کی ترغیب ارشاد فرمائی ہے، پھر ایمان و اسلام اور علمِ دین کے بعد قرآنِ کریم کی اہمیت اور اس کی فضیلت بیان فرمائی ہے، ہر مسلمان مرد و عورت کو چاہئے کہ وہ روزانہ قرآن شریف کی تلاوت کرے، حکیم الأمت حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے مزید جو فضائل بیان فرمائے ہیں، وہ اس وقت انشاء اللہ بیان کیے جائیں گے۔

کیا ہم روزانہ تلاوت کرتے ہیں؟

جیسا کہ میں بارہا عرض کرتا رہتا ہوں کہ ہمارے یہاں جمع ہونے کا مقصد اپنی اصلاح ہے، اور کچھ نہیں، اس لئے ہم سننے کے ساتھ ساتھ اپنی اصلاح کرتے جائیں، اور جو باتیں عمل کی ہیں، انہیں اختیار کرتے چلے جائیں، تو ہمارے جمع ہونے کا مقصد حاصل ہو جائے گا، اس لئے ہمیں قرآن شریف کے بارے میں اپنا جائزہ لینا چاہئے، اگر کوئی قرآن شریف پڑھا ہوا نہیں ہے، تو پڑھ لینا چاہئے، اور حفظ کرنا تو بہت ہی اعلیٰ

تھوڑا پڑھیں یا زیادہ پڑھیں، لیکن تجوید سے پڑھیں، آج کل اس کی بہت کمی پائی جاتی ہے، عام مسلمان مرد و عورت اکثر قرآن شریف غلط ہی پڑھتے ہیں، صحیح قرآن شریف پڑھنے والے تو آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں ہیں، اس کی طرف ہمیں خاص توجہ دینے کی ضرورت ہے، اور اگر ہمارا قرآن شریف صحیح نہیں ہے، تو بس! کسی نہ کسی طرح اپنا قرآن شریف تجوید سے صحیح کریں، اس کے لئے جتنی بھی کوشش کرنی پڑے، اتنی کوشش کریں، جتنا بھی وقت نکالنا پڑے، وقت نکالیں، قربانی دیں، اور اس کمی کو ضرور دور کریں، ورنہ پکڑ ہوگی، اور اگر قرآن شریف تجوید کے مطابق صحیح صحیح پڑھنے میں مشقت اور دشواری بھی ہو، تو اس کی بالکل پروانہ کریں، ایسے آدمی کو دُہرا ثواب ملتا ہے، کیونکہ اس میں محنت زیادہ ہے، اور بندہ محنت کا مکلّف ہے، اپنی طرف سے محنت کرنی چاہیئے، چاہے قرآن شریف صحیح ہو یا نہ ہو۔

کوشش مت چھوڑیں

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان تشریف لائے، جبکہ ہم قرآن شریف پڑھ رہے تھے، ہم میں دیہاتی لوگ بھی تھے، اور عجمی لوگ بھی تھے، جو قرآن شریف اچھا نہیں پڑھ سکتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا کہ آپ قرآن شریف پڑھتے رہو، تم میں سے ہر شخص اچھا پڑھتا ہے، یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرامؓ کے پاس تشریف لائے، تو ان صحابہ کرامؓ میں کچھ عربی تھے، جن کی

مادری زبان عربی ہوتی ہے، وہ قرآن شریف کو اچھے اور صحیح طریقے سے باآسانی پڑھ سکتے ہیں، اور کچھ دیہاتی اور عجمی لوگ بھی تھے، اور چونکہ دیہاتی اَن پڑھ ہوتے ہیں، اور عجمی لوگوں کی زبان عربی نہیں ہے، اس لئے عام طور پر ان سے قرآن شریف اچھا اور صحیح نہیں پڑھا جاتا۔

لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کی حوصلہ افزائی فرمائی، اور فرمایا کہ تم سب اچھا قرآن شریف پڑھتے ہو، پڑھتے رہو، یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن شریف پڑھنے سے منع نہیں فرمایا کہ تم قرآن شریف مت پڑھو، بلکہ تلاوت جاری رکھنے کے لئے فرمایا، جس میں یہ بات بھی داخل ہے کہ آدمی کو صحیح پڑھنا نہ آئے، تو کوشش کرتا رہے، صحیح نہ پڑھ سکنے کی وجہ سے مایوس اور ناامید نہ ہو، کوشش کو نہ چھوڑے، تلاوت کو ترک نہ کرے۔

یہ گناہ میں داخل نہیں

چنانچہ حضرتؒ اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ کلام پاک کی توفیق عطا فرمائیں، اس کو دل جمعی کے ساتھ تلاوت کرتے رہنا چاہئے، یعنی اس کو روزانہ اور بلاناغہ حسبِ توفیق تلاوت کرتے رہنا چاہئے، یہ خیال نہ کرے کہ ہماری زبان صاف نہیں ہے، یا ہماری عمر بہت زیادہ ہوگئی ہے، اب ہم سے اچھا نہیں پڑھا جا سکے گا، لہٰذا کیوں پڑھیں؟ پڑھنا ہی چھوڑ دے۔

ایسا نہیں کرنا چاہئے، بلکہ کوئی یوں سمجھے کہ ہم قرآن شریف صحیح اور اچھی طرح

نہیں پڑھتے، تو ہمیں شاید ثواب نہ ملے، بلکہ شاید گناہ ہو، اور اس وجہ سے وہ تلاوت کو ترک کرے، تو تلاوت کو ترک نہیں کرنا چاہئے، اپنی طرف سے صحیح کرنے کی کوشش کرتے رہنا باعثِ اجر وثواب ہے، اور یہ بھی قرآن شریف کی تلاوت ہے، اس وقت انشاء اللہ اس تلاوت کا ثواب بھی ملے گا، گناہ اس وقت ہوتا ہے کہ جب آدمی جان کر غلط پڑھے، یا صحیح پڑھ سکتا ہے، پھر صحیح نہ پڑھے، آدمی کو صحیح قرآن شریف پڑھنا آتا ہو، تب تو صحیح ہی پڑھنا چاہئے، جان بوجھ کر غفلت اور لاپروائی میں غلط سلط نہیں پڑھنا چاہئے، یہ گناہ ہے۔ البتہ جو شخص قرآنِ کریم پڑھنا ہی نہ جانتا ہو، تو اس کو چاہئے کہ کسی قاری اور حافظ سے قرآن شریف سیکھنے کی کوشش کرے۔

سُننے اور پڑھنے کا ثواب تو دیکھو!

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ دوسری حدیث بیان فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اگر کوئی شخص قرآنِ کریم کی ایک آیت ہی کو غور سے، کان لگا کر سنے، تو اس کے لئے ایسی نیکی لکھی جاتی ہے، جو بڑھتی ہی چلی جاتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآنِ کریم کی تلاوت سننے کی یہ فضیلت بیان فرمائی کہ اس کا ثواب بڑھتا چلا جاتا ہے، لیکن بڑھنے کی کوئی حد نہیں بتلائی، اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ وہ اس کو بے انتہاء عطا فرمائیں گے۔

اور آگے حدیث میں ہے کہ جو آدمی ایک آیت پڑھے، تو وہ آیت اس کے لئے قیامت کے دن نور ہوگی، جو اس کی نیکی بڑھنے سے بھی زیادہ ہے۔

اس حدیث میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو فضیلتیں بیان فرمائی ہیں، ایک قرآن شریف سننے کی، اور دوسری قرآن شریف پڑھنے کی، سننے کی ایک بہت بڑی فضیلت یہ بیان فرمائی کہ جو آدمی ایک آیت توجہ کے ساتھ سنے، سننے کی دو صورتیں ہوتی ہیں، ایک بے توجہی کے ساتھ سننا، اور ایک ہے کان لگا کر توجہ سے سننا۔

جو آدمی قرآن شریف کی تلاوت توجہ کے ساتھ سنے، تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے ایک ایسی نیکی عطا فرمائیں گے، جو بڑھتی چلی جائے گی، بڑھتی چلے جائے گی، اور کہاں تک بڑھتی چلی جائے گی، حدیث میں اس کی کوئی حد بیان نہیں فرمائی گئی ہے، اور جب حدیث میں بیان نہیں فرمائی گئی، تو یہ سمجھا جائے گا کہ وہ نیکی بے انتہاء بڑھتی چلی جائے گی، تو یہ کتنا بڑا ثواب ہے؟ محض سننے پر ایسی نیکی عطا فرمائیں گے، جس کے ثواب کی کوئی انتہاء نہیں ہوگی۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے فائدے میں تحریر فرماتے ہیں کہ اللہ اکبر! قرآن شریف کی تلاوت کا کس قدر اجر و ثواب ہے، اسی طرح کسی تلاوت کرنے والے کی تلاوت کا سننا بھی بڑے اجر و ثواب کا کام ہے، جس کا بیان اس حدیث میں ہوگیا، اس لئے جن لوگوں کو قرآن شریف پڑھنا نہیں آتا، تو قرآن شریف سیکھنے کے علاوہ اگر کچھ وقت کسی تلاوت کرنے والے کی تلاوت سن لیا کریں، تو وہ بھی ثواب سے مالا مال ہو جائیں، اللہ کے بندو! یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے، یہ تو ہر آدمی کر سکتا ہے، سبحان اللہ!

کسی قاری کی تلاوت سننا

قرآن شریف سننے کی بہت ساری صورتیں ہو سکتی ہیں، کیونکہ آج کل اللہ پاک

نے اس کے بہت سے ذرائع عطا فرما دیے ہیں، ایک ذریعہ تو مشہور و معروف ہے کہ ہم کسی تلاوت کرنے والے سے قرآن شریف سنیں، جیسے ہم کسی قاری صاحب کے پاس جا کر بیٹھ گئے، اب چاہے وہ اپنی تلاوت کر رہے ہوں، اور ہم ان کی تلاوت توجہ کے ساتھ سنیں، یا وہ قصداً قرآن شریف سنانے کے لئے بیٹھے ہوں، جیسے بعض قاری بعض موقعوں پر قرآن شریف سنانے کے لئے تشریف لاتے ہیں، اور ایسے عمدہ طریقے سے تلاوت کرتے ہیں کہ دل باغ باغ ہو جاتا ہے، اور ایسے موقعوں پر سننے والے لوگ توجہ سے قرآن شریف سنتے ہیں، تو ان کو تو پڑھنے کا ثواب مل رہا ہے، کیونکہ وہ قرآن شریف کی تلاوت کر رہے ہیں، اور جو سامعین ہیں، ان کو سننے کا ثواب ملے گا، انشاء اللہ تعالیٰ، یہ بھی قرآن شریف سننے کی ایک صورت ہے۔

تلاوت سننے کے دیگر ذرائع

قرآن شریف سننے کی دوسری صورت یہ ہے کہ ہم تلاوت کی کیسٹ سنیں، اور عام طور سے ایک سے ایک قاری کی تلاوت کی کیسٹیں دستیاب ہیں، قرآن شریف کی تلاوت کی کیسٹوں کا پورا سیٹ ملتا ہے، اور اگر کوئی آدمی پڑھنا نہ جانتا ہو، تو اس کے لئے بہت ہی بڑی آسانی ہے کہ اس کے پاس ٹیپ ریکارڈ موجود ہو، کسی بھی قاری کی کیسٹوں کا ایک سیٹ ہو، اور اس میں روزانہ ان کی تلاوت ایک پارہ یا آدھا پارہ سن لیا کرے، پھر قاریوں کی تلاوت دو قسم کی ہوتی ہے، ترتیل میں ہوتی ہے اور حدر میں بھی ہوتی ہے، بعض قاری آہستہ آہستہ قرآن شریف پڑھتے ہیں، جیسا کہ عام طور پر

جلسوں میں پڑھا اور سنا جاتا ہے، اور بعض قاری حدر میں یعنی جلدی جلدی قرآن شریف پڑھتے ہیں، جیسا کہ عام طور پر تراویح کے اندر پڑھا جاتا ہے، تو حسن صوت بھی ہوتا ہے، تجوید بھی ہوتی ہے، سننے میں مزا بھی آتا ہے، سننے میں ثواب بھی ملتا ہے۔

قرآن شریف سننے کی تیسری صورت یہ ہے کہ ہم براہ راست ریڈیو اور دیگر ذرائع ابلاغ سے قرآن شریف کی تلاوت سنیں، رمضان شریف میں خاص طور سے قرآنِ کریم کی تلاوت نشر ہوتی ہے، ہم جہاں بھی قرآن شریف سنیں گے، اور جس آیت کو توجہ کے ساتھ سنیں گے، تو اس کا اتنا بڑا ثواب ملے گا، اور اللہ تعالیٰ اس کا بے انتہاء اجر و ثواب بڑھائیں گے، یہ سننے والے کو ثواب ملے گا۔

آخرت میں روشنی کیسے ہوگی؟

اور خود پڑھنے کا ثواب یہ ہے کہ جو آدمی قرآن شریف کی تلاوت کرے گا، تو اللہ تعالیٰ اس کو ایک آیت کے بدلے میں ایک نور عطا فرمائیں گے، قرآنِ کریم میں ہے کہ:

يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ أَيْدِيْهِمْ وَ بِأَيْمَانِهِمْ (الحدید: آیت:۱۲)

ترجمہ

اُس دن جب تم مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کو دیکھو گے کہ اُن کا نور اُن کے سامنے اور اُن کے دائیں جانب دوڑ رہا ہوگا، (آسان ترجمہ قرآن)

قیامت کے اندر لوگوں کے عجیب عجیب حالات ہوں گے، اللہ تعالیٰ ہمیں

قیامت کی ہولناکیوں سے محفوظ رکھے، اوراپنی حفاظتِ خاص اورامنِ خاص عطا فرمائے، توجہاں قیامت کے ہولناک حالات ہوں گے، وہاں یہ بھی ہوگا کہ خوفناک قسم کی اندھیری چھاجائے گی، اور ہرطرف اندھیرا ہی اندھیرا ہوگا، اوراس اندھیرے کا کوئی یہاں تصور بھی نہیں کرسکتا، اس سخت اندھیرے میں نیک اعمال کا نُور نیک اعمال کرنے والوں کے کام آئے گا، وہاں نیک عمل کا نور اندھیرے میں کام آئے گا۔

قیامت کا ہولناک اندھیرا

جیسے دنیا کے اندھیرے میں بیٹری کام آتی ہے، بلب کام آتے ہیں، بجلی کام آتی ہے، تو کتنا ہی اندھیرا ہو، بلب روشن کرلو، ساری تاریکی ختم ہوجائے گی، اب کھاؤ بھی، پیو بھی، آؤ بھی، جاؤ بھی، ہر کام کرنا آسان ہوتا ہے، رات آتی ہے، تو رات کو روشنی کا دن بھی تو نکلتا ہے، گھر گھر بجلی سے روشن ہوتے ہیں، گھروں کے اندر رات میں سارے کام ہوتے ہیں، تھوڑی دیر کے لئے بجلی چلی جائے، تو کتنا اندھیرا محسوس ہوتا ہے، ایسے ہی قیامت میں بھی ہولناکی ہوگی، وہاں بجلی تو ہوگی نہیں، وہاں اگر روشنی اور نور ہوگا، تو نیک اعمال کا ہوگا، ان نیک اعمال میں سے قرآن شریف کی تلاوت بھی ہے، جوآدمی دنیا میں قرآن شریف کی تلاوت کرے گا، تواللہ پاک ایک آیت کے بدلے اسے ایک نور عطا فرمائیں گے، دوآیتوں کے بدلے دو نور ہوجائیں گے، اس طرح قیامت کی تاریکیوں میں یہ آیتوں کا نور کام آئے گا، تواصل میں آخرت کی تیاری یہ ہے کہ دنیا میں ان اعمال کواختیار کیا جائے، اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائیں، آمین۔

سفارش کرنے والی کتاب

قیامت کے دن قرآنِ کریم اپنے پڑھنے والے کی سفارش کرے گا، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قرآن شریف پڑھا کرو، کیونکہ وہ اپنے پڑھنے والے کے لئے قیامت والے دن سفارشی بن کر آئے گا، اوران کو بخشوائے گا، اب بتاؤ! یہ کتنی بڑی چیز ہے؟ دنیا میں قرآن شریف پڑھنا کچھ مشکل کام نہیں ہے، اور یہ کسی نے بھی نہیں کہا کہ روزانہ سارا قرآن شریف پڑھو، ہر آدمی اپنی اپنی سہولت اور فرصت کے مطابق تھوڑا بہت قرآن شریف پڑھ سکتا ہے، اس کا فائدہ کتنا بڑا ہے کہ جب یہ آدمی قیامت کے دن اپنی بخشش کی سفارش کے لئے سفارشی کی تلاش میں ہوگا کہ کوئی اس کی سفارش کردے، اوراس کی مغفرت وبخشش ہو جائے، تو جہاں اور بہت سے سفارش کے ذرائع ہوں گے، وہاں ایک قرآن شریف بھی سفارش کرنے والا ہوگا، اور قرآن شریف بڑا پکّا سفارشی ہوگا، اس کی سفارش انشاء اللہ تعالیٰ ردّ نہیں کی جائے گی، جیسا کہ اگلی حدیث میں آرہا ہے۔

قرآنِ کریم کی سفارش

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قرآنِ کریم کی تلاوت کرنے والا قیامت کے دن جب اللہ جل شانہ کی بارگاہ میں حاضر ہوگا، تو قرآنِ کریم اس کے حق میں یہ سفارش کرے گا کہ یا اللہ! اس قرآن شریف کے پڑھنے والے کو جوڑا پہنا دیجئے، چنانچہ اس کو عزت کا تاج پہنایا جائے گا، پھر قرآن شریف کہے گا کہ آپ

اس سے خوش اور راضی ہو جایئے، تو اللہ تعالیٰ اس سے خوش اور راضی بھی ہو جائیں گے، اور اللہ تعالیٰ کی رضا تو سب سے بڑی دولت ہے، سب سے بڑی نعمت ہے، پھر اس سے کہا جائے گا کہ قرآن شریف پڑھتا جا، اور درجوں پر چڑھتا جا، اور ہر ہر آیت کے بدلے ایک نیکی بڑھتی جائے گی، قرآنِ کریم اتنی سفارش کرے گا! آپ دیکھ رہے ہیں کہ اس کی سفارش مقبول ہوگی، ایسا نہیں ہوگا کہ وہ سفارش کرے اور اللہ تعالیٰ اس کی سفارش ردّ کر دیں۔

حدیث میں ہے کہ جیسا وہ کہے گا، اس کی بات اللہ تعالیٰ مان لیں گے، عزت کا تاج پہنا دیں گے، عزت کا جوڑا پہنا دیں گے، اور سب سے آخر میں اپنی رضا اور خوشنودی کا پروانہ عطا فرما دیں گے، دیکھو! یہ آخرت کے اعتبار سے بہت بڑی نعمتیں ہیں، اور یہ قرآن شریف کی تلاوت بالکل ہی آسان عمل ہے، اگر ہم قرآن شریف پڑھنے کا معمول بنالیں، اور یہ فضائل حاصل کرنے کی نیت سے پڑھیں، تو پڑھنے میں اور زیادہ لطف آئے گا، اور اس کا اتنا عظیم ثواب ملے گا۔

''پڑھتا جا اور چڑھتا جا'' کی تشریح

اس حدیث میں فرمایا ہے کہ پڑھتا جا اور چڑھتا جا، اس کی تشریح میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرما رہے ہیں کہ پڑھنے اور چڑھنے کا ذکر ایک اور حدیث میں بھی آیا ہے کہ صاحبِ قرآن سے کہا جائے گا کہ جس طرح تو دنیا میں قرآن شریف ٹھہر ٹھہر کر پڑھتا تھا، آج اسی طرح پڑھتا جا، اور جنت کے درجات پر چڑھتا جا، جس مقام

پر آیت ختم ہوگی، وہیں تیرے رہنے کا گھر ہے، عام طور پر حافظ کے لئے یہ فضیلت آئی ہے کہ قرآن شریف میں چھ ہزار دو سو سینتیس آیتیں ہیں، اس لحاظ سے حافظ کا درجہ بہت بلند ہوگا، اس لئے اعلیٰ تو یہ ہے کہ آدمی حافظ بنے، لیکن اگر حافظ نہیں بن سکتا، تو ناظرہ خواں ہی بن جائے، اور روزانہ پڑھنے کا معمول بنائے۔

تعلیمِ قرآن کے لئے محنت کریں

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ قرآنِ کریم سے متعلق احادیث کی تشریح و توضیح فرمانے کے بعد پھر آخر میں بطور نتیجہ کے کچھ ہدایات بھی بیان فرما رہے ہیں، تا کہ ہم ان پر عمل کر کے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھا سکیں، حضرت فرماتے ہیں کہ:

"مسلمانو! ان حدیثوں میں غور کرو، اور قرآن مجید حاصل کرنے میں اور اولاد کو پڑھانے میں کوشش کرو، اگر پورا قرآن شریف پڑھنے یا پڑھانے کی فرصت نہ ہو، تو جتنا ہو سکے، اسی کی ہمت کرو، اگر اچھی طرح یاد نہ ہوتا ہو، یا صاف اور صحیح نہ ہوتا ہو، تو گھبراؤ مت، اس میں لگے رہو، اس طرح سے پڑھنے میں بھی ثواب ملتا ہے، اگر حفظ نہ کر سکو، تو ناظرہ ہی پڑھو پڑھاؤ، اس کی بھی بڑی فضیلت ہے، اگر پورا قرآن حاصل کرنے کی فرصت نہیں، یا ہمت نہیں، تو کسی پورا قرآن پڑھنے والے کے پاس بیٹھ کر سن ہی لیا کرو۔" (حیات المسلمین ص:۳۱)

اجازت لے کر سنیں

اس کی آسان ترکیب یہ ہے کہ اگر وہ مسجد میں بیٹھ رہا ہے، تو مسجد میں کوئی حافظ

اور قاری اپنی منزل اپنے معمول کے مطابق پڑھتا ہی رہتا ہے، اس سے اجازت لے کر کہ اس کے پاس بیٹھ جائے کہ قاری صاحب! میں تو قرآن شریف پڑھا ہوا نہیں ہوں، مجھے ابھی تک پڑھنے کا موقع نہیں ملا، آپ اپنی تلاوت کریں، میں سنتا رہوں گا، سننے کا بھی مفت میں ثواب ملے گا، نہ ہلدی لگی نہ پھٹکری، اور چوکھا رنگ آ گیا، بہرحال! جتنا اہم کام ہوتا ہے، اس کے مطابق انتظام کرنا بھی ضروری ہے، اور اس کا ثواب بھی اس کام کرنے کے اہتمام کے مطابق ملے گا، لہٰذا قرآن شریف پڑھنے پڑھانے کا اہتمام ضروری ہے۔

مکاتبِ قرآنیہ قائم کرنے کی نصیحت

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

''ان سب باتوں کا ثواب اوپر حدیثوں میں پڑھ چکے ہو، اور یہ موٹی بات ہے کہ جو کام ضروری ہوتا ہے، اور ثواب کا ہوتا ہے، اس کا سامان کرنا بھی ضروری ہوتا ہے، اور اس میں ثواب بھی ملتا ہے، پس اس قاعدے سے قرآن کے پڑھنے، پڑھانے کا سامان کرنا بھی ضروری ہوگا، اور اس میں ثواب بھی ملے گا، اور سامان اس کا یہی ہے کہ ہر جگہ کے مسلمان مل کر قرآن کے مکتب قائم کریں، اور بچوں کو قرآن پڑھوائیں، اور بڑی عمر کے آدمی بھی اپنے کاموں میں سے تھوڑا وقت نکال کر تھوڑا تھوڑا قرآن سیکھا کریں، اور جو پڑھانے والا مفت نہ ملے، سب مل کر اس کو گزارے موافق کچھ تنخواہ دیا کریں، اسی طرح جو

بچے اپنے گھر سے غریب ہوں، اور اس لئے زیادہ قرآن نہ پڑھ سکیں، ان کے کھانے، کپڑے کا بندوبست کردیا کریں کہ وہ اطمینان سے قرآن مجید ختم کرسکیں، اور جو لڑکے جتنا قرآن پڑھتے جائیں، اپنے گھر جاکر عورتوں اور لڑکیوں کو بھی پڑھادیا کریں، اس طرح سے گھر کے سب مرد اور عورتیں قرآن پڑھ لیں گے، اگر کوئی سپارے میں نہ پڑھ سکے، وہ زبانی ہی کچھ سورتیں یاد کرلے۔" (حیات المسلمین ص ۲۷)

قرآنِ کریم کی تعلیم کا ماحول

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اس ماحول میں کلام فرمارہے ہیں، جب دور دور قرآن شریف پڑھنے پڑھانے کا کہیں رواج نہیں تھا، آج بھی دنیا میں کتنے علاقے ایسے ہیں، جہاں کوئی مکتب نہیں ہے، کوئی معلم نہیں ہے، بڑے بڑے شہر، دیہات اور گاؤں قرآن پڑھنے اور پڑھانے والوں سے خالی ہیں، اس کے لئے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ انتظام کی ترکیب بتارہے ہیں، لہٰذا قرآن شریف پڑھنے پڑھانے کا سامان یہی ہے کہ ہر جگہ مسلمان آپس میں مل کر قرآن شریف کے مکاتب قائم کریں، ہمارے یہاں تو اللہ تعالیٰ کا احسانِ عظیم ہے کہ مسجد مسجد، محلّہ محلّہ اور جگہ جگہ قرآن شریف کے مکتب قائم ہیں، جہاں ہم جاکر آسانی سے قرآنِ کریم سیکھ سکتے ہیں۔

مسلمانوں کی بھاری ذمہ داری

لیکن جن علاقوں میں قرآن شریف پڑھنے پڑھانے کا انتظام نہیں ہے، وہاں

مسلمانوں کی یہ بھاری ذمہ داری ہے کہ وہ آپس میں مل کر وہاں پر مکتب قائم کریں، اور اس مکتب کے لئے ایک مجوّد استاد تلاش کریں، جو بچوں کو تجوید سے قرآن شریف پڑھائے، تھوڑا پڑھائے، لیکن تجوید سے پڑھائے، اور اس کی باقاعدہ تنخواہ مقرر کریں، اس طرح سے مکتب قائم کریں گے، تو قرآن شریف پڑھنے پڑھانے کا ایک شاندار انتظام ہو جائے گا، اس کے علاوہ بڑی عمر کے حضرات بھی اپنے کاموں سے کچھ وقت فارغ کر کے تھوڑا تھوڑا قرآن شریف سیکھا کریں۔

ہم نے قرآنِ کریم کہاں پڑھا؟

اسی طرح غریب بچوں کے لئے مفت تعلیم، کھانا پینا، لباس وغیرہ فراہم کیا جائے، تاکہ وہ اطمینان کے ساتھ قرآن شریف کی تعلیم حاصل کریں، اور جب بچے مکتب سے تعلیم حاصل کر کے اپنے گھر جائیں، تو وہ اپنے اپنے گھروں میں خواتین کو قرآنِ کریم سکھائیں، اس طرح گھر کے تمام افراد قرآن شریف پڑھنے والے بن جائیں گے۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن شریف کی تعلیم کو عام کرنے کا ایک طریقہ تحریر فرما دیا، اس میں شبہ نہیں ہے کہ مکاتب کا قیام قرآن شریف کی تعلیم عام کرنے کا بہت بڑا ذریعہ ہے، ہم اور آپ نے قرآن شریف کہاں سے پڑھا؟ یہ انہی مکتبوں کی برکت اور فیض ہے کہ ہم نے بچپن میں مکتبوں میں قرآن شریف پڑھا، آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہم قرآن شریف پڑھے ہوئے ہیں، قرآن شریف کے مکاتب کا قائم کرنا

قرآن شریف کی اشاعت کے لئے بے حد مفید اور نافع ہے۔

شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ مشہور ہے، ہمارے حضرت، مفتی اعظم پاکستان، مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں یہ واقعہ اپنی آنکھوں سے دیکھنے والا اور اپنے کانوں سے سننے والا رہ گیا ہوں، میرے بعد تمہیں کوئی براہ راست یہ واقعہ بتانے والا بھی نہیں ملے گا، جب حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ مالٹا کی جیل سے رہا ہوکر دارالعلوم دیوبند پہنچے، اور وہاں پر اساتذہ وطلبہ جمع تھے، تو حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مالٹا کی قید میں جیل کے اندر دو سبق سیکھے، وہاں موجود سب حاضرین متوجہ ہوئے کہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ، جو ہر علم وفن کے ماہر ہیں، وہاں کون سا سبق سیکھنے گئے تھے؟ اور وہاں حضرت کو کون سا سبق حاصل ہوا؟ پھر حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے وہاں جیل کی تنہائی میں بارہا یہ غور کیا کہ مسلمانوں کی ذلّت اور پستی کے اسباب کیا ہیں؟ کن وجوہات کی بناء پر مسلمان دنیا میں ذلیل ورسوا ہو گئے؟ تو دو باتیں سمجھ میں آئیں۔

مسلمانوں پر زوال کیوں ہے؟

ایک یہ کہ مسلمانوں کے اندر اتحاد اور اتفاق نہیں ہے، ان کے اندر آپس میں نااتفاقی اور اختلاف بہت زیادہ پایا جاتا ہے، مسلمانوں کے اندر فرقے ہی فرقے ہیں، اس کی وجہ سے ان کی طاقت پارہ پارہ ہوگئی ہے، اور جب طاقت نہ ہوگی، تو دشمن مسلط

ہوگا، اور جب دشمن مسلط ہوگا، تو ذلت ورسوائی اور پستی آئے گی۔

اور فرمایا کہ دوسرا سبق یہ حاصل کیا کہ مسلمانوں کا قرآن شریف سے تعلق کمزور ہوگیا، اس وجہ سے مسلمان ذلیل وخوار ہوگئے، لہٰذا جہاں تک ہوسکے، قرآن شریف کی تعلیم کو عام کیا جائے، اور مسلمانوں کو قرآن شریف سے جوڑا جائے۔

اس کے بعد حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ جتنے عرصے تک زندہ رہے، ان دو چیزوں کے لئے محنت اور کوشش کرتے رہے، جہاں تک ہوسکے، مسلمانوں کے آپس کے اختلافات کو ختم کیا جائے، ان کے اندر اتحاد واتفاق کو پیدا کیا جائے، اور دوسرے حضرت نے جگہ جگہ قرآن شریف کے مکتب قائم کرنا شروع فرمائے، جب تک حضرت حیات رہے، یہ کام کرتے رہے، ہم سب بھی اس بات کو یاد رکھیں۔

اچھے استاد کی اچھی تنخواہ ہونی چاہئے

اگر ہمارے یہاں کوئی مکتب قائم ہے، تو دیکھیں کہ وہاں کس چیز کی ضرورت ہے؟ اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تو اس کو حسبِ استطاعت پورا کریں، اگر اس کے اندر کوئی کمزوری پائی جاتی ہے، تو اس کو دور کرنے کی کوشش کریں، چاہے چھوٹا مکتب قائم کریں، لیکن اس کے اندر سب سے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ جو استاد مقرر کریں، وہ تجوید سے پڑھانے والا ہو، مزید کوشش یہ کریں کہ وہ مخلص ہو، اس کی معقول تنخواہ مقرر کریں، کیونکہ جیسے پیسے، ویسا ہی آدمی، اصل دودھ بھی مل جاتا ہے لیکن اس کے لئے پیسے ڈبل دینے پڑتے ہیں، نقلی دودھ بھی ملتا ہے، مگر وہ سستا ملتا ہے، اسی طرح اصلی گھی کا معاملہ بھی ہے، تو جس طرح اصلی دودھ اور اصلی گھی پیسوں کے حساب سے

ملتا ہے، ایسے ہی بہترین اور گھٹیا پڑھانے والا بھی پیسے کے حساب سے ملتا ہے۔

اب ہم پیسے تو دینا نہ چاہیں، اور یہ چاہیں کہ ہمارے مکتب میں شیخ القراء آجائے، تو کہاں سے آجائے گا؟ یہ ہو ہی نہیں سکتا، پھر ایسا پڑھانے والا آئے کہ یعلمون، تعلمون کے سوا پتہ نہیں چلے گا کہ کیا ہو رہا ہے؟ رمضان شریف میں بھی جلدی قرآن شریف ختم ہو جائے گا، اور پتہ نہیں چلے گا کہ کیا پڑھاتا ہے؟ کیا نہیں پڑھاتا؟ صرف یعلمون، تعلمون سنائی دیا، تو بس! جیسے پیسے ویسا ہی آدمی ملے گا، آج کل لوگ دنیاوی تعلیم کے لئے تو ہزاروں روپے دینے کے لئے تیار ہیں، اور قرآن شریف کی تعلیم کے لئے دس بیس ہزار روپے دیتے ہوئے بھی جان چراتے ہیں، معقول پیسے دینے سے جان چرائیں گے تو اچھا آدمی نہیں ملے گا، جب آدمی اچھا نہیں ملے گا، تو قرآن شریف کی تعلیم خراب ہو جائے گی، وہاں جو بھی قرآنِ کریم پڑھے گا، پھر وہ غلط ہی سیکھے گا، اللہ بچائے! اور فائدے کی بجائے الٹا نقصان ہو جائے گا، اس لئے سب مل کر پیسے جمع کریں، اور ایسے اچھے قاری کو مقرر کریں، جو تجوید سے قرآن شریف پڑھائے۔

آخر میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن شریف کے پانچ حقوق بیان فرمائے ہیں، گویا یہ پانچ حقوق پوری روح کا خلاصہ ہیں، ان کو اچھی طرح سے ذہن نشین کریں۔

قرآنِ کریم کے پانچ حقوق

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

قرآنِ کریم کے کچھ اور حقوق بھی ہیں:

(۱) ایک یہ کہ جو شخص جتنا پڑھ لے، خواہ پورا ہو، خواہ تھوڑا ہو، وہ اس کو ہمیشہ پڑھتا رہا کرے، تا کہ یاد رہے، اگر یاد نہ رکھا، تو پڑھا، بے پڑھا سب یکساں ہو گیا۔

(۲) دوسرا یہ کہ اگر کسی کو قرآن مجید کا ترجمہ پڑھنے کا شوق ہو، تو بطورِ خود ترجمہ نہ دیکھے کہ اس میں غلط سمجھنے کا قوی اندیشہ ہے، کسی عالم سے سبق کے طور پر پڑھ لے۔

(۳) تیسرا یہ کہ قرآن مجید کا بہت ادب کرنا چاہئے، اس کی طرف پاؤں نہ کرو، ادھر پیٹھ نہ کرو، اس سے اونچی جگہ پر مت بیٹھو، اس کو زمین یا فرش پر مت رکھو، بلکہ رحل یا تکیے پر رکھو۔

(۴) چوتھا یہ کہ اگر وہ پھٹ جائے، کسی پاک کپڑے میں لپیٹ کر پاک جگہ، جہاں پاؤں نہ پڑے، دفن کر دو۔

(۵) پانچواں یہ کہ جب قرآن پڑھا کرو، یہ دھیان رکھا کرو کہ ہم اللہ تعالیٰ سے باتیں کر رہے ہیں، پھر دیکھنا دل پر کیسی روشنی ہوتی ہے۔ (حیات المسلمین ص: ۲۷)

قرآنِ کریم کا دوسرا حق

حضرت نے دوسرا حق یہ بیان فرمایا کہ اگر کسی کو قرآن شریف کا ترجمہ پڑھنے کا شوق ہو، تو خود ترجمہ نہ سیکھے، کیونکہ اس میں غلطی کا امکان ہے، اس لئے کسی عالم سے سبق کے طور پر پڑھ لے۔

میں اس کی تفصیل شروع میں عرض کر چکا ہوں کہ اگر کوئی خوب اچھی طرح اردو پڑھا ہوا ہے، اور وہ سمجھدار ہے، تو اس کے لئے ترجمہ و تفسیر کا مطالعہ کرنے میں کوئی

حرج نہیں ہے، اس کو قرآن مجید کے ترجمہ وتفسیر کا مطالعہ کرتے رہنا چاہئے، اور میں نے عرض کیا تھا کہ شیخ الاسلام، حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم کا ''آسان ترجمۂ قرآن'' منظر عام پر آچکا ہے، وہ سابقہ اردو تراجم میں بہترین ترجمہ ہے، اس کو پڑھنا بھی آسان ہے، اور سمجھنا بھی آسان ہے، اس کا مطالعہ کرتے رہیں، لیکن اس کے مطالعے میں اس بات کا خیال رکھیں کہ اگر کہیں کوئی بات سمجھ میں نہ آئے، تو اپنی عقل نہ لڑائیں، اور اپنے طور پر سمجھنے کی کوشش نہ کریں، وہاں پنسل سے نشان لگالیں، اور جب دو تین نشان بن جائیں، تو کسی عالم اور جاننے والے سے اس کو سمجھ لیں۔

اور حضرت نے یہ جو بات بیان فرمائی کہ خود سے ترجمہ نہ پڑھے، یہ اس کے لئے ہے، جو اچھی طرح اردو پڑھنا نہ جانتا ہو، جیسا کہ آج کل کا حال ہے؟ آج کل اردو کیا ہے؟ آدھی سے زیادہ انگریزی ہے، اردو آتی ہی نہیں ہے، عام لوگوں کے لئے صحیح اردو کو پڑھنا اور سمجھنا مشکل ہو گیا ہے، تو پھر ایسے شخص کے لئے بہتر یہ ہے کہ اگر وہ قرآن شریف کا ترجمہ سیکھنا چاہتا ہے، تو کسی استاد سے سیکھ لے، استاد سے ترجمہ سیکھے گا، تو بالکل صحیح سمجھے گا، جب صحیح سمجھے گا تو صحیح پڑھے گا، انشاء اللہ تعالیٰ۔

قرآنِ کریم کا تیسرا حق

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے تیسرا حق یہ بیان فرمایا کہ قرآنِ کریم کا ادب واحترام کرے، مثلاً اس کی طرف پاؤں نہ پھیلائے، اس کی طرف پیٹھ بھی نہ کرے، اور اگر بالکل قریب ہو، تو اونچی جگہ پر نہ بیٹھے، جیسے اوپر بیٹھ گیا، اور قرآن شریف نیچے رکھا ہوا ہے، ہاں! اگر قرآن شریف دور ہو، تو پھر وہ عرفاً بے ادبی نہیں ہے، قرآن

شریف دور رکھا ہوا ہے اور یہ اس سے بہت دور ہے، اور اونچی جگہ پر بیٹھا ہوا ہے، تو ایسی صورت میں یہ ادب کے خلاف نہیں ہے۔

کیونکہ ادب کا دارومدار عرف پر ہوتا ہے، قرآن شریف قریب ہو اور نیچے ہو، اور آدمی اوپر ہو تو یہ بے ادبی کی بات ہے، قرآن شریف دور ہو، اور پھر آدمی اوپر ہو، تو یہ بے ادبی نہیں ہے، جیسے قرآن شریف نیچے والی منزل میں ہو، اور آدمی اوپر والی منزل میں ہو، تو یہ کوئی بے ادبی نہیں ہے، اس لئے کہ عرفاً یہ بے ادبی شمار نہیں ہوتی، اسی طرح قرآن شریف کو زمین پر نہیں رکھنا چاہئے، جیسے سعودی عرب میں بعض لوگ رکھ دیتے ہیں، وہ تو سرہانے رکھ کر سو بھی جاتے ہیں، اور قرآن شریف کی طرف پاؤں بھی کر لیتے ہیں، اور پرواہ ہی نہیں کرتے، اللہ بچائے! یہ بے ادبی کی بات ہے، قرآن شریف کو رحل پر، یا تپائی پر، یا تکیے پر، یا ہاتھ کے اوپر رکھنا چاہئے، زمین پر نہیں رکھنا چاہئے۔

قرآن شریف کا چوتھا حق یہ ہے کہ اگر قرآن شریف پھٹ جائے، تب بھی اس کی بے حرمتی جائز نہیں، اگر پھٹ جائے، تو اس کی اس طرح اصلاح کرو کہ اس کی جلد بن جائے، اور وہ پھر استعمال میں آجائے۔

ضعیف قرآن کو کارآمد کیسے بنائیں؟

آج کل پھٹے ہوئے قرآنِ کریم کی اصلاح بہت ہی آسان ہے، خدانخواستہ کوئی پارہ پھٹ گیا، یا کوئی صفحہ پھٹ گیا، تو اس جیسے نسخے تو بہت موجود ہیں، اس میں سے اس کی فوٹو کاپی لے لو، اگر ایک صفحہ پھٹ گیا ہے، اور وہ پڑھنے کے قابل نہیں رہا ہے، تو اس صفحہ کو جلد ساز سے نکلوا لو، اور اسی کی فوٹو کاپی لگا لو، ایک پارہ ایسا ہو گیا ہے، یا بعض دفعہ

اول و آخر کے پارے پھٹ جاتے ہیں، اور درمیان کے پارے صحیح رہتے ہیں، تو اس کی اصلاح کا بھی یہی طریقہ ہے کہ ویسے ہی پارہ کی فوٹو کاپی لے لو، ویسا ہی پارہ چھپا ہوا ملتا ہو، تو وہ لے کر اس میں جڑوالو، اور جلد بنوالو، ہوگیا قرآن شریف کارآمد!۔

ضعیف قرآن مجید کو دفنا دیں یا بہا دیں!

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ قرآن شریف کسی طریقے سے بھی پڑھنے کے قابل نہ رہے، تو پھر اس کی بے حرمتی تو جائز نہیں ہے، بے حرمتی یہ ہے کہ خدانخواستہ کہیں اِدھر اُدھر پھینک دے، یا کوئی گندگی اور نالی میں ڈال دے، العیاذ باللہ! یہ تو بڑی بے حرمتی کی بات ہے، اس کا ادب یہ ہے کہ اس کو کسی پاک کپڑے میں لپیٹ کر قبرستان میں گڑھا کھود کر، اس پر تختہ وغیرہ رکھ کر مٹی ڈال کر اس کو دفنا دے، اور اگر دفنانا مشکل ہو، تو پھر گہرے سمندر میں بہا دے، پہلے اس کو اچھے طریقے سے کسی کپڑے وغیرہ میں لپیٹ لے، پھر اس کے اندر اچھا خاصا وزن ڈال دے، پھر سمندر میں ذرا آگے جا کر، جہاں پانی گہرا ہو، وہاں پر چھوڑ دے، تو وہ تہہ میں چلا جائے گا، انشاء اللہ تعالیٰ۔

لیکن عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ دریا میں یا سمندر میں ڈالنے سے وہ اوراق لہروں کے ساتھ نکل کر کناروں پر آ ہی جاتے ہیں، اور پھر ان کی بڑی بے حرمتی اور بے ادبی ہوتی ہے، اور پھر بعض مرتبہ پانی بھی گندا ہوتا ہے، اس میں اس کی اور زیادہ بے ادبی ہوتی ہے، اس لئے آسان طریقہ یہ ہے کہ اس کو کہیں دفنا دینا چاہیئے، اپنے گھروں میں پرانے اور پھٹے ہوئے اوراق کو بھی بڑے ادب و احترام سے رکھنا چاہیئے، ان کو ایسی جگہ نہیں رکھنا چاہیئے کہ ہوا سے اُڑ کر نیچے گر جائیں، اور ان کی بے ادبی اور بے

حرمتی ہو، ایسے ہی بعض لوگ مسجدوں میں ایسے ہی پھینک دیتے ہیں، **العیاذ باللہ!** اگر مسجدوں کے اندر رکھنا ہو، اور مسجد والوں کی طرف سے اجازت ہو، تو ایسی صورت میں انہیں ادب واحترام کے ساتھ رکھنا چاہئے۔

قرآنِ کریم کا پانچواں حق

قرآن شریف کا پانچواں حق یہ ہے کہ اس کی تلاوت کے وقت یہ دھیان رکھا جائے کہ اللہ تعالیٰ ہم سے باتیں کر رہے ہیں، تو انشاء اللہ تعالیٰ اس سے دل میں بڑی روشنی حاصل ہوگی، یعنی جب بھی قرآن شریف کی تلاوت کریں، تو یہ نیت کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے فرمارہے ہیں کہ تم قرآن شریف پڑھو، میں سن رہا ہوں، تو یہ نیت اور تصور کر کے قرآن شریف پڑھنا شروع کردیں، تھوڑی دیر میں ذہن ہٹ جائے گا، اس کی پروا نہیں کریں، پھر دوبارہ ذہن لگالو، اس طرح جب بھی قرآن شریف کی تلاوت کرو، اور چاہے آہستہ تلاوت کرو، چاہے زور سے تلاوت کرو، چاہے ٹھہر ٹھہر کر تلاوت کرو، اور چاہے جلدی جلدی تلاوت کرو، بس! یہ تصور کرو کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مجھے قرآن شریف سناؤ، اور اللہ تعالیٰ مجھ سے باتیں کر رہے ہیں، میں اللہ تعالیٰ کے کلام کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے باتیں کر رہا ہوں، اس نیت سے قرآن شریف پڑھا جائے گا، تو اس سے دل کے اندر روشنی اور نور پیدا ہوگا، اور اُس سے انشاء اللہ تعالیٰ بہت فائدہ ہوگا، اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیقِ عمل عطا فرمائیں، آمین۔

وَ آخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

❁❁❁

سِلسلہ دَرسِ حیاتُ المسلمین

محبت اور تقویٰ ساتھ ساتھ

(۱۵)

شرحِ روحِ چہارم

بیان نمبر ...... (۳۲)

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم

مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی

مکتبۃ الاسلام کراچی

موضوع : محبت اور تقویٰ ساتھ ساتھ

مقام : جامع مسجد دارالعلوم کراچی ۱۴

تاریخ : ۱۹ اکتوبر ۲۰۱۰ء

دن : منگل

وقت : بعد نمازِ عصر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ نحمدہٗ ونستعینہٗ ونستغفرہٗ ونؤمِنُ بہ ونتوکّل علیہ ونعوذ باللّٰہِ من شرورِ أنفسنا ومن سیئاتِ أعمالنا مَن یّھدہِ اللّٰہُ فلا مضلَّ لہٗ وَمَن یُضللہٗ فلا ھَادِیَ لَہٗ وأشھد أن لّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وحدہٗ لاشریک لہٗ وأشھد أنّ سیّدنا ونَبِیّنَا ومولانَا محمداً عبدہٗ و رسولہٗ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ و أَصحَابِہٖ و بارک وسلَّمَ تسلیمًا کثیرًا کثیرًا.

أمّابعد!

فأعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرّجیم

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرّحیم

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا أَشَدُّ حُبًّا لِلّٰہِ (البقرۃ: آیت ۱۶۵)

میرے قابلِ احترام بزرگو!

حکیم الأمت، مجدد الملّت، حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''حیاتُ المسلمین'' کی روحِ چہارم، یعنی چوتھا باب اللہ جلّ شانہٗ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے بیان میں قائم فرمایا ہے، اس روح میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، احادیث طیبہ کی روشنی میں اللہ جلّ شانہٗ اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی اہمیت، فضیلت اور اس کی ضرورت بیان فرمائیں گے، اور اس باب کی تمام احادیث کا حاصل اور خلاصہ یہ ہے کہ ہر مؤمن کے

دل میں سب سے زیادہ محبت اللہ جلّ شانہٗ اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہونی چاہئے، اللہ تعالیٰ اپنے فضل کرم سے ہم سب کو نصیب فرمائے۔

ہمارا اصل مرض کیا ہے؟

یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت بہت بڑی چیز ہے، اور یوں سمجھنا چاہئے کہ عمل کرانے کی روح ہے، ہمارا سب سے بڑا مرض عمل نہ کرنا، اور برے برے عمل کرنا ہے، جنہیں گناہ کہتے ہیں، یہ ہمارا بنیادی مرض ہے، ہم دین پر نہیں چلتے، شریعت کے مطابق زندگی نہیں گزارتے، شریعت کے مطابق عمل نہیں کرتے، اسے بے عملی کہتے ہیں، اور ساتھ ہی ہمارے اندر ایک یہ عیب بھی ہے کہ ہم طرح طرح کے گناہوں کے اندر مبتلا ہیں، ہمارے ہاتھ بھی گناہوں سے آلودہ ہیں، ہمارے پیر بھی گناہوں سے آلودہ ہیں، ہماری آنکھیں بھی گناہوں سے بھری ہوئی ہیں، ہمارا منہ بھی گناہوں سے بھرا ہوا ہے، ہمارے کان بھی گناہوں سے آلودہ ہیں، ہمارا دماغ بھی گناہوں سے بھرا ہوا ہے، ہم سر سے پیر تک گناہوں سے آلودہ ہیں، اور ہم پر گناہوں کی گندگی اور ناپاکی لگی ہوئی ہے، اسے بدعملی کہتے ہیں۔

یہ بے عملی اور بدعملی ہمارا اصل مرض ہے، اسی کی اصلاح کی اور کرائی جاتی ہے، ہمارے اندر عمل آجائے، اور ہم شریعت کے مطابق زندگی گزارنے والے ہوجائیں، ہمارے اخلاق واعمال، اور عادات واطوار درست ہوجائیں، ہمارا ظاہر بھی شریعت کے مطابق ہوجائے، اور باطن بھی شریعت کے مطابق ہوجائے، ہم گناہوں

سے بچنے والے ہو جائیں، اور غلطی ہو جائے، تو توبہ استغفار کرنے والے بن جائیں، اسی کو اصلاح ہونا کہتے ہیں، اسی کا نام تزکیہ ہے، اسی کو تربیت کہتے ہیں۔

محبت کا مطلوبہ درجہ

اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے جس چیز کی ضرورت ہے، وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت ہے، ہمارے اندر جس درجے کی محبت ہے، اسی درجے کا ہمارے اندر عمل ہے، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہمیں اللہ جل شانہٗ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتنی محبت حاصل ہے کہ ہم صاحبِ ایمان ہیں، اور محبت کا یہ درجہ تو فرض ہے، اور ضروری ہے، محبت کا ایک درجہ یہ ہے کہ ہمارے دل میں اتنی محبت پیدا ہو جائے، جس کی وجہ سے نہ صرف گناہوں سے بچنا آسان ہو جائے، بلکہ گناہ کرنا مشکل ہو جائے، شریعت کے مطابق چلنا نہ صرف آسان ہو جائے، بلکہ شریعت کے خلاف چلنا مشکل ہو جائے، اور آدمی کسی وقت اللہ تعالیٰ کی نافرمانی برداشت نہ کر سکے، یہ درجہ مطلوب ہے، اِس درجہ کو حاصل کرنا واجب ہے۔

حکیم الأمت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب میں احادیث اس لئے تحریر فرمائی ہیں کہ یہ درجہ ہر مسلمان کو حاصل ہو جائے، جب یہ درجہ مسلمان کو حاصل ہو جائے گا، تو انہیں دنیا میں عزت، راحت، صحت، سکون، عافیت اور سلامتی اور آخرت میں بھی کامیابی ہی کامیابی ملے گی، اس لئے اللہ پاک قرآن شریف میں فرماتے ہیں:

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا (۲) وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا

یَحۡتَسِبُ. (الطلاق: آیت ۲، ۳)

ترجمہ

اور جوکوئی اللہ سے ڈرے گا، اللہ اُس کے لئے مشکل سے نکلنے کا کوئی راستہ پیدا کردے گا، اور اُسے ایسی جگہ سے رزق عطا کرے گا جہاں سے اُسے گمان بھی نہ ہوگا۔ (آسان ترجمۂ قرآن)

جوآدمی اللہ تعالیٰ سے ڈرے گا، اور تقویٰ اختیار کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہر تنگی میں، ہر مصیبت میں، اور ہر پریشانی میں راہِ نجات نکال دیں گے، اور اس کو ایسی جگہ سے رزق عطا فرمائیں، جہاں سے روزی ملنے کا وہم وگمان بھی نہیں ہوگا۔

یہاں اللہ تعالیٰ نے تقوی کے دو فائدے بیان فرمائے ہیں، اور تقوی محبت سے حاصل ہوتا ہے۔

تینوں عالم میں امداد ہوگی

دیکھو! ہمارے تین عالم ہیں، عالَم دنیا، عالَم برزخ، عالَم آخرت، فی الحال ہم عالَم دنیا میں ہیں، یہاں سے گزر کر ہم عالَم برزخ میں پہنچیں گے، جس کو قبر بھی کہتے ہیں، قبر ایک منزل کا نام ہے، اور ہم قیامت تک وہیں رہیں گے، ہمارے ماں باپ، بہن بھائی، دوست احباب، عزیز واقارب، اور حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے تک، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے لے کر آج تک جتنے انسان فوت ہوئے، وہ سب عالَم برزخ میں ہیں، عالم برزخ کے

بعد عالَم آخرت ہے، جس میں عالَم قیامت بھی ہے، اور پھر انسانوں کا ٹھکانہ جنت یا دوزخ ہے۔

اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ تینوں جہانوں میں جہاں کہیں بھی کوئی دشواری، کوئی پریشانی اور کوئی تنگی پیش آئے گی، اللہ تعالیٰ ہر جگہ اس کی مدد فرمائیں گے، اور اس تنگی سے اس کو نکال دیں گے، **ویرزقہ من حیث لایحتسب**، اور بے گمان روزی عطا فرمائیں گے، ہم اردو میں "رزق" کو روزی کے معنی میں استعمال کرتے ہیں، یا عام طور پر کھانے پینے کی چیزوں کے لئے استعمال ہوتا ہے، لیکن شریعت کی زبان میں رزق سے مراد ہے: انسان کی ہر ضرورت، انسان کو جب اور جہاں جس عالَم میں جو ضرورت پیش آئے گی، اسے اللہ تعالیٰ پورا فرمادیں گے، اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی، عالَم برزخ میں بھی، عالَم آخرت میں بھی اس کی ہر ضرورت ہر جگہ غیب سے پوری فرمادیں گے، یہ کتنا بڑا فائدہ ہے؟

ہر مشکل کام میں آسانی

دوسری آیت میں ہے:

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجاً (الطلاق: آیت ۲)

ترجمہ

اور جو کوئی اللہ سے ڈرے گا، اللہ اُس کے لئے مشکل سے نکلنے کا کوئی راستہ پیدا کردے گا، (آسان ترجمۂ قرآن)

جو آدمی تقویٰ اختیار کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کے کام آسان کریں گے، دنیا میں بھی اس کے کاموں میں مدد ہوگی، سہولت ہوگی، آسانی ہوگی، قدم قدم پر نصرت ہوگی، اس کے کام بنتے چلے جائیں گے، اس کے کام بگڑنے کے بجائے درست ہوتے چلے جائیں گے، حسبِ منشاء کام ہونے لگیں گے، دنیا میں بھی ایسا ہی ہوگا، مرنے کے بعد بھی ایسا ہی ہوگا، عالَم آخرت میں بھی ایسا ہی ہوگا، یہاں تقوی اختیار کرلو، اور یہ زبردست فائدہ حاصل کرلو کہ قدم قدم پر اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال اور ہر مشکل سے مشکل کام آسان!

گناہوں کی معافی اور اجرِ عظیم

اگلی آیت میں حق تعالیٰ شانہٗ فرماتے ہیں:

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُعْظِمْ لَهٗۤ اَجْرًا

(الطلاق:۵)

ترجمہ

اور جو کوئی اللہ سے ڈرے گا، اللہ اُس کے گناہوں کو معاف کردے گا، اور اُس کو زبردست ثواب دے گا۔ (آسان ترجمہ قرآن)

جو آدمی تقوی اختیار کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کے چھوٹے چھوٹے گناہ تو خود ہی معاف فرمادیں گے، اور اس کے اجر کو بڑھادیں گے، اور عظیم کردیں گے، یہ آخرت کے انعام کا ذکر ہے، کیونکہ آخرت میں انسان کو ان دو چیزوں کی سب سے زیادہ ضرورت پڑے گی کہ اس کے گناہ مٹ جائیں، معاف اور ختم ہوجائیں، کیونکہ جتنے گناہ زیادہ

ہوں گے، آخرت میں اتنی زیادہ ہی مصیبت ہوگی، جتنے گناہ کم ہوں گے، اتنی زیادہ عافیت ہوگی، اور عافیت، آخرت کی کامیابی پر موقوف ہے کہ زیادہ سے زیادہ نیکیاں ہوں، اوران نیکیوں کے اندر وزن زیادہ سے زیادہ ہو، تعداد بہت زیادہ ہو، یا نہ ہو، لیکن وزن اتنا ہو کہ ترازو میں ڈالیں، تو نیکیوں کا پلڑا جھک جائے، تو گناہوں کا پلڑا ہلکا ہو جائے گا۔

محبت کا اعلیٰ درجہ

اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم تقوی اختیار کرلو، ہم تمہارے یہ دونوں کام کردیں گے، تمہارے چھوٹے گناہ خود ہی معاف فرمادیں گے، تمہارے بڑے گناہ توبہ سے معاف ہو جائیں گے، اور تمہارے اجر کو عظیم کردیں گے، تمہارا اجر بڑھا دیں گے، اس طرح سے آخرت میں بخشش کا تسلی بخش انتظام ہو جائے گا، یہ تقوی اللہ تعالیٰ کی محبت سے حاصل ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت دل میں اتنی آجائے کہ اس محبت کے ہونے کی وجہ سے آدمی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچے، یعنی گناہوں سے بچے، اور جتنے اوامر ہیں، یعنی فرائض وواجبات اور سنن و مستحبات ہیں، ان کو حسب موقع اور حسبِ درجہ ادا کرتا چلا جائے، یہ محبت کا سب سے اعلیٰ درجہ ہے۔

محبت کے درجے

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کے تین درجے ہیں: ایک درجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نام اور اللہ تعالیٰ کی شان میں بیان سنتے ہی بے چین

اور بے قرار ہو جائے، دوسرا درجہ یہ ہے کہ اللہ جل شانہٗ کا نام سن کر اور اللہ تعالیٰ کی شان کا بیان سن کر دل میں ایسا جوش اور شوق پیدا ہو جائے کہ عمل کرنے کی رغبت پیدا ہو جائے، یعنی نیک کاموں کو کرنے کی فکر پیدا ہو جائے، اور گناہوں سے بچنے کا خیال آنے لگے۔

تیسرا درجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نام اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کا بیان سنتے ہی ایک دم نیک کاموں کو کرنا شروع کر دے، اور گناہوں سے کوسوں دور بھاگنے لگے۔

نماز پڑھنا اور بدنظری سے بچنا

دیکھو! ایک آدمی نماز وقت پہ پڑھ رہا ہے، نماز پڑھنے میں نہ اس کی دوکان رکاوٹ بن رہی ہے، نہ ملازمت رکاوٹ بن رہی ہے، نہ زراعت رکاوٹ بن رہی ہے، پہلے وہ دوکان پر بیٹھتا تھا، تو نمازیں قضاء کرتا تھا، نوکری پہ جاتا تھا، تو نمازیں قضاء کر دیتا تھا، زراعت میں لگتا تھا، تو نمازیں قضاء کر دیتا تھا، اب یہ حالت ہوگئی کہ نہ اس کو دوکان نماز سے روکتی ہے، نہ زمین روکتی ہے، نہ نوکری روکتی ہے، نہ دوستی روکتی ہے، نہ شادی بیاہ روکتی ہے، نہ تقریبات روکتی ہیں، اور نہ تفریحات روکتی ہیں، وہ تفریح گاہ میں ہو یا تقریب گاہ میں، جہاں بھی ہو، بس! نماز کا پابند رہتا ہے، پہلے بڑے دھڑلے کے ساتھ بدنگاہی کرتا تھا، اور بے خوف وخطر گھورتا تھا، اور اپنی نگاہوں کو غلط جگہ گاڑتا تھا، اور آنکھوں کے گناہوں کے اندر مبتلا رہتا تھا، اب نگاہ ہی نہیں اٹھتی، جہاں جاتا ہے، اپنی نظر نیچی کرتا ہوا جاتا ہے، اچانک نگاہ پڑ جاتی ہے، تو فوراً ہٹا لیتا ہے،

قصداً غلطی ہو جاتی ہے، تو فوراً توبہ کر لیتا ہے، اور اس گناہ سے بچنے کا اہتمام کرتا ہے۔

محبت ایسی چیز ہے

یہ محبت کا سب سے اعلیٰ درجہ ہے، جو سو فیصد ہر آدمی کے اختیار میں ہے، ہر آدمی اس کو اختیار کر سکتا ہے، اور اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے احکام بجالانے میں مشغول کر سکتا ہے، اور اس کی نافرمانی سے دور رکھ سکتا ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی محبت کو اختیار کرنے کا حکم دیا ہے، تو یہ محبت ایسی چیز ہے۔ اس سے اندازہ کرو کہ یہ کتنی اہم چیز ہے، یہ ہماری بیماری کا اصل علاج ہے، اور یوں سمجھنا چاہئے کہ ہمارے اندر اسی کی بہت بڑی کمی ہے، یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، اس کا شکر اور انعام ہے، اس کا احسان عظیم ہے کہ ہمارے دل میں اس درجے کی محبت ہے کہ اس کی وجہ سے ہم صاحبِ ایمان ہیں، اور اللہ پاک نے ہمیں اپنے دین کا کچھ نہ کچھ علم بھی عطا فرمایا ہے، ہم قرآن شریف پڑھتے ہیں۔

سچی اور پکی محبت کا مطالبہ

اب اس بات کی ضرورت ہے کہ ہمارے دل میں مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کی محبت پائی جائے، تاکہ ہمارا ایمان مکمل ہو، قرآن کریم میں اللہ پاک نے اس کا ذکر فرمایا ہے، اور جو آیت میں نے تلاوت کی ہے، اس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

وَالَّذِيْنَ آمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ (البقرۃ: آیت ۱۶۵)

ترجمہ

اور جو لوگ ایمان لا چکے ہیں وہ اللہ ہی سے سب سے زیادہ محبت رکھتے

ہیں۔ (آسان ترجمۂ قرآن)

جو لوگ ایمان لائے، وہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں بہت مضبوط ہیں، اس آیت میں اللہ پاک نے مسلمانوں کی ایک حالت کو بیان فرمایا ہے کہ مسلمان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی پکی محبت ہوتی ہے، اس لئے ہر مسلمان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی نہایت سچی اور پکی محبت ہونی چاہیئے، ہمارے دل کے اندر اس درجہ کی محبت ہو کہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرتے چلے جائیں، اور نافرمانی سے بچتے چلے جائیں، اللہ تعالیٰ نصیب فرمائے، آمین۔

محبت بھاپ کی طرح ہے

اللہ پاک نے حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو مثالیں دینے کا امام بنایا تھا، حضرت ایک بات سمجھانے کے لئے عجیب عجیب مثالیں ارشاد فرمایا کرتے تھے، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک وعظ میں اللہ تعالیٰ کی محبت کو سمجھانے کے لئے ایک مثال دی ہے کہ جیسے ایک ٹرین کا انجن ہو، جس کے پیچھے بیٹھنے کے لئے ڈبّے ہوتے ہیں، اور وہ پٹڑی پر ہو۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دیکھو! انجن کے چلنے کے لئے تین چیزوں کی ضرورت ہے، ایک تو اس کے اندر بھاپ یا بجلی ہونی چاہیئے، آج کل ٹرین بجلی سے چلتی ہے، پہلے بھاپ سے چلتی تھی، نمبر دو، پہیّے صحیح ہونے چاہئیں، پہیّوں کے بغیر تو انجن صحیح نہیں چل سکتا، تیسرے لائن اور پٹڑی ہونی چاہیئے، اگر انجن ہے اور اس کے اندر بجلی اور بھاپ بھی ہے، یعنی اس کا انجن صحیح ہے، پہیّے بھی صحیح ہیں، پٹڑی پر بھی

ہے، اب ذرا اس ٹرین کو چلاؤ، تو فرّاٹے بھرتی ہوئی غائب ہو جائے گی، اور آن کی آن میں منزل مقصود تک پہنچا دے گی، اور فرمایا کہ یہاں بھاپ سے مراد ہے اللہ تعالیٰ کی محبت، یعنی اللہ تعالیٰ کی محبت دل میں ہو، اور پہیے صحیح ہوں، یعنی آدمی صحیح سالم ہو، اور ریل کی پٹڑی سے مراد ہے شریعت، تو آدمی شریعت کی لائن پر چلے، یعنی صراط مستقیم پر چلے، تو آن کی آن میں اللہ تعالیٰ کے قُرب کی منزلیں طے کر لے گا۔

بھاپ سے خالی انجن

اور اگر انجن تو ہے، لیکن اس میں بھاپ ہی نہیں ہے، باقی پہیے بھی موجود ہیں، اور پٹڑی پر بھی کھڑا ہے، تو کیا وہ چلے گا؟ نہیں چلے گا، اس کو دھکا دیں گے تو معمولی سا چلے گا، لیکن اس کی رفتار اتنی سست ہوگی کہ وہ کارآمد نہیں ہوگی، لیکن اس میں خطرہ بھی کوئی نہیں ہے کہ زمین میں دھنس جائے، یا ایکسیڈنٹ ہو جائے، یا گاڑی کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں، انجن پاش پاش ہو جائے، ڈرائیور ہلاک ہو جائے، ایسا بھی کوئی خطرہ نہیں ہے، بس! ٹرین کھڑی رہے گی، یا دھکا لگا کر آہستہ آہستہ تھوڑی بہت چلے گی، یہ اس شخص کی مثال ہے، جو مسلمان ہو، اور شریعت کے اوپر چلنے کے لئے کھڑا بھی ہو، لیکن اس کا دل اللہ تعالیٰ کی محبت سے خالی ہو، تو وہ عمل نہیں کر پائے گا، وہ عمل کے اعتبار سے بہت ہی کاہل اور سست ہوگا، اور یہ مثال ہم پر صادق آتی ہے۔

پٹڑی کے بغیر کیا ہوگا؟

اور فرمایا کہ تیسری مثال ایسی ہے کہ بھاپ بھی ہے، پہیے بھی ہیں، لیکن انجن پٹڑی

سے اُترا ہوا ہے، اب اس کو چلادو، تو ڈرائیور بھی مرے گا، ٹرین میں بیٹھنے والے بھی ہلاک ہوں گے، اور زمین میں دھنستا چلا جائے گا، اور ایکسیڈنٹ ہو جائے گا، اس میں بیٹھنے والے تباہ ہو جائیں گے، ایسی ٹرین منزل تک نہیں پہنچائے گی، فرمایا: یہ اس شخص کی مثال ہے کہ جس کے دل کے اندر محبت تو ہو، لیکن شریعت کی پاسداری نہ ہو، اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی بہت زیادہ محبت ہے، لیکن وہ بدعات اور رسومات میں مبتلا ہے، اور خلافِ شرع زندگی گزار رہا ہے، دعویٰ تو محبت کا ہے، لیکن عمل وغیرہ کچھ نہیں ہے، لہٰذا منزل تک پہنچنے کے لئے ضروری ہے کہ لائن بھی صحیح ہو، اور ٹرین لائن کے اوپر ہو، اور انجن کے اندر بجلی یا بھاپ بھی موجود ہو، پھر ٹرین چلے گی تو منزل تک پہنچادے گی، انسان بہت جلد منزل تک پہنچ جائے گا۔

ان سب مثالوں کو بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہمارے اندر اللہ جلّ شانہ' اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہونی چاہیے، اور اس کا وہ درجہ ہمیں حاصل کرنا چاہیے، جس کے ذریعہ ہم اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرسکیں، اور منزلِ مراد تک پہنچ سکیں۔

تمام چیزوں سے زیادہ محبت

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے آگے یہ حدیث تحریر فرمائی ہے:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین چیزیں جس شخص کے اندر ہوں گی، تو ان کی وجہ سے اس

کو ایمان کی حلاوت اور مٹھاس نصیب ہوگی، اللہ تعالیٰ نصیب فرمائے! حلاوت کا مطلب یہ ہے کہ اس کو ایمان کا مزہ آئے گا، اس کو اپنے دل میں عجیب وغریب انشراح، کیف وسرور محسوس ہوگا، نمبرایک، وہ شخص جس کے دل میں حق تعالیٰ شانہ اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ ہو، اس کو ایمان کی حلاوت اور مٹھاس محسوس ہوگی، اس بات کا مطلب یہ ہے کہ جتنی محبت اللہ تعالیٰ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو، اور کسی سے بھی اتنی محبت نہ ہو، اس کے دل میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے زیادہ محبت ہو۔

صرف اللہ کے لئے محبت

نمبردو: وہ شخص جس کو کسی بندہ سے محض اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے محبت ہو، کسی دنیاوی غرض سے نہ ہو، محض اس وجہ سے محبت ہو کہ یہ اللہ والا ہے، محبت کی بہت ساری غرضیں ہوتی ہیں، کوئی کسی سے خوبصورتی کی وجہ سے محبت کرتا ہے، کوئی کسی کے بااخلاق ہونے کی وجہ سے محبت کرتا ہے، کوئی کسی کے تعلیم یافتہ اور علم وفضل کے ہونے کی وجہ سے محبت کرتا ہے، کوئی کسی کے مالدار ہونے کی وجہ سے محبت کرتا ہے، کوئی کسی کی سخاوت کی وجہ سے محبت کرتا ہے، کوئی کسی کے صحت مند ہونے کی وجہ سے محبت کرتا ہے، اور یہ اس بندہ سے محض اللہ تعالیٰ کے نیک بندہ ہونے کی وجہ سے محبت کرتا ہے کہ فلاں سے مجھے اس لئے محبت ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا نیک بندہ ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار بندہ ہے، اللہ تعالیٰ کا اطاعت شعار بندہ ہے، بس! اس وجہ سے اس کو محبت

ہے، اور کسی وجہ سے محبت نہیں ہے، تو اس کو بھی ایمان کی حلاوت نصیب ہوگی۔

آگ میں جلنے کی طرح ناگوار

نمبر تین: وہ شخص جس کو اللہ پاک نے کُفر سے بچالیا، اور کفر سے بچانے کا مطلب یہ ہے کہ چاہے وہ اس وجہ سے کفر سے بچ گیا کہ شروع ہی سے مسلمان ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہم سب پیدائشی مسلمان ہیں، یا پہلے وہ کافر تھا، پھر اللہ پاک نے توبہ کی توفیق دے دی، اور وہ ایمان لے آیا، اور اب صاحبِ ایمان اور مسلمان بن گیا، تو بہت سے غیر مسلم ایسے ہوتے ہیں، جو پہلے کافر تھے، اور بعد میں کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوگئے، تو جس کو اللہ پاک نے کفر سے بچالیا، کفر سے بچنے کے بعد اس کو کفر کی طرف لوٹنا اس قدر ناپسند ہو، جیسے آگ میں جلنا ناپسند ہے، یعنی جیسے کسی شخص کو کوئی یہ کہے کہ میں تمہیں آگ میں ڈال دیتا ہوں، تو وہ اپنے آپ کو آگ میں ڈالنا گوارا نہیں کرے گا، جہاں تک ہوسکے، اپنی جان کو بچائے گا، تو جیسے انسان کو آگ میں جلنا گوارا نہیں، ایسے ہی مسلمان کو کفر میں مبتلا ہونا کسی قیمت پر گوارا ہو۔

یہ تین افراد ایسے ہیں، جن کے بارے میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو ایمان کی حلاوت اور ایمان کی مٹھاس عطا فرمائیں گے، اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہم سب کو نصیب فرمائیں، آمین۔

وَ آخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سلسلہ درسِ حیاتُ المسلمین

محبت کے اسباب

(۱۶)

شرحِ روحِ چہارم

بیان نمبر ...... (۳۳)

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم

مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی

مکتبۃ الاسلام کراچی

موضوع : محبت کے اسباب

مقام : جامع مسجد دار العلوم کراچی ۱۴

تاریخ : ۲۶ اکتوبر ۲۰۱۰ء

دن : منگل

وقت : بعد نمازِ عصر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد للّٰہ نحمدہٗ ونستعینہٗ ونستغفرہٗ ونؤمِنُ بہ ونتوکّل علیہ ونعوذ باللّٰہِ من شرورِ أنفسنا ومن سیئاتِ أعمالنا مَن یّھدِہِ اللّٰہُ فلا مضلَّ لہٗ وَمَن یُضللہٗ فلا ھَادِیَ لَہٗ وأشھد أن لّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وحدہٗ لاشریک لہٗ وأشھد أنّ سیّدنا ونَبِیّنَا ومولانَا محمداً عبدہٗ و رسولہٗ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہٖ و أَصحَابِہٖ و بارک وسلَّمَ تسلیمًا کثیرًا کثیرًا.

أمّابعد!

فأعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرّجیم

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرّحیم

قُلۡ إِن کُنتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ

(آل عمران: آیت:۳۱)

صدق اللّٰہ العظیم

احسان کی وجہ سے محبت

میرے قابلِ احترام بزرگو!

ایک مسلمان کے دل میں اللہ جلّ شانہ اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے زیادہ محبت ہونی چاہئے، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اس لئے

سب سے زیادہ محبت ہونی چاہئے کہ دنیا میں کسی کو کسی سے محبت تین وجہ سے ہوتی ہے، پہلی وجہ یہ ہے کہ انسان اپنے محسن سے احسان کی وجہ سے محبت کرتا ہے، کسی کا کوئی محسن ہو، جو اس پر احسان کرے، اس کے کام آئے، اس کی مدد کرے، اس کے ساتھ تعاون کرے، آڑے وقت میں اس کے کام آئے۔

چنانچہ آدمی کو اس سے ان احسانات کی وجہ سے محبت ہوتی ہے، آدمی اپنے محسن کا لحاظ کرتا ہے، اس کا خیال کرتا ہے، اس کا احترام کرتا ہے، اور اس سے محبت کرتا ہے، اس وجہ سے کہ وہ اس کا محسن ہے، اس نے اس کے اوپر بڑے احسانات کئے ہیں، ان احسانات کی وجہ سے وہ ان سے محبت کرتا ہے، یہ وجہ اللہ جلّ شانہ میں علی وجہ الکمال پائی جاتی ہے۔

سب سے بڑا محسن کون ہے؟

اللہ جلّ شانہٗ سے بڑھ کر کوئی محسن ہو ہی نہیں سکتا، اللہ تعالیٰ کے تو اتنے احسانات ہیں کہ ہم ان کو شمار بھی کرنا چاہیں، تو نہیں کر سکتے، اللہ تعالیٰ کے ہر بندہ پر اَن گنت اور بے شمار احسانات ہیں، اور ہر احسان اتنا بڑا ہے کہ آدمی ساری عمر سجدہ میں سر رکھ کر اس کا بدلہ ادا کرنا چاہے، تو ادا نہیں کر سکتا، اور ساری دنیا میں جتنے بھی احسان کرنے والے ہیں، حسنِ سلوک کرنے والے ہیں، ہمدردیاں کرنے والے ہیں، مدد کرنے والے ہیں، تعاون کرنے والے ہیں، دنیا کے اندر جتنے بھی محسن ہیں، ان کو اللہ جلّ شانہٗ نے پیدا فرمایا ہے، اور وہ جو جو احسانات کرتے ہیں، وہ بھی اللہ پاک نے عطا فرمائے ہیں۔

معلوم ہوا کہ سارے احسانات کرنے والوں کا سرچشمہ بھی اللہ جلّ شانہ کی ذاتِ گرامی ہیں، اللہ جلّ شانہٗ سب سے بڑے محسن ہیں، وہ سب سے بڑھ کر عطا کرنے والے ہیں، وہ سب سے بڑھ کر مدد کرنے والے ہیں، وہ سب سے بڑھ کر بگڑی بنانے والے ہیں، ان کے احسانات کی کوئی انتہاء نہیں ہے، ان کے احسانات ہمیشہ سے ہیں، اور ہمیشہ رہیں گے، لہٰذا سب سے بڑے محسن اللہ جلّ شانہٗ ہیں، اس وجہ سے ہمیں سب سے زیادہ اللہ جلّ شانہٗ سے محبت ہونی چاہیے۔

اس کے بعد پھر اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے بڑے محسن سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اُن سے محبت ہونی چاہیے، اور مخلوق میں سب سے زیادہ ان سے محبت ہونی چاہیے۔

سخی سے محبت کیوں ہوتی ہے؟

احسان کرنے میں سخاوت بھی داخل ہے کہ انسان کو سخاوت کی وجہ سے بھی محبت ہوتی ہے، کہ کوئی شخص بہت ہی عطا کرنے والا ہے، بہت ہی زیادہ سخی ہے، وہ قدم قدم پہ کام آتا ہے، خدمت کرتا ہے، مال دیتا ہے، کھانا دیتا ہے، کپڑا دیتا ہے، روپیہ پیسہ دیتا ہے، جس چیز کی بھی ضرورت ہو، وہ بے دریغ مہیا کرتا ہے، عطاء وبخشش بہت کرتا ہے، اس وجہ سے آدمی کو اس سے محبت ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کے اندر سخاوت بھی مکمل طور پر پائی جاتی ہے، کہ اللہ جلّ شانہ سب سے بڑھ کر عطا کرنے والے ہیں، وہ سب سے بڑھ کر عنایت کرنے والے ہیں، ان سے بڑھ کر عطا کرنے والا کوئی ہے ہی نہیں، اور ان کے بعد ان کی مخلوق میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی سخی

نہیں، اور کوئی دینے والا نہیں ہے۔

احادیث میں آتا ہے کہ اگر کبھی کوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی چیز مانگتا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی ''نہ'' نہیں فرماتے تھے، اگر فی الحال موجود ہوتا، تو عطا فرمادیتے تھے، ورنہ آئندہ دینے کے لئے فرمادیا کرتے تھے، کہ آئے گا، تو دے دیں گے، سخاوت کی وجہ سے بھی لوگوں کو ایک دوسرے سے محبت ہوتی ہے۔

امام اعظمؒ کی سخاوت کا واقعہ

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ یاد آیا کہ ایک شخص ان کا مخالف تھا، اور طرح طرح سے ان کی برائیاں کرتا رہتا تھا، امام صاحب کو پتہ چلا کہ فلاں میری مخالفت میں طرح طرح کی باتیں کرتا رہتا ہے، تو جب وہ آپ کے خلاف باتیں کرتا، آپ اشرفیاں طشتری میں رکھ کر کپڑا ڈھک کے اس کو بطورِ ہدیہ بھیج دیا کرتے تھے، کچھ دن تو وہ آپ کی برائیاں کرتا رہا، اور آپ کی طرف سے اس کو اشرفیاں پہنچتی رہیں، پھر آہستہ آہستہ اس کو شرم آنے لگی، اور وہ اپنے دل میں کہنے لگا کہ میں کیسا نالائق آدمی ہوں کہ اُن کی برائیاں کرتا ہوں، اور وہ کیسے اچھے آدمی ہیں کہ اس کے بدلے مجھے اشرفیاں ہدیہ میں بھیجتے ہیں، تو ایسے اچھے آدمی کو تو بُرا کہنا صحیح نہیں ہے، تو اس نے امام صاحب کو بُرا بھلا کہنا چھوڑ دیا۔

بُرائیاں نہیں تو ہدیہ بھی نہیں

جب حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو پتہ چلا کہ اب اُس نے بُرا بھلا کہنا

چھوڑ دیا ہے، تو آپ نے ہدیہ بھیجنا چھوڑ دیا، اُس شخص نے کہلا بھیجا کہ حضرت! یہ عجیب معاملہ ہے کہ جب میں آپ کی برائیاں کرتا تھا، آپ کے خلاف باتیں کرتا تھا، آپ میرے پاس ہدیہ بھیجتے تھے، اب جب میں نے آپ کو بُرا بھلا کہنا چھوڑ دیا، آپ نے ہدیہ بھیجنا چھوڑ دیا، یہ کیا بات ہے؟

امام صاحب نے جواب ارشاد فرمایا کہ یہ تو اَدلہ بدلہ تھا، جب تم میری بُرائیاں کرتے تھے، تو میرے پاس اپنی آخرت کی اشرفیاں یعنی نیکیاں بھیجتے تھے، تو مجھے شرم آتی تھی کہ ایک آدمی آخرت کی قیمتی اشرفیاں یعنی نیکیاں میرے پاس بھیجے، میں اس کے پاس دنیا کی حقیرسی اشرفیاں بھی نہیں بھیجوں، میرے پاس اور تو کچھ ہے نہیں، یہ دنیا کی اشرفیاں ہیں، چلو! یہی تمہارے پاس بھیج دوں، اس لئے جب تک تم میری برائیاں کرتے رہے، تو میں یہ اشرفیاں تمہاری نیکیوں کے بدلے بھیجتا رہا، اور جب تم نے ہدیہ بھیجنا چھوڑ دیا، تو میں نے بھی ہدیہ دینا چھوڑ دیا۔

ہدیہ۔۔۔محبت کا ذریعہ

وہ آدمی جو امام صاحب کا مخالف تھا، آپ کے ہدیہ دینے کی وجہ سے، آپ کا احسان مند ہونے لگا، اور اس نے آپ کی برائی کرنا چھوڑ دی، اور جب محبت پیدا ہو جاتی ہے، تو آدمی بُرائی کرنا چھوڑ دیتا ہے، کیونکہ محبت میں تو پیار اور اچھائیاں نظر آتی ہیں، تو امام صاحب کے ہدیہ دینے کی وجہ سے اُس کے دل میں محبت پیدا ہوگئی، اور اُس نے برائی کرنا چھوڑ دی، تو جو آدمی عطا و بخشش کرتا ہے، قدم قدم پر مدد کرتا ہے، آڑے

وقت میں کام آتا ہے، تو آدمی کو اس سے خود بخود محبت ہو جاتی ہے، چاہے پہلے وہ آپ کا مخالف ہی کیوں نہ ہو، یہ انسان کی فطرت ہے۔

بلا امتیاز نوازنے والی ذات

اللہ جلّ شانہٗ سے بڑھ کر کون عطا کرنے والا ہے؟ ان کی عطا کے بارے میں قرآن شریف میں ہے کہ ''عَطَاءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ'' ان کی عطا غیر منقطع ہے، اللہ تعالیٰ کی عطا اتنی ہے کہ کبھی ختم نہیں ہوسکتی، ان کی صفتِ عطا ہمیشہ سے ہے، اور ہمیشہ رہے گی، وہ ہمیشہ سے اپنی مخلوق کو عطا کرتے آرہے ہیں، یہاں تک کہ اپنے مخالفین کو بھی نوازتے آرہے ہیں، دنیا میں دیکھ لو، کہ جو کافر اور مشرک ہیں، ملحد اور بے دین ہیں، ان کو بھی اللہ تعالیٰ نے کتنا نوازا ہوا ہے! ان کو دنیا کتنی دے رکھی ہے! ان کو کھانے کو بھی دے رہے ہیں، پینے کو بھی دے رہے ہیں، اور پہننے کو بھی دے رہے ہیں، اُن کو ہر طرح کی سہولتیں دے رکھی ہیں، حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کو نہیں مانتے، ان سے بڑھ کر کس کی شان ہوگی؟ اللہ تعالیٰ کی شانِ عطا ایسی ہے، اُن کی عطا ہے تو کافر بھی کھا پی رہے ہیں، اور موج کر رہے ہیں۔

کمال کی وجہ سے محبت

کسی سے محبت کرنے کی دوسری وجہ اس کا کمال ہوتا ہے، مثلاً وہ تقریر بہت اچھی کرتا ہے، جادو بیان ہے، تو اُس کے جادو بیان ہونے کی وجہ سے اُس سے محبت ہوگی، حضرت مولانا طارق جمیل صاحب بہترین مقرر ہیں، ماشاء اللہ کتنے مقبول ہیں؟ اللہ تعالیٰ

نے ان کو عجیب اندازِ خطاب عطا فرمایا ہے، جہاں اعلان ہو جائے کہ مولانا طارق جمیل صاحب تشریف لا رہے ہیں، تو جوق در جوق لوگ وہاں پہنچنا شروع ہو جاتے ہیں۔

کسی کی تحریر بڑی شاندار اور خوشخط ہے، تو اُس کی اچھی تحریر کی وجہ سے اُس سے محبت ہوگی، فلاں بڑے اعلیٰ درجے کا ڈاکٹر ہے، وہ اپنے فن کا ایسا ماہر ہے کہ مایوس سے مایوس مریض بھی صحت یاب ہو کر آتا ہے، فلاں بے مثال ہے، اس کا حافظہ غضب کا ہے۔

صاحبِ کمال کی مقبولیت

تو کسی میں کوئی کمال ہوتا ہے، اور کسی میں کوئی کمال ہوتا ہے، جس کی وجہ سے آدمی اُس سے محبت کرتا ہے، لوگ کمال کی وجہ سے محبت کرتے ہیں، اور اس کمال کی وجہ سے لوگ کھنچے چلے آتے ہیں، اس سے محبت کرتے ہیں، اس سے تعلق رکھنا پسند کرتے ہیں، اُس سے ملنا پسند کرتے ہیں، اُسے دیکھنا پسند کرتے ہیں، چاہے دینی کمال ہو یا دنیاوی کمال ہو، ہر کمال ایسا ہے، جس کی وجہ سے لوگ متاثر ہو جاتے ہیں۔

بعض اللہ والے بہت ہی زیادہ مقبول ہوتے ہیں، اُس مقبولیت کا اثر یہ ہے کہ مخلوق اُن کی طرف رجوع کرتی ہے، اور اُن سے محبت کرتی ہے، تو کمال کی وجہ سے بھی محبت ہو جاتی ہے۔

سارے کمالات کا سرچشمہ

اللہ تعالیٰ کے برابر کس میں کمال ہو سکتا ہے؟ دنیا میں جتنے بھی باکمال گزرے

ہیں، اور اُن کے اندر جو کمالات تھے، وہ سب اللہ تعالیٰ کے عطا کیے ہوئے ہیں، باکمال لوگ بھی اللہ تعالیٰ کے پیدا کیے ہوئے ہیں، اور اُن کو جو کمالات ملے ہوئے ہیں، وہ بھی اللہ تعالیٰ کے عطا کیے ہوئے ہیں، تو اللہ تعالیٰ سارے کمالات کا سرچشمہ ہیں، لہٰذا اس کا تقاضا یہ ہے کہ سب سے زیادہ محبت اللہ تعالیٰ سے ہونی چاہئے، اور آپ کے بعد مخلوق میں سب سے زیادہ باکمال جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے زیادہ محبت ہونی چاہئے۔

خوب صورتی کی وجہ سے محبت

محبت ہونے کی چوتھی وجہ یہ ہے کہ آدمی کو خوب صورتی کی وجہ سے محبت ہوتی ہے، چاہے خوب صورت انسان ہو، چاہے خوبصورت جانور ہو، چاہے خوبصورت پھول ہو، چاہے خوبصورت درخت ہو، یا خوبصورت لان ہو، یا خوبصورت مکان ہو، جہاں خوبصورتی پائی جاتی ہے، وہاں چاہت اور طبیعت کا میلان پایا جاتا ہے، جب دنیا میں کسی خوب صورت چیز کو دیکھنے سے اس کی طرف طبیعت کا میلان ہوتا ہے، اُس کی طرف دل میں کشش محسوس ہوتی ہے، اور اُس کی محبت دل میں آتی ہے، تو جو ساری خوب صورتیوں کا پیدا کرنے والا ہے، تو وہ خود کتنا خوبصورت ہوگا! تو دل میں اس کی کس قدر محبت ہونی چاہئے؟ ایک شعر یاد آیا ؂

داستانِ حسن جب پھیلی تو لا محدود تھی
اور جب سمٹی تو تیرا نام ہو کر رہ گئی

کہ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کون حسین اور جمیل ہوسکتا ہے؟ انہوں نے جو اتنی خوبصورت چیزیں پیدا کی ہیں، تو وہ خود کتنے خوبصورت ہوں گے؟

اللہ تعالیٰ کے حسن و جمال کا حال

حدیث میں آتا ہے کہ جب جنت میں جنتیوں کو اللہ جلّ شانہ' کی زیارت نصیب ہوگی، تو لوگ اللہ تعالیٰ کی زیارت میں سب سے زیادہ محو اور گم ہوں گے، اور اس وقت ان کو جنت کی کوئی چیز بھی اچھی نہیں معلوم ہوگی، حالانکہ جنت کی نعمتیں ایسی ہیں کہ اگر جنت کی ایک نعمت بھی دنیا میں آجائے، تو اس کے آگے دنیا کی ساری نعمتیں ماند پڑ جائیں، اگر جنت کی صرف ایک عورت ہی دنیا میں جھانک لے، تو دنیا روشن ہو جائے، ایسی خوب صورت چیزیں اللہ پاک نے جنت میں پیدا فرمائی ہیں، لیکن وہ ساری خوب صورت سے خوب صورت نعمتیں اور چیزیں اللہ جلّ شانہ' کا جمال جہاں آراء دیکھنے کے وقت ہیچ، کمتر اور حقیر معلوم ہوں گی، لہذا سب سے زیادہ محبت جمال کی وجہ سے بھی اللہ تعالیٰ سے ہونی چاہئے، اور اللہ جلّ شانہ' کے بعد مخلوق میں سب سے زیادہ حسین و جمیل سرکارِ دو عالم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ کسی ماں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر حسین نہیں جنا۔

محبت کے اصل حقدار

احسان کی صفت کی وجہ سے بھی آدمی کو محبت ہوتی ہے، کمال کی وجہ سے بھی آدمی کو محبت ہوتی ہے، جمال کی وجہ سے بھی آدمی کو محبت ہوتی ہے، ان تین وجوہات کی وجہ

سے مخلوق ایک دوسرے سے محبت کرتی ہے، تو یہ تینوں کی تینوں صفات بدرجۂ اتم اور علی وجہ الکمال اللہ جلّ شانہٗ کی ذات اقدس کے اندر پائی جاتی ہیں، اس لئے سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے محبت ہونی چاہئے، ایک شاعر کہتا ہے کہ ؎

وادی میں آبشار میں، جنگل میں کوہسار میں
مجھ کو تیری تلاش ہے

اور یہی تینوں کمالات اللہ تعالیٰ کے بعد اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کے اندر پائے جاتے ہیں، لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی سب سے زیادہ محبت ہونی چاہئے، اسی لئے سب سے زیادہ محبت اللہ جلّ شانہٗ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہونی چاہئے۔

کامل مؤمن کی نشانی

اسی بات کو حکیم الأمت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے احادیث طیبہ کی روشنی میں اس روح کے اندر ثابت کیا ہے، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

''تم میں سے کوئی شخص کامل مؤمن نہیں ہوسکتا، جب تک میرے ساتھ اپنے والد، اپنی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبت نہ کرے''۔

یعنی مؤمن کے ایمان کا کمال اس پر موقوف ہے کہ اس کے دل میں اپنے والدین سے بھی، اپنی اولاد سے بھی اور تمام لوگوں سے زیادہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ

علیہ وسلم کی محبت ہو۔

فاروق اعظمؓ کا اشکال

اگلی حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

"کوئی شخص مؤمن نہیں ہوسکتا (یعنی کامل مؤمن نہیں ہوسکتا) جب تک میرے ساتھ اپنے اہل وعیال اور گھر والوں سے زیادہ محبت نہ رکھے"۔

تو ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (یہ بات سن کر) عرض کیا کہ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! بے شک! مجھ کو تمام لوگوں سے زیادہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے، سوائے اپنی جان کے، یعنی مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اپنی جان کی محبت کے برابر معلوم نہیں ہوتی، بلکہ اپنی جان کی محبت زیادہ معلوم ہوتی ہے، سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم! جس کے قبضے میں میری جان ہے، تم اس وقت تک کامل مؤمن نہیں ہوسکتے، جب تک مجھ سے اپنی جان سے بھی زیادہ محبت نہ رکھو۔

حدیث کی تشریح

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سن کر عرض کیا، اب تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب معلوم ہوتے ہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے عمر! اب کامل مؤمن بنے۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس بات کو آسانی سے یوں سمجھو کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں پہلے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اپنی جان سے زیادہ تھی، لیکن جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی، تو انہوں نے غور نہیں فرمایا تھا، جب آپؓ نے غور کیا تو سوچنے سے معلوم ہوا کہ اگر جان دینے کا موقع آ گیا، تو یقینی بات ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جان بچانے کے لئے ہر مسلمان اپنی جان دینے کے لئے تیار ہو جائے گا، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی حفاظت کی خاطر ہر مسلمان جان دینے کے لئے تیار رہتا ہے، تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کر دیا کہ اب تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم جان سے بھی زیادہ پیارے معلوم ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے کیوں محبت کریں؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے محبت رکھو، اس وجہ سے کہ وہ تم کو غذا میں اپنی نعمتیں دیتا ہے، اور مجھ سے محبت کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ کو مجھ سے محبت ہے۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ کے روٹی دینے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے محبت کرو، بلکہ آسانی سے سمجھانے کے لئے فرمایا کہ اگر تم کو اللہ تعالیٰ کے دوسرے کمالات اور احسانات یاد نہ ہوں، اور تمہیں دوسری خوبیاں معلوم نہ ہوں، تو تم کو روزمرہ کی ملنے والی نعمتیں تو معلوم ہیں کہ اللہ تعالیٰ

تم کو روزانہ تین ٹائم کھانے کے لئے عطا فرماتے ہیں، پہننے کے لئے عطا فرماتے ہیں، رہنے کے لئے عطا فرماتے ہیں، تو یہ بھی اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام واحسان ہے، جن لوگوں کو کھانے کو نہیں ملتا، پینے کو نہیں ملتا، پہننے کو نہیں ملتا، رہنے کو نہیں ملتا، اُن سے پوچھو کہ وہ کتنی تکلیف میں ہیں۔

یہاں اللہ پاک روزانہ تمہارے کھانے، پینے، پہننے اور دیگر ضروریات کو اپنے فضل سے پوری فرماتے ہیں، تو اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے محبت کرلو، حاصل یہ کہ تم کو اللہ تعالیٰ کے جو احسانات اور انعامات معلوم ہیں، انہی کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ سے محبت کرو، اور سب سے زیادہ محبت کرو۔

شکر گزار بننے کا طریقہ

اگر انسان غور کرے، تو اللہ تعالیٰ کے انعامات اور احسانات باآسانی یاد کرسکتا ہے، ہر بندہ، ہر بندی روزانہ صرف دس منٹ اللہ تعالیٰ کے انعامات کو سوچا کرے، اللہ تعالیٰ نے ہم کو فی الحال جو نعمتیں دے رکھی ہیں، ظاہر میں بھی، باطن میں بھی، اور ظاہر و باطن کے علاوہ گردو پیش میں بھی جو جو نعمتیں اللہ جلّ شانہٗ نے اپنے فضل وکرم سے عطا فرمائی ہیں، اُن کو سوچا کرے، اور بس سوچتا ہی رہے، مثلاً کپڑے کو سوچے تو کپڑے ہی میں اتنی بے شمار اور اَن گنت صورتیں نکلتی چلی جائیں گی کہ ان شاء اللّٰہ اُس کی انتہاء نہیں ہوگی، کھانے کے اندر، پینے کے اندر، پہننے کے اندر، رہنے کے اندر، اور جسم کے اندر اور جسم کے باہر، اور پھر گھر والوں میں، پڑوسیوں میں، اعزہ واقارب اور دوست

احباب وغیرہ میں، نعمتوں کا کوئی شمار ہی نہیں، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا (النحل: آیت ۱۸)

ترجمہ

اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو گننے لگو، تو اُنہیں شمار نہیں کر سکتے۔ (آسان ترجمہ القرآن)

تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار بھی کرنا چاہو، تو شمار نہیں کر سکتے، شروع میں تھوڑی سی نعمتیں یاد آئیں گی، اور ذہن بند ہو جائے گا، لیکن اگر روزانہ، بلا ناغہ یہ معمول چلتا رہے گا، تو اُس سے اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں کا استحضار ہوگا، اور جتنا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا استحضار ہوگا، اللہ تعالیٰ کی محبت میں اتنا ہی اضافہ ہوگا، اور جتنا اللہ تعالیٰ کی محبت میں اضافہ ہوگا، اُن کی اطاعت میں اتنا ہی اضافہ ہوگا، اور اطاعت میں اضافہ ہی مطلوب اور مقصود ہے۔

محبت اور معیت ساتھ ساتھ

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنے کی ایک عجیب وغریب فضیلت بیان فرماتے ہیں، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! قیامت کب قائم ہوگی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے اس کے لئے کیا تیاری کی ہے؟ جو اتنا شوق ہے، تو اُن صحابی نے عرض کیا کہ حضور! میں نے بہت زیادہ نماز، روزہ کا سامان تو نہیں کیا، مگر اتنی بات ہے کہ میں

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہوں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن ہر شخص اُسی کے ساتھ ہوگا، جس سے وہ محبت رکھتا ہوگا، اور تجھے میرا ساتھ نصیب ہوگا، اللہ اکبر! جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت نصیب ہوگی، تو اللہ تعالیٰ کی محبت بھی نصیب ہوگی۔

حضراتِ صحابہ کرامؓ کا غم

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے مسلمانوں کو اسلام لانے کے بعد کسی اور بات پر اتنا خوش نہیں دیکھا، جتنا اس خوشخبری پر خوش ہوتے ہوئے دیکھا، اس لئے کہ یہ بہت بڑی بشارت ہے، حضرات صحابۂ کرام دل وجان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان تھے، اور وہ یہ سمجھتے تھے کہ ہمیں دنیا میں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت ومعیت وصحبت ہر دم حاصل ہے، لیکن آخرت میں جانے کے بعد اگر ہم جنت میں چلے بھی گئے، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ کیسے ہوں گے؟ اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو تمام انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے سردار ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہاں بہت ہی اونچا مقام ہوگا، ہم کہاں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کہاں؟ تو اگر ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت نصیب نہ ہوئی، تو ہم تو بڑے محروم رہ جائیں گے، یہ غم تھا صحابہ کرامؓ کو۔

دو انتہائی خوشی کی باتیں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بشارت نے ان کا یہ غم دور فرمادیا، اس لئے اُن

کو اِن دو باتوں پر سب سے زیادہ خوشی ہوئی، ایک اس بات پر خوشی ہوئی کہ جب اللہ تعالیٰ نے اُن کو اسلام کی نعمت سے سرفراز فرمایا، ایمان کی دولت عطا فرمائی، بلاشبہ! یہ بہت بڑی نعمت اور بہت بڑی دولت ہے، اس پر جتنا بھی شکر ادا کیا جائے، کم ہے، یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام اور احسان ہے، اس پر ہمیں شکر ادا کرنا چاہئے، اور دوسری دولت یہ عطا فرمائی کہ جس آدمی کو جس سے محبت ہوگی، کل قیامت میں وہ اس کے ہمراہ ہوگا، چنانچہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک دوسری روایت میں یہ ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں اللہ تعالیٰ سے، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے محبت کرتا ہوں، اوران سے محبت کا مطلب یہ ہے کہ پھر عمل چاہے کم ہو، لیکن محبت کی بدولت اللہ تعالیٰ ان کے ہمراہ کردیں گے، دیکھو! اللہ اوراس کے رسول سے محبت کرنے کا کتنا بڑا فائدہ ہے؟ اس کا کتنا بڑا اصلہ ہے؟ کہ اگر اللہ اوراس کے رسول کی محبت اوروں کی محبت سے زیادہ ہوگی، توان شاء اللہ، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمراہی نصیب ہوگی، ان کی جوتیوں میں جگہ مل جائے گی، اور جہاں وہ جائیں گے، ان سے محبت کرنے والا بھی وہاں جائے گا۔

محبت کا جھوٹا دعویٰ

اس لئے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ ہر مسلمان مرد وعورت کو چاہئے کہ اپنے دل میں اللہ اوراس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سب سے زیادہ رکھے، اور اللہ تعالیٰ کی محبت کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ آدمی باعمل ہو، یعنی سچی محبت کی

علامت، عمل ہے، جس کے دل میں جتنی زیادہ اللہ تعالیٰ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہوگی، اُتنا ہی وہ باعمل ہوگا، اُتنا ہی وہ شریعت کے مطابق چلنے والا ہوگا، اور اتنا ہی زیادہ وہ گناہوں سے بچنے والا ہوگا، اور اگر خدانخواستہ اس کے اعمال تو شرع کے مطابق ہیں نہیں، زندگی تو خلافِ شرع گزر رہی ہے، اور دعوی کرتا ہے محبت کا، تو وہ اپنی محبت کے دعوے میں جھوٹا ہے۔

میری تابعداری کرو

اس آیت میں اللہ پاک نے یہ فرمایا کہ:

قُلْ اِنْ کُنتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰهُ

(آل عمران: آیت: ۳۱)

ترجمہ

(اے پیغمبر! لوگوں سے) کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا۔ (آسان ترجمۂ قرآن)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تابعداری کرنے کو بتلایا ہے کہ تمہاری محبت کی دلیل یہ ہے کہ میری تابعداری کرو، میری سنتوں پر چلو، میرے طریقے پر چلو، تاکہ محبت کے ساتھ ساتھ عمل بھی ہو، اور محبت پیدا کرنے کا مقصد ہی یہی ہے، کہ جتنی زیادہ محبت ہوگی، اُتنا ہی زیادہ اُس کے اندر عمل ہوگا، اور جتنا عمل ہوگا، اتنا ہی قُرب ہوگا، کیونکہ بغیر عمل کے اللہ تعالیٰ کا قُرب حاصل نہیں ہوسکتا، نیک اعمال سے قرب حاصل ہوتا ہے،

اور گناہوں سے دوری ہوتی ہے۔

بہت بڑی بشارت

محبت کا تقاضایہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دور کرنے والے کاموں سے بچے، اور قریب کرنے والے کاموں کو کرے، قریب کرنے والے نیک اعمال ہیں، دور کرنے والے گناہ ہیں، اُن سے بچے، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے فائدے میں تحریر فرماتے ہیں:

''اس حدیث میں مسلمانوں کے لئے کتنی بڑی بشارت ہے کہ (فرائض وواجبات کی ادائیگی ہو، اور حلال وحرام کالحاظ ہو، اس کے علاوہ) اگر زیادہ عبادت کا ذخیرہ نہ بھی ہو (تب بھی صرف) اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے اتنی بڑی دولت مل جائے گی، (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمراہی آخرت میں نصیب ہوجائے گی)۔''

اللہ تعالیٰ ہم سب کو نصیب فرمائیں، آمین۔

وَ آخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سلسلہ درسِ حیات المسلمین

محبت، مقامِ فنائیت کا ذریعہ

(۱۷)

شرحِ روحِ چہارم

بیان نمبر ...... (۳۴)

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم

مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی

مکتبۃ الاسلام کراچی

موضوع : محبت، مقامِ فنائیت کا ذریعہ

مقام : جامع مسجد دار العلوم کراچی ۱۴

تاریخ : ۲ نومبر ۲۰۱۰ء

دن : منگل

وقت : بعد نمازِ عصر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ نحمدہٗ ونستعینہٗ ونستغفرہٗ ونؤمِنُ بہ ونتوکّل علیہ ونعوذ باللّٰہِ من شرورِ أنفسنا ومن سیئاتِ أعمالنا مَن یّھدہِ اللّٰہُ فلا مضلَّ لہٗ وَمَن یُضللہٗ فلا ھَادِیَ لَہٗ وأشھد أن لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وحدہٗ لاشریک لہٗ وأشھد أنّ سیّدنا ونَبِیّنَا ومولانَا محمداً عبدہٗ و رسولہٗ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہٖ و أَصحَابِہٖ و بارک وسَلَّمَ تسلیمًا کثیرًا کثیرًا.

أمّابعد!

فأعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرّجیم

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرّحیم

قُلْ إِن کُنتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ

(آل عمران: آیت:۳۱)

صدق اللّٰہ العظیم

محبت اور تواضع کا باہمی رشتہ

میرے قابلِ احترام بزرگو!

اللہ جلّ شانہٗ کی محبت ایسی عظیم دولت اور نعمت ہے کہ اگر کسی کے دل میں اس درجے میں پیدا ہوجائے کہ اللہ جلّ شانہٗ کے علاوہ کی محبت مغلوب ہوجائے، اور اللہ

جلّ شانہٗ کی محبت غالب ہو جائے، تو بندہ کے دل میں عجیب عجیب خوبیاں اور کمالات پیدا ہو جاتے ہیں۔ جن میں سے ایک کمال اور خوبی یہ ہے کہ اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی بڑائی آ جاتی ہے، اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کی کبریائی چھا جاتی ہے، اور اس کے نتیجے میں بندہ کے دل میں اپنے بارے میں اور اپنے ان اعمال کے بارے میں، جن کی اس کو توفیق ہوتی ہے، عاجزی، انکساری، خاکساری اور فنائیت پیدا ہو جاتی ہے، اور یہ بہت بڑا کمال ہے، یہ بہت بڑی نعمت ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہم سب کو نصیب فرمادے!

ساری شریعت اور ساری طریقت کا خلاصہ اور لُبّ لُباب یہی ہے کہ بندہ کے دل میں اللہ جلّ شانہٗ کی محبت، ماسوا کی محبت پر غالب آ جائے، اور بندہ اپنے دل میں اپنے آپ کو کچھ نہ سمجھے، اس کے دل میں ایک طرف محبت اور عشق پیدا ہو جاتا ہے، جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا راستہ بے انتہاء آسان ہو جاتا ہے، شریعت پہ چلنا اور شریعت کے مطابق زندگی گزارنا آسان ہو جاتا ہے، اور دوسری طرف وہ اپنے آپ کو کچھ نہیں سمجھتا، اس کے تکبّر، غرور اور بڑائی کی جڑ کٹ جاتی ہے۔

چالیس سال تک رحمت کا بیان

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے کون واقف نہیں ہے؟ وہ کس پائے کے بزرگ ہیں، ایک پورا سلسلۂ قادریہ ان کی طرف منسوب ہے، ان کے سلسلے میں ہزاروں بزرگانِ دین ہیں، اور خود حضرت کی شان یہ تھی کہ چالیس سال تک اللہ

تعالیٰ کی رحمت کے موضوع پر بیان کرتے رہے، چالیس سال کسے کہتے ہیں؟ اُن کا کیا علم ہوگا؟ اور کیا علم کے اندر گہرائی ہوگی؟ چالیس سال تک اللہ تعالیٰ کی رحمت بیان کرنے کے بعد ایک دن خیال آیا کہ اتنا عرصہ ہوگیا ہے، کہیں لوگ اللہ تعالیٰ کی رحمت سنتے سنتے جری نہ ہوجائیں، بے خوف نہ ہوجائیں، لہٰذا خوفِ خدا پر بھی بیان ہونا چاہئے، تو ایک دن خوفِ خدا پر بیان فرمایا، تو خوفِ خدا کے بیان کا اتنا اثر ہوا کہ کئی آدمیوں کا جلسہ ہی میں انتقال ہوگیا، اور جب مجلس برخاست ہوئی، تو ان کا جنازہ اٹھا، دن گزرا، رات آئی، خواب میں حضرت شیخ پر من جانب اللہ عِتاب اور تنبیہ ہوئی، اور حق تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا ہماری رحمت چالیس سال میں ختم ہوگئی؟ ہمارے بندوں کو اتنا کیوں ڈراتے ہو؟ بس! ہماری رحمت ہی بیان کیے جاؤ، ان کا اتنا اونچا مقام ہے کہ آپؒ کے ہاتھ پر لاکھوں کافر مسلمان اور مشرف با اسلام ہوئے ہیں۔

حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ کی درخواست

حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ اس پائے کے بزرگ ہیں کہ جب وہ حج کو تشریف لے گئے، تو بیت اللہ کا پردہ پکڑ کر اور رو رو کر یہ دعا کر رہے تھے کہ

من نگویم کہ طاعتم بپذیر
قلمِ عفو بر گناہ ہم کش

یا اللہ! میں آپ سے یہ نہیں عرض کرتا کہ آپ میری عبادت اور طاعت قبول کرلیجئے، کیونکہ میری طاعت اور عبادت آپ کے لائق نہیں ہے، جتنی میں نے اطاعت

کی ہے، عبادت اور فرمانبرداری کی ہے، ذکر کیا ہے، تسبیح پڑھی ہے، تلاوت کی ہے، کوئی سا بھی نیک عمل آپ کی شان کے لائق نہیں ہے، کوئی بھی آپ کی بارگاہ میں پیش کرنے کے قابل نہیں ہے، اس لئے میں یہ نہیں کہتا کہ آپ میری عبادتیں قبول فرمالیجئے، وہ اس لائق نہیں ہیں کہ آپ کی بارگاہ میں پیش ہوں، اور قبول کرنے کے لائق ہوں۔ بس! میری تو ایک ہی درخواست ہے کہ میں خطا کار ہوں، سیاہ کار ہوں، گنہگار ہوں، میرے گناہوں پر معافی کا قلم پھیر دیجئے۔

اتنے بڑے شیخ کا مقامِ فنائیت

اب اتنا بڑا شیخ، اتنا بڑا اللہ والا، ہزاروں، لاکھوں کو مسلمان کرنے والا، ہزاروں لاکھوں کی زندگی کی کایا پلٹنے والا، خود بھی رات دن اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہنے والا، ایک زبردست سلسلے کا بانی، لیکن اللہ تعالیٰ کی محبت دل میں ہونے کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو مٹائے ہوئے ہیں، انہیں اللہ تعالیٰ کی عظمت، اس کی بڑائی، اور اس کی کبریائی کے سامنے اپنی نیکیاں بھی نیکیاں معلوم نہیں ہو رہیں، اور اپنی کسی بھی نیکی کو بھی قبول ہونے کے لائق نہیں سمجھ رہے، اپنی نیکیوں کا تو کوئی ذکر ہی نہیں کر رہے، یہ کہہ رہے ہیں کہ یا اللہ! وہ تو اس لائق نہیں ہیں کہ قبول کی جائیں، یہ نیکیاں ہماری خطائیں ہیں جو معافی کے قابل ہیں، ان خطاؤں کو آپ کی بارگاہ میں پیش کر کے عرض کرتا ہوں، کہ یا اللہ! میری خطاؤں کو معاف فرما دے، میرے گناہوں کو معاف فرما دے، تو میرے لئے یہ بہت بڑی سعادت ہے، یہ بہت بڑی نعمت ہے، اور بہت

بڑی دولت ہے، اللہ تعالیٰ کی محبت کی وجہ سے ان کے اندر یہ زبردست کیفیت پیدا ہوئی کہ اتنے بڑے بزرگ، اللہ والے اور عالم ہونے کے باوجود اپنی نیکیوں کو قابل قبول نہیں سمجھ رہے، ان نیکیوں کو اپنی خطائیں سمجھ کر معافی مانگ رہے ہیں۔

غرور کا علاج

اس لئے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اپنے دل میں اللہ جل شانہٗ کی محبت پیدا کرو، سرکارِ دو عالم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پیدا کرو، اور اتنی محبت پیدا کرو کہ اس کے ماسوا کی محبت پر غالب ہو جائے، تو تمہارے دل میں بھی اللہ تعالیٰ کی عظمت آئے گی، بڑائی آئے گی، بزرگی آئے گی، ان کی ہیبت آئے گی، کبریائی آئے گی، پھر تم بھی اپنے آپ کو مٹانے والے بن جاؤ گے۔ جب تک یہ خودی نہیں مٹے گی، کام نہیں چلے گا۔ اور ہمارا حال یہ ہے کہ نہ کوئی عبادت ہے، نہ کوئی ذکر ہے، نہ کوئی تسبیح ہے، نہ کوئی تلاوت ہے، نہ فرائض و واجبات کا اہتمام ہے، اور نہ گناہوں سے بچتے ہیں، بس! علم کا غرور ہے کہ میں تو مولانا ہوں، میں اللہ والا ہوں، میں ایسا ہوں، میں ویسا ہوں، لوگوں کے دلوں میں میری بڑائی بیٹھنی چاہئے، لوگوں کو میرا احترام کرنا چاہئے، میرا ادب کرنا چاہئے، میں جہاں جاؤں، لوگ مجھے جگہ دیں، خود اپنی جگہ سے اٹھیں اور مجھے بٹھائیں، میری جوتیاں اٹھائیں۔

یہ سب بڑے پن کی باتیں ہیں، جبکہ فنائیت کی باتیں اسی وقت آدمی اختیار کرتا ہے، جب اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت غالب ہو جاتی ہے، جب اللہ تعالیٰ کی

محبت دل میں چھا جاتی ہے، تو پھر آدمی کو اپنا خیال بھی نہیں آتا، اور خیال آتا بھی ہے، تو فوراً یہ احساس ہو جاتا ہے کہ میری ہستی کیا؟ اور میرے اعمال کیا؟ اور وہ اس شعر کا مصداق بن جاتا ہے ۔

مجھے خاک میں دبادو میری خاک بھی اڑادو
تیرے نام پر مٹا ہوں مجھے کیا غرض نشاں سے

وہ فنافی اللہ ہو جاتا ہے، وہ فنائیت کے مقام پر فائز ہو جاتا ہے، اس کو تواضعِ تامّ یعنی کامل تواضع حاصل ہو جاتی ہے، بس! اللہ تعالیٰ کی محبت ہی محبت دل میں رہ جاتی ہے، اور سب کچھ ختم ہو جاتا ہے۔

محبت کرنے والوں سے محبت ہو جاتی ہے

اس کا حال یہ ہوتا ہے ۔

یا رب! تیرے عشاق سے ہو میری ملاقات
قائم ہیں جن کے فیض سے یہ ارض و سمٰوات

اور دل سے یوں کہتا ہے ۔

جی چاہتا ہے کہ جا کے ایسی جگہ رہوں
رہتا ہو جہاں کوئی درد بھرا دل لئے ہوئے

اللہ تعالیٰ کی محبت کا ایک فائدہ یہ بھی ہوتا ہے کہ اس کو اللہ والوں سے محبت ہو جاتی ہے، اور جو لوگ دین سے آزاد اور دین سے دور ہیں، ان سے نفرت ہو جاتی ہے، اس کی پہلے یہ حالت تھی کہ اللہ والوں سے دل گھبراتا تھا، وہاں جانے کو جی نہیں

چاہتا تھا، ان کے پاس بیٹھنے کو طبیعت نہیں چاہتی تھی، ان کی باتیں سننے سے دل گھبراتا تھا، اب معاملہ الٹ ہو گیا، اب دین سے آزاد لوگوں کے پاس بیٹھنے کو طبیعت نہیں چاہتی، ان کی باتیں سننے کو دل نہیں چاہتا، ان سے ملنے کو دل نہیں چاہتا، اب اللہ والوں سے محبت ہو گئی ہے، تو جس سے محبت ہو گی، اس کے چاہنے والوں سے بھی محبت ہو گی، جب اللہ تعالیٰ سے محبت ہو گی، تو جو اللہ تعالیٰ کے چاہنے والے ہیں، اللہ والے ہیں، اُن سے بھی محبت ہو گی، اُن سے ملنے کو دل چاہے گا، اُن کے پاس بیٹھنے کو دل چاہے گا، ان سے مل کر دل کو سکون ملے گا، اور ان سے مل کر اللہ تعالیٰ کی محبت بڑھے گی، اس کا یہی دل چاہے گا، جیسے حضرت حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم کا شعر ہے کہ ؎

میری زندگی کا حاصل میری زیست کا سہارا
تیرے عاشقوں میں جینا تیرے عاشقوں میں مرنا

اس کی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ مرتے مرتے بھی اس کا جی اللہ تعالیٰ کا نام لینے کو چاہتا ہے، کسی کا شعر ہے کہ ؎

یہی آرزو ہے کہ جانِ من تیرا نام لیتا ہوا مروں
تیرے کوچے میں نہ سہی مگر تیری راہ گزر میں مزار ہو

کچھ اشعار یہ ہیں ؎

ایک ہُوک سی دل میں اٹھتی ہے
ایک درد سا دل میں ہوتا ہے

میں رات کو اٹھ کر روتا ہوں
جب سارا عالم سوتا ہے

اب اللہ تعالیٰ کی محبت کی وجہ سے رات کو اٹھنا بھی آسان ہوگیا، جب اللہ تعالیٰ سے محبت ہوجاتی ہے، تو چاہے رات کے بارہ بجے اٹھالو، چاہے تین بجے اٹھالو، اور چاہے چار بجے اٹھالو، لبیک! یہ تو کیا! وہ اپنی جان دینے کو بھی تیار ہوجائے گا، مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

نہ شود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت
سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

اے اللہ! اے محبوب! دشمن کو نصیب نہ ہو کہ آپ کی تیز تلوار سے وہ ہلاک ہو، ہم عاشقوں کے سر حاضر ہیں، اگر تلوار کی دھار دیکھنی ہے، تو ان پر آزما کے دیکھ لو، کہ کاٹتی ہے یا نہیں کاٹتی، یہ سارے محبت کے کرشمے ہیں۔

مخلوق سے محبت کا بڑھنا

اللہ جلّ شانہٗ کی اور سرکارِ دوعالم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی، دل میں محبت پیدا کرنی چاہئے۔ چونکہ محبت سے ایک طرف تو اللہ تعالیٰ کی عظمت، بڑائی اور کبریائی کا استحضار ہوتا ہے، دوسری طرف اپنی پستی، اپنی خاکساری اور اپنی فنائیت کا استحضار رہتا ہے، جس کی وجہ سے انسان کا غرور اور تکبر ختم ہوجاتا ہے، حسد جاتا رہتا ہے، بغض نکل جاتا ہے، اس کی جگہ عاجزی، انکساری اور محبت پیدا ہوجاتی ہے، مخلوق

سے بھی محبت پیدا ہو جاتی ہے کہ یہ میرے اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے ہیں، اس لئے ان سے بھی محبت کرتا ہے، نہ ان سے بغض رکھتا ہے، نہ ان سے حسد کرتا ہے، نہ ان سے لڑائی اور جھگڑا کرتا ہے۔

حکیم الأمت ا مقامِ فنائیت

حکیم الأمت، مجدد الملت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے تو اپنی نیکیاں بھی گناہ معلوم ہوتی ہیں، یہ بات کون کہہ رہا ہے؟ حکیم الأمت، مجدد الملت فرما رہے ہیں، ایک ہزار سے زیادہ ان کی تصنیفات ہیں، ان کے سینکڑوں وعظ ہیں، ان کے ملفوظات کی بتّیس جلدیں ہیں، ساری عمر دین کی خدمت میں گزری ہے، وہ صاحبِ سلسلہ ہیں، حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ہیں، سینکڑوں کی زندگیاں بدل دی ہیں، ان کا اپنا حال یہ ہے کہ فرماتے ہیں کہ مجھے اپنی نیکیاں گناہ معلوم ہوتی ہیں، اور ایک جگہ فرماتے ہیں کہ روزے سے ہوں، باور کرو گے، یعنی اس بات کو سمجھو گے، قسم کھا کر کہتا ہوں، یہ حضرت کے الفاظ بتا رہا ہوں، قسم کھا کر عرض کرتا ہوں کہ مجھ کو اپنے سے زیادہ بُرا کوئی نظر ہی نہیں آتا، یہ عاجزی، یہ تواضع اور یہ خاکساری اللہ تعالیٰ کی محبت کا صلہ ہے، جب سچ مچ اللہ تعالیٰ کی محبت دل میں پیدا ہوگی، تو اس کے ساتھ ساتھ یہ فنائیت بھی پیدا ہوگی۔

امام اعظمؒ کے دل کا حال

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ہے، آپ نے پچپن حج کیے ہیں، بعض نے

تریسٹھ لکھا ہے، وہ جب بیت اللہ میں حاضر ہوئے، تو یہ فرمانے لگے کہ یا اللہ! میرے پاس نیکی تو کوئی ہے نہیں، جسے آپ کے سامنے پیش کرسکوں، ہاں! میں دوزخ سے بچنا چاہتا ہوں، کیونکہ میرے اندر برداشت کرنے کی طاقت نہیں ہے، اس سلسلے میں درخواست یہ ہے کہ آپ میرے گناہوں کو معاف فرمادیں، تاکہ دوزخ سے بچ جاؤں، تو امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، جن سے پورا سلسلہ حنفیہ وابستہ ہے، اور دنیا میں اکثر ان کے مذہب پر چلنے والے ہیں، یہ ان کا کتنا بڑا صدقۂ جاریہ ہے! اور خود آپ مجتہد اعظم ہیں، ان کا چاروں اماموں میں سب سے اونچا مقام ہے، لیکن جب وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو رہے ہیں تو کسی نیکی کا کوئی ذکر ہی نہیں ہے۔

یہ سب اللہ تعالیٰ کی محبت کا صلہ ہے، سنانے کا مقصد یہ ہے کہ ہمارے دل میں بھی یہ بات آنی چاہئے کہ ہم اپنے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا کریں، اور اسی کو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد احادیث طیبہ سے ثابت فرمایا ہے کہ ہر مسلمان مرد و عورت کے دل میں اللہ جلّ شانہٗ کی محبت ہونی چاہئے، اور وہ محبت ماسواء پر غالب ہونی چاہئے۔

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کا مقام

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے محدث، عالم اور فقیہ گزرے ہیں، وہ بڑے عبادت گزار اور اللہ کے ولی تھے، دن کو درسِ حدیث دیتے تھے، قال اللہ، قال الرسول پڑھاتے تھے، اور رات کو ایک سوکھی لکڑی کی طرح مصلے پر کھڑے

رہتے تھے، وہ دن پڑھانے میں اور رات عبادت میں گزارتے تھے، جب وہ بغداد پہنچے ہیں تو ان کا استقبال کرنے کے لئے اور حدیث شریف حاصل کرنے کے لئے لاکھوں آدمی آئے، جب جلسہ برخاست ہوا، تو لوگ ہزاروں دواتیں بھول کر چلے گئے، پہلے زمانے میں تو لوگ لکڑی کے قلم سے لکھتے تھے، تو جو دواتیں ساتھ لے گئے ہوں گے، وہ کتنی ہوں گی؟ اس زمانے میں لاؤڈ اسپیکر نہیں ہوتے تھے، استاد کی بات کو نقل کرنے والے بہت سارے مکبّر ہوتے تھے، جو کچھ استاد فرماتے، قریب بیٹھنے والے اس کو سن کر آگے پہنچاتے، پھر ان کے قریب بیٹھنے والے آگے پہنچاتے، اس طریقے سے لاکھوں کے مجمع میں استاد کے الفاظ آخر تک پہنچائے جاتے تھے، اور لوگ لکھتے جاتے تھے۔

یہ میری عزت نہیں ہے

اس مجمع میں ایک سیّد بھی تھا، سیّد کے دل میں خیال آیا کہ میں تو سیّد ہوں، میری اتنی عزّت نہیں ہے، جتنی حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کی ہے، ان کا اتنا ادب واحترام ہے، اتنا بڑا مجمع ہے، ان کی شان اتنی عالی ہے، اور میری کوئی حیثیت نہیں ہے، ان سے رہا نہ گیا، جب جلسہ ختم ہوا تو وہ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے جاکر ملے، اور عرض کیا کہ حضرت! یہ کیا بات ہے؟ آپ تو سید نہیں ہیں، اور میں سید ہوں، اور آپ کی اتنی زبردست عزت ہے، سارا مجمع آپ کا معتقد اور آپ کا شاگرد ہے، اور میری کوئی عزت اور مقام نہیں ہے، تو انہوں نے فرمایا کہ بھائی! یہ عزت میری نہیں ہے، یہ آپ کے نانا جان صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت ہے،

دراصل آپ کے نانا جان صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دولت مجھ کو ملی ہے، یہ حدیث کا علم انہی کا ہے، میرا نہیں ہے، یہ تمہارے گھر کی چیز ہے، یہ مجھے حاصل ہوگئی، تو میری عزت ہوگئی، اور تمہیں حاصل نہیں ہے، اس لئے تمہاری عزت نہیں ہے۔

دیکھو! انہوں نے کس طرح اپنی بڑائی کو مٹایا، اور دین کی عظمت بتلائی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور عزت کی اور کرائی۔

خواب میں سرکارِ دو عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زیارت

اس کے بعد پھر ان کو خواب میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کو تنبیہ فرمائی، حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کو بھی تنبیہ فرمائی کہ تم نے میری اولاد کو جاہل کیوں کہا؟ اور ان کی توہین کیوں کی؟ یہ تمہارے لئے مناسب نہیں ہے، تو وہ یہ بات سن کر بڑے رنجیدہ اور افسردہ ہوئے کہ ہائے! مجھ سے یہ کیا غلطی ہوگئی؟ ان کو یہ بات نہیں کہنی چاہئے تھی، کہ آپ نے علم حاصل نہیں کیا، تو آپ کی عزت نہیں ہوئی، اور دوسری طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں ان سیّد کو بھی تنبیہ فرمائی اور فرمایا کہ دیکھو! تم نے علم حاصل نہیں کیا، تو اپنی ناقدری، بے قدری اور بے عزتی کروائی، جب یہ تمہارے گھر کی دولت تھی، تو تم نے کیوں نہ حاصل کی؟ تو وہ سیّد بھی نادم اور شرمندہ ہوئے۔

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کا معافی مانگنا

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ جب نیند سے بیدار ہوئے تو ان کو خیال ہوا کہ ان سیّد سے ملاقات ہوگی، تو میں معافی مانگوں گا، اور سید کو خیال ہوا کہ حضرت سے ملاقات

ہوئی، تو میں ان سے معافی مانگوں گا، اب ان دونوں کی ملاقات ہوئی، تو دونوں رو رو کر ایک دوسرے سے معافی مانگنے لگے، یہ کیفیت کیسے پیدا ہوئی؟ اللہ تعالیٰ کی اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی وجہ سے پیدا ہوئی، سیّد بھی مٹے جا رہے ہیں، اور اپنے آپ کو مٹائے جا رہے ہیں، معافی مانگنے پر تیار ہو رہے ہیں، اور حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنے آپ کو مٹا رہے ہیں، اپنے آپ کو معافی مانگنے پر آمادہ کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ کی محبت تو چیز ہی ایسی ہے کہ یہ انسان کے دل میں عاجزی اور انکساری پیدا کر دیتی ہے۔

محبت پیدا کرنے کا نسخہ

اللہ تعالیٰ محبت پیدا کرنے کے بہت سارے طریقے ہیں، ان میں سے ایک طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو سوچنے کی عادت ڈالی جائے۔ ہم میں سے ہر آدمی کو اللہ تعالیٰ نے ہزاروں لاکھوں نعمتیں دی رکھی ہیں، ہر آدمی کو فی الحال ہزاروں لاکھوں نعمتیں حاصل ہیں، ظاہر کی بھی، باطن کی بھی، گھربار کی بھی، اہل وعیال کی بھی، بہن بھائیوں کی بھی، دوست احباب کی بھی، اعزہ واقارب کی بھی، کھانے کی، پینے کی، پہننے کی، رہنے کی، کون کون سی نعمت گنواؤں، کسی طرف سے بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو سوچنا شروع کرو گے، تو آخری سرا نہیں آئے گا، آخری سرا کیسے آ سکتا ہے؟ کہ جب اللہ نے خود ہی فرما دیا کہ:

وَإِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا. (النحل: آیت ۱۸)

ترجمہ

اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار بھی کرنا چاہو، تو نہیں کر سکتے۔

یہ بالکل بجا ہے، اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو سوچنا شروع کر دیں، اس کے لئے روزانہ دس منٹ نکالیں، چوبیس گھنٹوں میں سے دس منٹ، ایک گھنٹے میں ساٹھ منٹ ہوتے ہیں، اس میں سے آپ کو صرف دس منٹ نکالنے ہیں، آپ کے تئیس گھنٹے پچاس منٹ دوسرے کاموں کے لئے ہیں، صرف دس منٹ اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا کرنے کے لئے ہیں، دس منٹ کے لئے اپنے ذہن کو بالکل خالی کریں، اور اپنے آپ کو دوسرے کام سے فارغ کریں، اور تنہائی میں بیٹھ جائیں، چاہے مسجد کے ایک گوشے میں بیٹھ جائیں، اور جو جو نعمتیں اللہ پاک نے فی الحال دے رکھی ہیں، ان کو سوچنا شروع کریں۔

جسم کے اندر نعمتیں

جسم کے اندر کتنی ساری نعمتیں دے رکھی ہیں؟ آنکھ کی نعمت، کان کی نعمت، ناک کی نعمت، زبان کی نعمت، منہ کے اندر کتنی ساری نعمتیں ہیں، دماغ اور سر کے ساتھ کتنی نعمتیں ہیں؟ ہاتھوں کی نعمت کو دیکھیں، جس کے دونوں ہاتھ نہیں ہیں، اس سے پوچھو کہ ہاتھ کتنی بڑی نعمت ہیں، جس کا ایک ہاتھ ہے، اور ایک ہاتھ نہیں ہے، اس سے پوچھو کہ یہ کتنی بڑی نعمت ہے؟ اسی طرح ٹانگوں کی نعمت، یہ تو ظاہر کی نعمتیں ہوگئیں، اور اللہ تعالیٰ نے باطن کے اندر کیسے قیمتی قیمتی اعضاء فٹ کیے ہوئے ہیں، دل، گردے، جگر،

پھیپھڑے وغیرہ، ان اعضاء کو بنانے کے لئے کوئی فیکٹری لگوائی جائے، تو اس کا کارخانہ میلوں میں لگے گا، اور کبھی قدرتی اعضاء کی طرح وہ مصنوعی اعضاء کام نہیں کریں گے، اللہ تعالیٰ نے ہمیں کتنی نعمتیں دے رکھی ہیں کھانے کی بھی، پینے کی بھی، پہننے کی بھی، استعمال کرنے بھی، پورا گھر نعمتوں سے بھرا ہوا ہے، شکر ادا کریں۔

محبت میں ڈوب جائیں

جتنی نعمتیں ہم سوچیں گے، اُتنا ہی دل سے شکر نکلے گا، اور جتنا شکر پیدا ہوگا، اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہوگی، اس سے پتہ چلے گا کہ اللہ پاک نے ہمیں کتنا نواز ا ہوا ہے، اس کو پتہ چلے گا کہ اللہ پاک نے مجھے اتنا نواز ا ہوا ہے، اتنا نواز ا ہوا ہے کہ جس کی کوئی حد نہیں، وہ ناشکری تو کیا کرے گا؟، وہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں ڈوب جائے گا، ہمیں اللہ تعالیٰ کی محبت میں ڈوب جانا چاہئے، اللہ تعالیٰ کی محبت میں ڈوبنا مقصود ہے بس! ؎

عبث ہے جستجو بحرِ محبت کے کنارے کی
بس اس میں ڈوب جانا ہے اے دل! پار ہوجانا

؎

یہ دل پامال ہو یا زیست کا پیمانہ بھر جائے
مگر ہر سانس میرا آپ کے در پہ گزر جائے

؎

خون کی موجیں گزر جائیں نہ کیوں
آستانہ میں نہ چھوڑوں گا مگر

دس منٹ کی چابی کا اثر

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو سوچنے کی عادت ڈالیں، جب آپ دس منٹ روزانہ معمول بنائیں گے، پھر چلتے ہوئے بھی، بیٹھے ہوئے بھی، لیٹے ہوئے بھی، سوئے ہوئے بھی، جاگتے ہوئے بھی، کھاتے ہوئے بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا استحضار شروع ہو جائے گا، جیسے گھڑی کے اندر سیل لگا دو، تو ایک مہینے تک چلتی ہے، اور ہاتھ سے چابی بھرنے والی گھڑی ہے، تو چابی بھر دو، تو چوبیس گھنٹے گھڑی چلتی رہے گی، اسی طریقے سے نعمتوں کا مراقبہ اور دھیان دس منٹ کی چابی ہے، جب بھر جائے گی، تو چوبیس گھنٹے اس کا اثر ہوگا، جتنی جتنی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا استحضار ہوگا، اللہ تعالیٰ کی محبت میں اضافہ ہوگا، اور جتنی اللہ تعالیٰ کی محبت میں اضافہ ہوگا، طاعت آسان ہوگی، یہی آج کے درس کا خلاصہ ہے، اللہ تعالیٰ توفیقِ عمل عطا فرمائیں، آمین۔

وَ آخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

دیگر مطبوعات